

الا المودة في القربى



لا اسئلكم عليه اجرا

انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهر كم تطهيرا

ترجمہ:- بیشک فیصلہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اے نبی پاک ﷺ کے گھر والوں کو تم سے ہر طرح کی ناپاکی کو دور فرمادے اور تمہیں خوب پاک فرمادے (احزاب ۳۳)

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیان  
آئیہ تطہیر سے ظاہر ہے۔ شان اہل بیتؑ

ازواج و بوتراب، حسین و حسن، بتول  
یہ سب ذوات پاک ہیں مصداق اہل بیت

# انکسبت مصطفیٰ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حسب الارشاد:

سالار قافلہ نقشبندیہ، نقیب مسلک مجددیہ حضور قبلہ عالم  
الحاج پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری القدیہ  
زیب سجادہ آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ حضرت کیلیا نوالہ شریف

مصنف جگر گوشہ شیخ القرآن حافظ شفقات احمد مجددی  
والحدیث علامہ الحاج (حفظہ اللہ عمالا یلیق) کیلانی

پوریہ حضرت کیلیا نوالہ شریف

ضلع گوجرانوالہ

3992







لا اسئلكم عليه اجرا **بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ** الا المودة في القربى

انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا

ترجمہ:- بیشک فیصلہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے کہنے نبی پاک ﷺ نے تم کو کہ تم سے ہر طرح کی ناپاکی کو دور فرمادے اور تمہیں خوب پاک فرمادے (احزاب ۳۳)

ازواج و بو تراب، حسین و حسن، بتوں کا خدائے پاک کرتا ہے بیان یہ سب ذوات پاک ہیں مصداق اہل بیت اسیہ تطہیر سے ظاہر ہے۔ شان اہل بیت

# منکر الکلیت بیت مصطفیٰ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حسب الارشاد:

سالار قافلہ نقشبندیہ، نقیب مسلک مجددیہ حضور قبلہ عالم  
الحاج پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری القدیہ  
زیب سجادہ آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ حضرت کیلیا نوالہ شریف

مصنف جگر گوشہ شیخ القرآن حافظ شفقات احمد مجددی  
والحدیث علامہ الحاج (حفظہ اللہ عمالا یلیق) کیلانی

ناشر دار التبلیغ آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ حضرت کیلیا نوالہ شریف

نحصدیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ



87257

~~87257~~







## مُعْتَوْن

میں اپنی اس خدمت اہل بیت اطہار کو اہل بیت اطہار رضوان اللہ  
 علیہم اجمعین کے وسیلہ جلیلہ سے اپنے شیخ کامل - قدوة السالکین -  
 زبدة العارفين - امام الواصلین - پاسبان ناموس صحابہ - نقیب اہل  
 بیت اطہار - وکیل حضور مجد الف ثانی - قسیم فیض حضور شیر ربانی - جگر  
 گوشہ و پروردہ تاجدار کیلانی - حضور قبلہ عالم الحاج پیر سید محمد باقر علی  
 شاہ صاحب بخاری نقشبندی مجددی کیلانی - دامت برکاتہم القدسیہ  
 کے بے مثال اور لازوال جذبہ محبت اہل بیت اطہار کی نذر کرتا  
 ہوں - جس کے طفیل مجھ جیسے لاتعداد اہل بیت اطہار کے خادموں کو  
 اہل بیت اطہار کے تعامل ذیشان اور فرامین ہدایت نشان کی روشنی  
 میں جناب رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات، ابنات مقدسات  
 حضور کے سسرالی رشتہ داروں، آپ کے دامادوں اور آپ کی صحبت  
 نورانی کے فیض یافتہ حضور کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین  
 کے متعلق اپنے ایمانوں کا قبلہ درست کرنا نصیب ہوا - فلله الحمد  
 خودیم اہل بیت اطہار و صحابہ کرام - شفقات احمد مجددی کیلانی حفظہ





# فہرست مضامین کتاب ہذا

| صفحہ | مضامین                               | صفحہ | مضامین                                   |
|------|--------------------------------------|------|--|
| ۵۰   | امام اعظم کے نزدیک اول الاسلام       | ۱    | محبت اہل بیت اور قرآن و حدیث             |
| ۵۱   | سیدنا علی المرتضیٰ اور قرآن          | ۸    | محبت اہل بیت کا ثمرہ                     |
| ۵۵   | جناب علی۔ بستر رسول پر               | ۱۱   | اہل بیت پر درود شریف                     |
| ۵۷   | مقام صحابہ رسول                      | ۱۴   | مومن اور اہل بیت سے محبت کی وجہ          |
| ۶۲   | اصحاب بدر۔ اصحاب بیعت رضوان          | ۱۷   | لفظ آل اور اہل۔ قرآن مجید میں            |
| ۶۴   | عشرہ مبشرہ۔ حضور کا سسرالی رشتہ      | ۱۹   | آیت تطہیر کا بیان                        |
| ۶۵   | حضور کی چار شہزادیاں۔ اعتراض و جواب  | ۲۱   | حدیث کساء کا بیان                        |
| ۶۷   | علی اور نسل مصطفیٰ۔ احب الخلق        | ۲۲   | اہل سنت اور مصداق اہل بیت                |
| ۶۸   | جناب علی۔ فاتح خیبر                  | ۲۹   | آیت مباہلہ اور پنج تن پاک                |
| ۶۹   | نکاح سیدہ باحیدر کرار                | ۳۱   | سورہ توبہ کا اعلان، گھرانہ فاطمہ اہل بیت |
| ۷۰   | مسئلہ جہیز اور سیدہ فاطمہ            | ۳۲   | سلمان اہل بیت کے معنی                    |
| ۷۱   | مولا علی سے سرگوشی                   | ۳۳   | سادات پر صدقہ حرام                       |
| ۷۲   | جناب علی کی واپسی کی دعا۔ مواخات     | ۳۶   | آیت مودت اور پنج تن پاک                  |
| ۷۳   | حضرت علی محشر میں بھی صاحب لواء      | ۳۷   | سیدنا امام اعظم اور محبت اہل بیت         |
| ۷۴   | جناب علی نائب رسول                   | ۳۹   | امام شافعی اور شیخ سعدی کا نذ انہ محبت   |
| ۷۶   | جناب علی۔ ہر مومن کے ولی             | ۴۰   | فرمان حضور مجدد الف ثانی                 |
| ۷۸   | اعلان سلونی۔ علم علی اور دعاء نبوی   | ۴۲   | معاذ اللہ۔ بد عقیدہ۔ سید کا مسئلہ        |
| ۸۰   | انامدینۃ العلم و علی بابہا والی حدیث | ۴۵   | سیدنا علی المرتضیٰ کا بیان               |
| ۸۲   | زیارت علی۔ عبادت خدا                 | ۴۷   | علی کی ماں۔ نبی کی ماں                   |
| ۸۳   | علی مطلوب جنت علی نبی کے کندھوں پر   | ۴۸   | پروردگار آغوش نبوت                       |



| صفحہ | مضامین                               | صفحہ | مضامین                                 |
|------|--------------------------------------|------|--|
| ۱۲۲  | سیدہ۔ قبر نبوی پر                    | ۸۴   | جناب علی کے لئے سورج کا پلٹنا          |
| ۱۲۳  | سیدہ کو آخر وقت بھی پردے کا فکر      | ۸۶   | جناب علی۔ صدیق اکبر                    |
| ۱۲۴  | سیدہ کا آخری غسل                     | ۸۸   | جناب علی کی نماز میں کیفیت             |
| ۱۲۷  | سیدہ عائشہ صدیقہ کی فضیلت            | ۸۹   | محبت علی اور چند فرامین مصطفیٰ         |
| ۱۲۹  | مسئلہ فدک کی شرعی حقیقت              | ۹۷   | ہر کوئی جناب علی کا محتاج۔ محبت فاروقی |
| ۱۳۳  | فدک اہل بیت کے تصرف میں              | ۹۸   | ابوبکر و عمر کا دشمن۔ علی کا دشمن      |
| ۱۳۴  | جناب علی المرتضیٰ کی گواہی           | ۹۹   | جناب ابوطالب پر حضور راضی              |
| ۱۳۶  | حضور کا سیدہ کو فدک سے انکار         | ۱۰۰  | محبت علی اور تین گروہ                  |
| ۱۳۸  | ازواج مطہرات اور وراثت               | ۱۰۱  | شہادت جناب علی المرتضیٰ                |
| ۱۳۹  | امام زادے کا نعرہ حق                 | ۱۰۲  | قاتل علی۔ اشدی الناس                   |
| ۱۴۰  | سیدہ کی وفات حسرت آیات               | ۱۰۴  | آپ کی ازواج و اولاد                    |
| ۱۴۲  | ذکر سیدنا امام حسنؑ                  | ۱۰۶  | ذکر سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا         |
| ۱۴۷  | آپ کی اولاد                          | ۱۰۸  | سیدہ کی زندگی میں دوسری شادی منع       |
| ۱۴۸  | ذکر سیدنا امام حسینؑ                 | ۱۰۹  | مائی حنف۔ امام حنیف۔ ایک افسانہ        |
| ۱۴۹  | آپ کی ازواج و اولاد                  | ۱۱۰  | سیدہ۔ حضور کی مشابہ                    |
| ۱۶۱  | جناب رسول اللہ کی ازواج مطہرات       | ۱۱۲  | تسبیح سیدہ فاطمہ                       |
| ۱۶۶  | سیدہ عائشہ صدیقہ کی عمر کی تحقیق     | ۱۱۳  | حدیث میراث، سیدہ بھوک سے آزاد          |
| ۱۸۲  | جناب رسول اللہ کی اولاد امجاد        | ۱۱۴  | سیدہ سے حضور کی زیادہ ملاقات           |
| ۱۵۳  | نبی کریمؐ کو کربلا کا علم اور صدمہ   | ۱۱۶  | سیدہ سردار جنت۔ آخری سرگوشی            |
| ۱۵۷  | ابوبکر و عمرؓ۔ بوڑھے جنتیوں کے سردار | ۱۱۸  | سیدہ کا میدان محشر میں اعزاز           |
| ۱۵۸  | سیدنا امام حسینؑ اور یزید پلید       | ۱۲۰  | سیدہ کے خادم فرشتے                     |
| ۱۵۹  | عسکری فاروقی ننگہ گاہ میں منام حسین  | ۱۲۱  | سیدہ جگر گوشہ رسول                     |



حَامِدٌ أَوْ مُصَلِّيًا وَ مُسَلِّمًا وَ مُبْسَلِمًا

میری انتہائے نگارش یہی ہے تیرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

اہل بیت کی محبت قرآن و حدیث کی روشنی میں

اما بعد۔ ارشاد خداوندی ہے۔ ”قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ  
وَ إِخْوَانُكُمْ وَ آزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيرَتُكُمْ وَ أَمْوَالٌ نِ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَ تِجَارَةٌ  
تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَ رِسُولِهِ  
وَ جِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَ اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ  
الْفَاسِقِينَ (سورة توبہ آیت ۲۴) یعنی۔ اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم اعلان  
فرمادیں کہ اے لوگو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری  
بیویاں اور تمہارا خاندان اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور تمہاری وہ تجارت جس  
کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان۔ تمہیں اللہ اور اس کے رسول  
سے زیادہ پیارے ہوں اور اللہ کی راہ میں جہاد سے پیارے ہوں تو انتظار کرو کہ تم پر  
اللہ کا عذاب آجائے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ اس آیت  
کریمہ سے معلوم ہوا کہ منشاء خداوندی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات  
والاصفات سے کائنات کی ہر ایک چیز سے زیادہ محبت رکھنی چاہیے۔ اور جو بد بخت  
کائنات کی کسی بھی چیز کو جناب سرور کائنات ﷺ سے زیادہ پیار رکھتا ہے وہ اللہ  
تعالیٰ کے عذاب اور غضب کو دعوت دے رہا ہے جناب مخبر صادق علیہ السلام نے بھی  
اس مضمون کو اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہے ”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ



كُم حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ  
 أَجْمَعِينَ“ باختلاف الفاظ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹ وغیرہ) یعنی خدا کی قسم تم میں سے  
 کوئی بھی اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی بیوی اور اس کے  
 مال اور اس کے والد (والدین) اور اس کے بیٹے (اولاد) اور تمام لوگوں سے زیادہ  
 میں (رسول اللہ ﷺ) اس کے نزدیک زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اس حدیث شریف  
 سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ جس کے دل میں اس درجہ کی محبت  
 مصطفیٰ ﷺ موجود نہیں ہے وہ شخص ایمان دار نہیں ہے

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے  
 محبت کی علامات میں سے ایک علامت تو یہ ہے کہ ”مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرَهُ“  
 (کتاب الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۷۴) یعنی جس سے کوئی محبت کرتا ہو گا وہ اس کا ذکر بہت  
 زیادہ کرے گا اور ایک حدیث شریف کے مطابق ”حُبُّكَ الشَّيْئِي يُعْمِي  
 وَيَصِمُ“ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۳۴۲، مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۰) یعنی حضور اکرم ﷺ نے  
 فرمایا۔ جس چیز سے تجھے محبت ہوگی تیری آنکھ کو اس میں کوئی عیب نظر نہیں آئے گا اور  
 تیرے کان اس محبوب کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہیں کریں گے۔ اسی طرح  
 عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے۔ کہ ”إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ“، یعنی محبت  
 کرنے والا اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے۔

آئیے ہم سرکار ابد قرار ﷺ سے دست بدستہ عرض کریں کہ حضور اکرم ﷺ  
 آپ ہی ارشاد فرمائیں۔ کہ آپ کی بارگاہ میں کس شخص کی محبت کو قبولیت کا شرف  
 عنایت ہوتا ہے۔ چنانچہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰات نے ارشاد فرمایا ”



لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّنِي وَلَا يُحِبَّنِي حَتَّى يُحِبَّ ذَوِي قَرَابَتِي“  
 (نور الابصار صفحہ ۱۲۷ بہتیمی) یعنی جب تک کوئی شخص اپنے دل کو میری محبت سے منور  
 نہ کر لے اس وقت تک وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک کوئی شخص میرے قرابت  
 داروں سے محبت نہ کرے اس وقت تک اس کی محبت میری بارگاہ میں شرف قبولیت  
 حاصل نہیں کر سکتی بات بالکل واضح ہو گئی کہ جس شخص کے دل میں اہل بیت کرام کی  
 محبت نہیں ہے اس کا حضور پر نور ﷺ کے ساتھ دعوائے محبت بھی بالکل جھوٹ ہے  
 محض دکھلاوا اور منافقت ہے۔ نیز دشمن اہل بیت چاہے جتنی بھی عبادت کرتا رہے  
 سب کی سب بے کار بے سود اور خدا کی بارگاہ میں مردود ہے خدا کی بارگاہ میں ایمان  
 اور تمام اعمال صرف اور صرف اس شخص کے قبول ہوں گے جس کا دل حب مصطفیٰ  
 علیہ التحیۃ والثناء سے بھی مخمور و معمور ہوگا اور محبت اہل بیت اطہار کی دولت سے بھی  
 مالا مال ہوگا۔ ایک اور مقام پر جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ”أَحِبُّو اللَّهَ  
 لِمَا يَغْدُوكُمْ بِهِ مِنْ نِعْمَةٍ وَأَحِبُّوَنِي لِحُبِّ اللَّهِ وَأَحِبُّوْا أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي“  
 (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲، مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۳، تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۷، تفسیر ابن کثیر جلد  
 ۴ صفحہ ۱۱۴ وغیرہ) یعنی اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کیونکہ وہ ہمیشہ تم پر نعمتیں نازل  
 فرما رہا ہے اور مجھ سے محبت رکھو کیونکہ جو مجھ سے محبت رکھتا ہوگا خدا کی محبت بھی اسی  
 کی قبول ہوگی۔ اور میرے اہل بیت سے محبت رکھو کیونکہ جو میرے اہل بیت سے  
 محبت رکھتا ہے وہی میری محبت والا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے حضور اکرم  
 ﷺ کی محبت شرط ہے اور حضور اکرم ﷺ کی محبت کے لئے اہل بیت کی محبت شرط  
 ہے۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ اہل بیت کرام کی محبت والا ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا مقبول



ہے اور اسی کی محبت حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں مقبول ہوگی۔ ایک اور مقام پر تو جناب رسول اللہ ﷺ نے بالکل صراحتاً ارشاد فرما دیا۔ آپ نے جناب عباس کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ الرَّجُلِ الْإِيمَانُ حَتَّى يُحِبَّكُمْ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ“ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۳، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۷، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۸، صواعق محرقة صفحہ ۱۷۶)

اے چچا جان۔ خدا کی قسم اس وقت تک کسی شخص کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ تم (اہل بیت، قربت دار) سے محبت نہ رکھے۔ ایک اور مقام پر فرمایا ”وَاللَّهِ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِيمَانٌ حَتَّى يُحِبَّكُمْ لِلَّهِ وَلِقَرَابَتِي“ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۳، مواہب لدنیہ جلد ۳ صفحہ ۳۶۲، زرقانی جلد ۷ صفحہ ۱۹ وغیرہ) یعنی اللہ کی قسم کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ تم (اہل بیت) سے محض اللہ کیلئے اور میری قرابت داری کا لحاظ رکھتے ہوئے محبت نہ رکھے۔ ایک مقام پر فرمایا ”مَنْ أَبْغَضَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَهُوَ مُنَافِقٌ“ (درمنثور جلد ۶ صفحہ ۷) یعنی جو اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے ایک اور مقام پر فرمایا ”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُبْغِضُنَا أَهْلَ الْبَيْتِ رَجُلٌ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ“ (تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۷ طبع بیروت) یعنی خدا کی قسم جو شخص اہل بیت سے بغض رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ ضرور اس کو آگ میں داخل کرے گا۔ شارح بخاری امام قسطلانی نے اس روایت کو نقل فرما کر لکھا ہے۔ ”وَإِخْرَاجَ الْحَاكِمِ وَصَحْحَهُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ“ (مواہب لدنیہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۳، زرقانی جلد ۷ صفحہ ۲۱) یعنی امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے ایک روایت میں آپ



نے اہل بیت کی اہمیت کو یوں واضح فرمایا **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي كِتَابُ اللَّهِ وَعِترَتِي أَهْلُ بَيْتِي أَذْكَرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي أَذْكَرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي** (باختلاف الفاظ ترمذی جلد ۳ صفحہ ۲۱۹، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۰، مسلم جلد ۲

صفحہ ۲۷۹، بیہقی جلد ۷ صفحہ ۳۰، مواہب لدنیہ جلد ۳ صفحہ ۴۱ وغیرہ) اے لوگو میں تم میں دو ایسی مضبوط اور معتبر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو تم میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔ ان میں ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری اہل بیت ہے لوگو میں تمہیں اپنی اہل بیت کے بارے میں خدا یاد دلاتا ہوں۔ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا یعنی اہل بیت کو توہین و عداوت کے متعلق خدا سے ڈرنا ”حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا من عترت النبی ﷺ قال أصحاب العباء (شرح خصائص نسائی صفحہ ۷۹ از امیر شاہ قادری) کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا حضور کی عترت کون لوگ ہیں تو آپ نے فرمایا۔ عبا (چادر) والے حضرات)۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا ”إِلَّا إِنْ مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ مَثَلُ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ“ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۵، مسند امام احمد، صواعق محرقہ صفحہ ۱۵۲) اے لوگو! تم میں میرے اہل بیت۔ جناب نوح علیہ السلام کی کشتی کے مانند ہیں جو اس کشتی میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس (اہل بیت) کے خلاف کیا وہ ہلاک ہو گیا

ارباب اہل بیت کو نسبت کا ہے شرف ہے انکی عظمتوں سے عیاں عظمت رسول

صحابہ اور اہل بیت ذریعہ نجات



بیان کردہ حدیث شریف کے تحت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔  
 حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میری اہل بیت کشتی نوح کے مانند ہے جو اس میں سوار  
 ہو گیا نجات پا گیا اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں  
 ان میں سے جس کی بھی پیروی کر لو گے تم ہدایت پا جاؤ گے اور ہم اس وقت تکلیف  
 کے سمندر میں ہیں اور شکوک و شبہات اور خواہشات کی موجیں ہم پر حملہ آور ہو رہی  
 ہیں اس حالت میں سمندر میں سفر کرنے والے کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہے  
 - ایک تو یہ کہ اس کی کشتی ہر طرح کے نقص و عیب سے پاک ہو اور دوسرا یہ کہ چمکتے  
 ہوئے روشن ستارے اس کی رہنمائی کے لیے موجود ہوں۔ اس طرح جب وہ شخص  
 اس کشتی میں سوار ہو گا اور اپنی نظر ان ستاروں پر رکھے گا تو وہ انشاء اللہ بصحت و سلامتی  
 منزل پر پہنچ جائے گا۔ اسی طرح ہمارے اصحاب اہل سنت اہل بیت کرام کی محبت کی  
 کشتی میں سوار ہیں اور اپنی نگاہیں نجوم ہدایت صحابہ کرام پر لگائے ہوئے ہیں پس  
 اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے امید رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ دنیا و آخرت میں کامیاب  
 و کامران ہو جائیں گے (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۷) کسی نے کیا خوب کہا ہے

اہل سنت کا ہے بیڑا پار۔ اصحاب رسول نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی  
 امام رازی آیتِ الْآلِ الْمَوَدَّةِ فِي الْقُرْبَىٰ کے تحت اہل سنت کا مسلک یوں بیان  
 فرماتے ہیں۔ کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہ آیت اہل بیت عظام اور صحابہ  
 کرام دونوں ہی کی محبت کے لازم ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اسی لیے ہم اہل سنت  
 و جماعت والے اہل بیت کرام اور صحابہ کرام دونوں کی محبت کو لازم قرار دیتے ہیں۔  
 (تفسیر کبیر جز ۲ صفحہ ۱۶۷)۔ اسی طرح جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے



روایت کی گئی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اِفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ حُبَّ اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ كَمَا افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ الصَّلَاةَ وَالزَّكَاةَ وَالصَّوْمَ وَالْحَجَّ فَمَنْ ابْغَضَ وَاحِدًا مِنْهُمْ لَمْ يَقْبَلِ اللهُ لَهُ صَلَاةً وَلَا زَكَاةً وَلَا صَوْمًا وَلَا حَجًّا وَيُحْشَرُ مِنْ قَبْرِهٖ اِلَى النَّارِ“

(روض الفائق صفحہ ۲۳۸، صواعق صفحہ ۸۱) یعنی تم پر جناب سیدنا ابو بکر صدیق، جناب عمر فاروق، جناب عثمان ذوالنورین اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت ایسے ہی فرض کی گئی ہے جیسا کہ تم پر نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج فرض کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ان چاروں خلفاء راشدین میں سے جو کسی ایک کے ساتھ بھی بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کی نماز زکوٰۃ روزہ اور حج کچھ بھی قبول نہیں فرمائے گا اور قیامت کو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں بھیجے گا۔ اس طرح کی ایک روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”لِحَوْضِيْ اَرْبَعَةٌ اَوْ اَوْلُ رُكْنٍ مِنْهَا فِيْ يَدِ اَبِيْ بَكْرٍ وَالثَّانِي فِيْ يَدِ عُمَرَ وَالثَّلَاثُ فِيْ يَدِ عُمَانَ وَالرَّابِعُ فِيْ يَدِ عَلِيٍّ . فَمَنْ اَحَبَّ اَبَا بَكْرٍ وَابْغَضَ عُمَرَ لَمْ يَسْقِهَا اَبُو بَكْرٍ وَ مَنْ اَحَبَّ عُمَرَ وَابْغَضَ عُمَانَ لَمْ يَسْقِهَا عُمَرُ وَ مَنْ اَحَبَّ عُمَانَ وَابْغَضَ عَلِيًّا لَمْ يَسْقِهَا عُمَانُ وَ مَنْ ابْغَضَ عُمَانَ وَ اَحَبَّ عَلِيًّا لَمْ يَسْقِهَا عَلِيٌّ ... فَمَنْ اَحْسَنَ الظَّنَّ فِيْهِمْ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَ مَنْ اَسَاءَ الظَّنَّ فِيْهِمْ فَهُوَ مُنَافِقٌ“

روض الفائق صفحہ ۲۳۸) یعنی جناب سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میرے حوض کے چاروں طرف سبیلیں لگی ہوں گی ان میں سے ایک پر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتظم ہوں گے۔ دوسری پر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تیسری پر عثمان



ذوالنورین اور چوتھی سبیل پر علی المرتضیٰ منتظم ہوں گے۔ جو ابو بکر صدیق سے محبت کرتا ہو لیکن عمر فاروق سے بغض رکھتا ہو گا ابو بکر صدیق اسے پانی نہیں پلائیں گے اور جو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تو محبت رکھتا ہو لیکن عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عداوت رکھتا ہو۔ اسے عمر فاروق پانی نہیں پلائیں گے اور جو عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھتا ہو لیکن علی المرتضیٰ سے عداوت رکھتا ہو۔ اسے علی المرتضیٰ پانی نہیں پلائیں گے۔ جو شخص ان چاروں صحابہ کے متعلق اچھا عقیدہ رکھے وہ مومن ہے اور جو ان کے متعلق برا عقیدہ رکھے وہ منافق ہے، معلوم ہوا کہ خلفاء راشدین میں سے جو کسی ایک کا بھی دشمن ہو گا وہ روز قیامت جناب سرور کائنات ﷺ کے حوض کوثر سے پانی نہیں پی سکے گا اور وہ بغض صحابہ کی وجہ سے اللہ کے فضل اور حضور کی رحمت سے محروم رہے گا نعوذ باللہ من ذالک۔ امام دارقطنی نقل فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو میرے صحابہ کرام کے بارے میں میرا لحاظ کرے گا وہ حوض کوثر سے سیراب کیا جائے گا اور جو میرے صحابہ کی عزت و احترام نہیں کرتا وہ حوض کوثر سے بھی فیض یاب نہیں ہو سکے گا۔ (حضرت علی، سیدہ فاطمہ، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی صحابی ہیں) اور اسے روز محشر میری زیارت بھی نصیب نہیں ہوگی۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

### محبت اہل بیت کا ثمرہ

امام زرقانی علیہ الرحمۃ نے اہل بیت نبوت کی فضیلت میں نقل کیا ہے ”وَقَدْ رُوِيَ مَرْفُوعًا مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا أَوْ مَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ يَشْمَنَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ“ (زرقانی علی المواہب جلد ۷ صفحہ



(۱۵) تفسیر کشاف، تفسیر کبیر جلد ۲۷ صفحہ ۱۳۵ وغیرہ) نیز علامہ اسماعیل حقی نقل فرماتے ہیں کہ ”مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا . اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُورًا اَللّٰهُ اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَابًا اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا مُسْتَكْمِلًا اَلْاِيْمَانَ اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ بَشَرَهُ مَلِكُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ مَنَّكَرًا وَ نَكِيْرًا . اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ يُزْفُ اِلَى الْجَنَّةِ كَمَا تُزْفُ الْعُرُوسُ اِلَى بَيْتِ زَوْجِهَا . اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ فَتُحَّ لَهٗ فِى قَبْرِهٖ بَابَانِ اِلَى الْجَنَّةِ . اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللّٰهُ قَبْرَهُ مَزَارًا مَلَائِكَةَ الرَّحْمَةِ . اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ . اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ اَنْسٌ مِّنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ . اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ كَافِرًا . اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ يَشْمَنَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ (تفسیر روح البیان جلد ۸ صفحہ ۳۱۲، تفسیر قرطبی جز جلد ۱۶ صفحہ ۲۳، نور الابصار صفحہ ۱۲۷) جو شخص اس حالت میں مرا کہ وہ آل رسول ﷺ سے محبت رکھتا تھا وہ شہادت کی موت مرا۔ جو مرتے دم تک آل رسول ﷺ سے محبت کرتا رہا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دے گا۔ جس کو آل رسول کی محبت پر موت آئے گی وہ ضرور اپنے گناہوں سے توبہ کر کے مرے گا۔ جو آل رسول ﷺ کی محبت میں مرا وہ مکمل ایمان دار دینا سے گیا جو مرتے دم تک حب آل رسول پر قائم رہا ملک الموت آ کر اسے جنت کی بشارت دے



گا۔ پھر منکر نکیر بھی قبر میں اسے جنت کی بشارت دیں گے۔ جو مرتے دم تک آل رسول کی محبت پر قائم رہا اسے بنا سنوار کر جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔ جیسے دلہن کو بنا سنوار کر اس کے خاوند کے گھر لے جایا جاتا ہے۔ جو آل رسول ﷺ کی محبت پر مرا اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ جس کو آل رسول ﷺ کی محبت پر موت آئی اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو رحمت والے فرشتوں کے لیے زیارت گاہ بنا دے گا۔ جو شخص مرتے دم تک آل رسول کی محبت پر قائم رہے گا تو وہ لازماً اہل سنت و جماعت کے مسلک پر ہی وفات پائے گا۔ نیز آپ نے فرمایا جو آل رسول ﷺ کے بغض میں مر گیا قیامت کو وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا۔ ”خدا کی رحمت سے مایوس اور محروم“ خبردار جو شخص آل رسول ﷺ کے بغض میں مرا وہ کفر کی موت مرا خبردار جو آل رسول کے بغض میں مر گیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔ اسی لیے جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے ”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي“ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۶) خدا کی قسم جناب رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا مجھے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے سے زیادہ پسند ہے نیز آپ کا فرمان ہے ”إِرْقَبُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ“ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۶، ۳۳۰) حضور اکرم ﷺ نے نسبت نبی کا احترام و لحاظ کرتے ہوئے آپ کی اہل بیت کا بھی احترام و اعتظام کرو۔ نیز جناب رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ”أَدَّبُوا أَوْلَادَكُمْ عَلَيَّ ثَلَاثَ خِصَالٍ حُبِّ نَبِيِّكُمْ وَحُبِّ أَهْلِ بَيْتِهِ وَعَلَى قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ“ (صواعق محرقة



صفحہ ۱۷۲) اپنی اولادوں کو تین چیزوں کی تربیت دو (۱) اپنے نبی کی محبت (۲) اہل بیت کی محبت (۳) اور قرآن پاک پڑھنے کی عادت یعنی رسول اللہ ﷺ نے والدین کے فرائض میں سے ایک فریضہ یہ بھی بیان فرمایا کہ ”اپنی اولاد کو میری اور میرے اہل بیت کی محبت کا درس بھی دیا کرو“ تاکہ بڑے ہو کر مسلک حق اہل سنت و جماعت پر کار بند ہو کر حضور کی محبت اور اہل بیت کرام کی محبت کو جزو ایمان سمجھ کر حرز جاں بنائے رکھیں نیز جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ حُرِّمَتِ الْجَنَّةُ عَلٰی مَنْ ظَلَمَ اَهْلَ بَيْتِيْ وَ اٰذَانِيْ فِيْ عِتْرَتِيْ (نور الابصار صفحہ ۱۲۳) جو شخص مجھے میری اولاد کے بارے میں ایذا دے اور میرے اہل بیت پر ظلم کریگا اللہ تعالیٰ اس بد بخت پر جنت حرام کر دے گا۔ اسی لیے صحابہ کرام اہل بیت اطہار کی حد درجہ عزت و تعظیم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ قاری بارگاہ مصطفیٰ ﷺ جناب زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکاب پکڑ کر آپ کو سوار کرانا چاہا تو جناب زید نے کہا۔ اے نبی اکرم ﷺ کے چچے کے بیٹے ایسا نہ کرو۔ جناب ابن عباس فرمانے لگے ہمیں اپنے علماء کا اسی طرح احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو جناب زید نے جھک کر جناب ابن عباس کا ہاتھ پکڑ کر چومنا شروع کر دیا اور فرمایا ہمیں بھی جناب رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کی عزت و تعظیم کا حکم دیا گیا ہے یہ (الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲، نور الابصار صفحہ ۱۲۹) سبحان اللہ آپس میں اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام ایک دوسرے کے کس درجہ محبت و محترم تھے۔

اہل بیت پر درود شریف



ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”مَنْ صَلَّى صَلَاةً وَلَمْ يُصَلِّ فِيهَا عَلِيًّا وَ عَلِيًّا أَهْلَ بَيْتِي لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ“ (دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۲۵۵) یعنی جو شخص نماز میں مجھ پر میری اہل بیت پر درود نہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔ اسی لیے جناب عبد اللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے ”لَوْ صَلَّيْتُ صَلَاةً لَا أُصَلِّي فِيهَا عَلِيًّا آلِ مُحَمَّدٍ مَا رَأَيْتُ أَنَّ صَلَاتِي تَتِمُّ“ (دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۲۰۶) یعنی اگر میں نماز پڑھوں اور اس میں جناب رسول اللہ ﷺ پر اور آپ کی آل پر درود نہ پڑھوں تو میں نہیں سمجھتا کہ میری نماز مکمل ہوگئی ہے بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خود بھی حکم فرمایا ہے کہ جب نماز میں مجھ پر درود پڑھو تو ساتھ میری آل پر بھی درود پڑھا کرو (بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۰۸، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۵، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۲۰، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۶۲، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۸۹، ابن ماجہ صفحہ ۶۵، مشکوٰۃ صفحہ ۷۸ وغیرہ) بلکہ جناب رسول مقبول ﷺ نے صرف آپ پر درود پڑھنا اور آپ کی آل اطہار پر درود نہ پڑھنا اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ آپ کا فرمان ہے ”لَا تُصَلُّوا عَلَيَّ الصَّلَاةَ الْبُتْرَاءَ فَقَالُوا أَوْ مَا الصَّلَاةُ الْبُتْرَاءُ قَالَ تَقُولُونَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ تَمْسِكُونَ بَلْ قُولُوا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَ عَلَيَّ آلِ مُحَمَّدٍ... الخ (صواعق محرقة صفحہ ۱۳۶) یعنی مجھ پر دم کٹا درود نہ پڑھا کرو۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ دم کٹا درود کون سا ہے آپ نے فرمایا یہ کہ تم صرف اتنا کہو ”اللهم صل على محمد“ اور اسی پر بس کر دو۔ بلکہ تم اس طرح کہا کرو ”اللهم صل على محمد وعلى آل محمد... الخ اس حدیث شریف سے معلوم ہو گیا کہ افضل و اعلیٰ درود شریف وہی ہوگا جس میں حضور کی ذات



پر اور آپ کی آل پر بھی درود پڑھا جائے۔ لغت قرآنی کے مطابق بالعموم صحابہ کرام بھی ”آل“ میں شامل ہیں اور آج کل کے دور میں بعض لوگ آل کو ماننے کا دعویٰ کرنے کے ساتھ ساتھ بڑے شد و مد سے صحابہ کرام کے خلاف تبرابازی کرتے اور اس مزموم فعل کو عبادت سمجھتے ہیں لہذا مفسر قرآن امام صاوی نے لکھا کہ ویسے تو درود جن الفاظ کے ساتھ بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھا جائے کارثواب ہے لیکن افضل درود شریف وہ ہے جس میں آل اطہار اور صحابہ کرام کا بھی ذکر ہو (تفسیر صاوی جلد ۳ صفحہ ۲۶۹) نیز جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جناب عمر فاروق اور جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ کوئی دعا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے ساتھ درود پاک نہ پڑھا جائے (بہتر یہ ہے کہ دعا سے پہلے بھی درود شریف پڑھ لیا جائے اور دعا کے بعد بھی الفاظ یہ ہیں۔ اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهَا شَيْئٌ حَتَّىٰ تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۶۴، مشکوٰۃ صفحہ ۷۹، مستدرک، طبرانی اوسط، ورواہ ثقات) جناب قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں ”مَعْرِفَةُ آلِ مُحَمَّدٍ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَحُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ جَوَازٌ عَلٰى الصِّرَاطِ وَالْوِلَايَةُ لِآلِ مُحَمَّدٍ اَمَانٌ مِّنَ الْعَذَابِ (کتاب الشفاء جلد ۲ صفحہ ۳۷) یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری آل پاک کا مرتبہ و مقام پہچان لینا دوزخ سے آزاد کر دینے والی چیز ہے اور میری آل سے محبت کرنا۔ پل صراط سے سلامتی کے ساتھ گزار دینے والی چیز ہے اور آل محمد سے دوستی رکھنا عذاب سے محفوظ رکھنے والی چیز ہے۔



ایک مرتبہ کسی کام سے جناب حسن کے صاحبزادے جناب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جناب عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئے تو جناب عمر بن عبدالعزیز نے آپ کی بہت عزت و تعظیم کی اور اپنے مسند پر بٹھایا اور آپ کا فرمان پورا کرنے کے بعد دست بستہ عرض کی۔ اِذَا كَانَتْ لَكَ حَاجَةٌ فَارْسِلْ إِلَيَّ أَحْضِرُوا اُكْتُبْ لِي وَرَقَةً فَإِنِّي اسْتَحْيِي مِنَ اللَّهِ أَنْ يَرَاكَ عَلِيُّ بَابِي (نور الابصار صفحہ ۱۲۹، اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار صفحہ ۱۳۴) حضور اگر آئندہ آپ کوئی حکم فرمانا چاہیں تو اپنے کسی خادم کی زبانی حکم مجھ تک پہنچا دیا کریں یا مکتوب گرامی لکھ کر روانہ فرما دیا کریں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے شرم آتی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا نواسہ میرے دروازے پر کھڑا ہو۔ اللہ اکبر۔ یہ ہیں وہ لوگ جنہیں رسول کریم ﷺ کی نسبت کا دلی طور پر احترام اور لحاظ تھا۔ اللہم اجعلنا منهم

### اہل ایمان کے دلوں میں محبت اہل بیت کی وجہ

اہل بیت اطہار کی محبت و مودت سے محروم حضرات جب تقریر و تحریر کے ذریعے کسی کو خاندان نبوت کے فضائل و مناقب بیان کرتے دیکھتے یا سنتے ہیں تو بغض اہل بیت میں جل بھن جاتے ہیں اور اس کو صلحاء پرستی کہتے ہیں تو جناب گزارش یہ ہے کہ ”پرستش“ اور ”تعظیم“ میں بڑا فرق ہے آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ ہم پرستش اور عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ جل مجدہ ہی کی کرتے ہیں۔ رہ گئی بات اللہ والوں کی عزت و تعظیم کرنے کی تو یہ بھی ہم اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے کرتے ہیں۔ آپ تو اللہ والوں کی عزت و تعظیم پر ناراض ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جس چیز کی نسبت بھی اللہ والوں سے ہو جائے وہ بھی میری نشانی بن جاتی ہے۔ آیت قرآنی



ملاحظہ ہو۔ اِنَّ الصَّافِيَ وَالْمُرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ“ (بقرہ آیت ۱۵۸) ترجمہ تحقیق صفا اور مردہ نشانوں اللہ کی سے ہیں (مخالفین حضرات کا پسندیدہ ترجمہ از شاہ رفیع الدین) کیوں جناب! کوئی بتا سکتا ہے کہ ان پہاڑیوں میں اللہ والوں کی نسبت کے علاوہ اور کون سی خصوصیت ہے؟ نیز فیصلہ خداوندی ہے ”وَمَنْ يُّعَظِّمِ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاتَّبَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“ (حج آیت ۳۲) ترجمہ شاہ رفیع الدین اور جو کوئی تعظیم کرے نشانوں خدا کی کو پس تحقیق وہ پرہیزگاری دلوں کی سے ہے۔ دوسری آیت میں ارشاد خداوندی ہے ”وَمَنْ يُّعَظِّمِ حُرْمَاتِ اللّٰهِ فَبِهِ خَيْرٌ لِّهٖ عِنْدَ رَبِّهٖ“ (حج آیت ۳۰) ترجمہ شاہ رفیع الدین۔ اور جو کوئی تعظیم کرے حرمتوں اللہ کی کو پس وہ بہتر ہے واسطے اس کے نزدیک پروردگار اس کے ترجمہ مولوی وحید الزمان الحدیث۔ اور جو کوئی ان چیزوں کا ادب کرے جن کو اللہ نے عزت دی ہے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہوگا اس کے مالک کے پاس“ یعنی فیصلہ خداوندی ہے کہ جن چیزوں کو میں نے اپنے پیاروں کیساتھ نسبت کی وجہ سے ”شعائر اللہ“ اپنی نشانیاں قرار دیا ہے۔ ان تبرکات صلحاء کی عزت و احترام کرنا تقویٰ اور خوف خدا کی نشانی ہے یعنی جو ان شعائر اللہ کی تعظیم نہیں کرتا وہ نہ متقی اور پرہیزگار ہے اور نہ ہی اس کے دل میں خوف خدا موجود ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے صراحتاً یہ وضاحت بھی فرمادی ہے کہ ان شعائر اللہ کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کے حضور تمہاری بہتری کا موجب ہوگا۔ کون سا عقلمند صاحب ایمان ایسا ہوگا۔ جو متقی، پرہیزگار، خوف خدا والا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتری کا خواہش مند نہ ہوگا اسی لیے ہم اللہ اور اس کے رسول کو راضی رکھنے کی خاطر خوف خدا کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پرستش و عبادت اور اللہ



والوں کی عزت و تعظیم کو جزو ایمان اور ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے جب سیدہ ہاجرہ اور جناب اسماعیل علیہما السلام کو سرزمین مکہ میں تنہا اللہ کے حکم اور بھروسے پر چھوڑا تو اولاد اسماعیل کیلئے ایک دعا فرمائی۔ ”فَاَجْعَلْ اَفْنِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ“ (ابراہیم آیت ۳۷) یعنی اے اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف جھکا دے۔ یا بالفاظ دیگر۔ لوگوں کے دلوں میں ان کی غایت درجہ محبت ڈال دے جناب رسول اللہ ﷺ آپ کی تمام اہل بیت اطہار اور سادات کرام جناب اسماعیل علیہ السلام ہی کی اولاد ہیں لہذا لوگوں کا ان کی طرف جوق اور جوق در جوق جانا۔ لوگوں کا ان سے محبت و عقیدت رکھنا یہ سب دعا ابراہیم ہی کا ثمرہ ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کو مخلوق کا محبوب بنانے کے لیے اور لوگوں کے دلوں میں اللہ والوں کی محبت و عقیدت پیدا فرمانے کے لیے ایک مستقل پروگرام تشکیل دے رکھا ہے حدیث شریف میں ہے ”اِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ اَنَادَى جِبْرِیْلُ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاحِبَّهُ فِیْحِبُّهُ جِبْرِیْلُ فِیْنَادِیْ جِبْرِیْلُ فِیْ اَهْلِ السَّمَاۗءِ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاحِبُّوْهُ فِیْحِبُّوْهُ اَهْلُ السَّمَاۗءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَهٗ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ“ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۹۲، صفحہ ۱۱۵، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۳۵) یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبریل امین حکم فرماتا ہے اے جبریل میں فلاں آدمی سے محبت رکھتا ہوں لہذا تو بھی اس سے محبت رکھ۔ چنانچہ جبریل بھی اس آدمی سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر جبریل امین تمام آسمانوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں آدمی سے محبت فرماتا ہے لہذا تم سب بھی اس سے محبت کرو چنانچہ آسمان کی تمام مخلوق اللہ کے اس



پیارے بندے سے محبت کرنے لگتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس پیارے کی محبت دنیا والوں کے دلوں میں بھی ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ دنیا والے بھی اس اللہ والے سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ کیوں جناب۔ کچھ آیا سمجھ شریف میں؟ یقیناً ہر عقل مند شخص اس منطق کو سمجھ چکا ہوگا کہ اللہ والے خلق خدا میں کیوں مقبول ہوتے ہیں۔ اور خلق خدا اولیاء اللہ کے آستانوں پر محبت و عقیدت کے جذبات سے سرشار ہو کر جو درجہ کیوں چلی آتی ہے۔ یہ دعاء خلیل اور عطاء رب جلیل کا کرشمہ ہے۔

### آل اور اہل کی وضاحت

آل اور اہل درحقیقت ایک ہی لفظ کی دو شکلیں ہیں۔ اصل لفظ ”اہل“ تھا۔ اس کے ”ہا“ کو ہمزہ سے بدلا گیا تو ”اہل“ بن گیا۔ اس صورت میں دو ہمزہ (کیونکہ الف متحرک کو ہمزہ کہا جاتا ہے اور عربی والے صرف الف ساکن ہی کو الف کہتے ہیں) اکٹھے آگئے اور اس طرح پڑھنا محال تھا لہذا دوسرے ہمزہ کو ”الف“ سے بدل دیا گیا تو ”الف زبر الف“۔ آہن گیا اس طرح ”آل“ ہو گیا۔ جیسا کہ مذکور ہے ”أَصْلُهَا أَهْلٌ ثُمَّ أُبْدِلَتْ الْهَاءُ هَمْزَةً فَصَارَتْ فِي التَّقْدِيرِ أَهْلٌ فَلَمَّا تَوَالَتْ الْهَمْزَتَانِ أُبْدِلُوا الثَّانِيَةَ الْفَاءَ“ (لسان العرب جلد ۱۱ صفحہ ۳۰ طبع بیروت) قرآن مجید میں لفظ ”اہل“ ایک سو سولہ (۱۱۶) دفعہ آیا ہے اور آل کا لفظ بیس دفعہ استعمال ہوا ہے۔

### لفظ آل اور قرآن

آل کا لفظ بعض مقامات پر ”ماننے والوں“ کے معنی میں استعمال ہوا ہے مثلاً آل







کا استعمال خاندان کے لئے ہوا ہے مثلاً یوسف آیت ۲۶، نساء آیت ۳۵ اور بعض مقامات پر یہ لفظ گھر والوں کے لئے استعمال ہوا ہے مثلاً حجر آیت ۶۵، عنکبوت آیت ۲۳، ۳۲، ہود ۲۵، ۴۶، طہ آیت ۲۹، ۳۲، مائدہ آیت ۸۹، تحریم آیت ۶ فتح آیت ۱۱، ۱۲، شوریٰ، ۴۵، زمر آیت ۱۵، شعرا آیت ۱۶۹ یوسف آیت ۶۲، ۶۵، ۸۸، ۹۳، یس آیت ۵۰، مطففین آیت ۳۱، طور آیت ۲۶، بقرہ آیت ۱۹۶، اعراف آیت ۸۳، مریم ۱۶، ۵۵، شعراء آیت ۱۷۰، نمل آیت ۴۹، نور ۲۷، صافات ۱۹۶، ذاریات آیت ۲۶، قیامہ ۳۳، اور کہیں صرف اولاد کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے مثلاً صفحہ ۴۳ بعض مقامات پر یہ لفظ ”ماننے والوں“ کیلئے استعمال کیا گیا ہے مثلاً مؤمنون آیت ۲۷، عنکبوت آیت ۳۳، صافات آیت ۷۶ اور بعض مقامات پر ”اہل“ کا لفظ مخصوص طور پر صرف بیوی کے لئے بولا گیا ہے۔ مثلاً آل عمران آیت ۱۲۱، یوسف آیت ۲۵، طہ آیت ۱۰، قصص آیت ۲۹، (دوبار) انشقاق آیت ۹ اور تین مقامات پر ”اہل بیت“ کے الفاظ بھی آئے ہیں یعنی ہود آیت ۷۳، قصص آیت ۱۲ اور احزاب آیت ۳۳۔ ان میں سے سورۃ ہود میں تو صراحتاً مراد ”بیوی“ ہی ہے اور دوسرے مقام سورہ احزاب کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی اور تیسرے مقام یعنی سورہ قصص میں بھی گھر کی عورت یعنی حضرت موسیٰ کی والدہ مراد ہیں۔

### آیت تطہیر

آیت تطہیر سورہ احزاب کی تینتیسویں آیت ہے اور یہ بیان آیت ۲۸ سے ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے یا ایہا النبیُّ قُلْ لَّا زَوَاجَکَ، یعنی اے نبی اکرم ﷺ اپنی بیویوں کو فرما دو۔ آگے ازواج مطہرات کو نصیحتیں فرماتے ہوئے نوصیغے تانیث کے



بیان فرمائے گئے ہیں۔ آگے پھر اس طرح آیت شروع ہوتی ہے ”یا نساء النبی“ اے نبی کریم ﷺ کی بیویو آگے پھر ازواج مطہرات سے خطاب فرماتے ہوئے آٹھ صیغے تانیث کے بیان فرمائے گئے ہیں۔ پھر تکراراً ”یا نساء النبی“ یعنی اے نبی اکرم ﷺ کی بیویو۔ پھر دس مؤنث کے صیغوں کے ساتھ بات فرماتے ہوئے بعد میں آیت تطہیر بیان فرمائی گئی ہے۔ مکمل آیت اس طرح ہے ”وَ قَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا“۔ ترجمہ: اے نبی اکرم ﷺ کی بیویو اپنے گھروں میں ہی قیام پذیر رہو اور جاہلیت کے رواج کی طرح بناؤ سنگار نہ کرنا اور نماز قائم کرتی رہنا اور زکوٰۃ بھی ادا کرتی رہنا اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہنا۔ اے نبی اکرم ﷺ کے گھر میں رہنے والو اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر طرح کی پلیدی کو دور فرمادے اور تم کو اس طرح پاک فرمادے جس طرح کے پاک کرنے کا حق ہے۔ آگے کی آیت اس طرح ہے۔ ”وَإِذْ كُنَّ مَائِتِلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا“۔ ترجمہ: اور پڑھتی اور یاد کرتی رہا کرو جو تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں (احادیث مقدسہ) پڑھی جاتی ہیں۔ بے شک اللہ بہت مہربانی فرمانے والا اور خبردار ہے۔

قارئین کرام:۔ اب آپ غور فرمائیں کہ جس آیت کا پہلا آدھا حصہ ازواج مطہرات سے متعلق ہے اور اس کا بقیہ آدھا حصہ بھی ازواج مطہرات کی فضیلت و منقبت پر کیوں مشتمل نہ ہوگا۔ اور پھر بعد والی آیت بھی جناب رسول اللہ ﷺ کی ازواج



مطہرات سے ہی متعلق ہے۔ لہذا آیت کا سیاق و سباق اس بات کا متقاضی ہے کہ یہ درمیانی حصہ یعنی آیت تطہیر بھی ازواج مطہرات ہی کی طہارت و نزہت پر مشتمل ہو۔ چنانچہ امام لغت علامہ ابن منظور افریقی بھی لکھتے ہیں۔ و اهل البيت سکانہ (لسان العرب جلد ۱۱ صفحہ ۲۹) یعنی اہل بیت سے مراد وہ ہستیاں ہیں جو جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر میں رہتی تھیں۔ نیز القاموس جلد ۳ صفحہ ۴۳۲ پر بھی ایسا ہی ہے اور ”عَنْكُمْ“ اور ”لِيُطَهَّرَكُمْ“ میں ضمیر مذکر کی ہے وہ اس لئے کہ لفظ اہل مذکر ہے۔ نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے اسے علم تھا کہ جب میں پیارے محبوب کی بیویوں کی طہارت و نزہت بیان فرماؤں گا تو میرا محبوب اپنی محبت قلبی کے پیش نظر پیارے علی، پیاری صاحبزادی اور پیارے نواسوں کے لئے بھی دعا فرما کر انہیں بھی آیت تطہیر میں شامل فرمائے گا لہذا ضمیر وہ لائی جائے جو ازواج مطہرات، علی المرتضیٰ، خاتون جنت اور حسنین کریمین سب کو شامل ہو سکے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ فِعْلَ الْحَكِيمِ لَا يَخْلُو عَنِ الْحِكْمَةِ یعنی حکیم کی کوئی بات بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتی۔ ویسے قرآن کریم میں بعض مقامات پر صرف عورت کو مخاطب کرتے ہوئے بھی جمع مذکر کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم کی بیوی حضرت سارا کو کہا گیا۔ اَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحِمْتُ اللَّهَ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ (ہود آیت ۷۳) اور حضرت موسیٰ نے اپنی بیوی کو فرمایا۔ اِنِّي اَنْسْتُ نَارَ الْعَلِيِّ اَتِيكُمْ مِنْهَا (طہ آیت ۱۰) قصص آیت ۲۹) لہذا لغت قرآنیہ کے مطابق ”کم“ یعنی جمع مذکر کی ضمیر مؤنث کی تعظیم کے لئے بھی استعمال کی جاتی ہے

حدیث کساء



جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو آپ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خانہ اقدس میں رونق افروز تھے چنانچہ ”فَدَعَا النَّبِيَّ ﷺ فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا وَعَلِيَّ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَادْهَبْ عَنْهُمْ الرَّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا۔“ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۸۳، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹، بیہقی جلد ۷ صفحہ ۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲، روح المعانی جلد ۸ صفحہ ۱۳، جز آیت ۲۲، الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۹، خصائص نسائی حدیث ۱۰) جناب رسول اللہ ﷺ نے آیت تطہیر کے نازل ہو جانے کے بعد جناب علی المرتضیٰ، سیدہ خاتون جنت اور حسنین کریمین کو بلایا اور اپنی چادر مبارک میں سب کو چھپالیا پھر دعا فرمائی اے میرے اللہ یہ حضرات بھی میرے اہل بیت میں سے ہیں انہیں بھی ہر طرح کی ناپاکی سے اسی طرح پاک فرمادے جس طرح کہ پاک کرنے کا حق ہے تو حضرت ام سلمہ نے عرض کی آقا کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ تم تو پہلے ہی شامل ہو کیونکہ تم تو میری بیویوں میں سے ہو (مظہری جز ۲۲ صفحہ ۳۳۱، درمنثور جلد ۶ صفحہ ۶۰۴، طبرانی، ابن ابی حاتم، ابن جریر، کنز العمال جلد ۱۳، صفحہ ۶۳۵، روح المعانی جز ۲۲ صفحہ ۱۵)۔

### اہل سنت کا مسلک

اسی لئے ہم اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ کی دعا ء مستجاب کے بعد آیت تطہیر میں حضور کی ازواج مطہرات، جناب علی المرتضیٰ، سیدہ خاتون جنت اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب ہی شامل ہیں اور آیت میں مذکورہ طہارت و نزاہت میں بھی یہ سب ذوات مقدسہ شامل ہیں اور اگر کوئی کہے کہ

~~87257~~ 87257



حضرت علی المرتضیٰ سیدہ خاتون جنت اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی آیت کا مصداق ہیں اور ازواج مطہرات نہیں۔ تو گذارش ہے کہ مصداق وحی اور مرد قرآن کو آپ زیادہ جانتے ہیں یا جناب رسول اللہ بہتر جانتے ہیں۔ اگر آیت تطہیر کا مصداق صرف اور صرف سیدہ کا گھرانہ ہے تو اس آیت کے سیاق و سباق میں ازواج مطہرات سے خطاب اور تمام صیغہ ہائے تانیث کا کیا جواب ہے اور پھر آیت تطہیر سے مراد صرف اور صرف یہی پاک ہستیاں تھیں تو حضور اکرم ﷺ کو دوبارہ ان کے لئے دعا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا معاذ اللہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے کلام لاریب پر یقین نہیں تھا؟ جن کو اللہ تعالیٰ پاک فرمادینے کا اعلان عام فرما چکا ہے ان کے لئے دوبارہ ”فاذهب“ اور ”فطہرہم“ کے الفاظ دعائیہ کے ساتھ ان کی تطہیر و تقدیس کی خواہش اور تمنا۔ چہ معنی دارد؟ لہذا صحیح عقیدہ یہی ہے کہ ازواج مطہرات۔ نص قرآنی سے اور سیدہ کا گھرانہ۔ دعاء مصطفوی کے مطابق آیت تطہیر میں شامل ہے۔ اسی لئے علماء اسلام نے ان تمام مقدس ہستیوں کو اہل بیت میں شامل لکھا ہے۔ مثلاً علامہ افریقی لکھتے ہیں وَأَهْلُ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ أَزْوَاجُهُ وَبَنَاتُهُ وَصَهْرُهُ أَعْنِي عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ (لسان العرب جلد ۱۱ صفحہ ۲۹) یعنی نبی کریم ﷺ کی اہل بیت سے مراد۔ آپ کی ازواج مطہرات، آپ کی صاحبزادیاں اور علی المرتضیٰ ہیں۔ اسی طرح مشہور زمانہ لغت کی کتاب قاموس میں ہے۔ أَهْلٌ .. لِلسَّبْتِ ﷺ وَأَزْوَاجُهُ وَبَنَاتُهُ وَصَهْرُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (القاموس جلد ۳ صفحہ ۴۳۲) یعنی نبی اکرم ﷺ کی اہل بیت۔ آپ کی بیویاں، آپ کی شاہزادیاں اور جناب علی المرتضیٰ ہیں۔ بلکہ شیعہ محقق بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ”عرفی



اور لغوی طور پر "اہل بیت کا لفظ عورتوں پر ہی صادق آتا ہے کیونکہ لغت عربیہ میں "اہل بیت" انہیں کہا جاتا ہے جو گھر میں رہنے والے ہوں۔ اسی لئے جمہور علماء نے آیت تطہیر کے سیاق و سباق اور اسلوب کلام کے لحاظ سے اس سے مراد حضور کی بیویوں کو لیا ہے" (در نجفیہ صفحہ ۱۵) ابن میثم شرح نہج البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۰) مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ شیعہ حضرات جو کہ صرف سیدہ فاطمہ، حضرت علی اور حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی کو اہل بیت مانتے ہیں کی تردید ہے ان آیات میں۔ اور یہ آیات اس بات پر کہ ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں شامل ہیں بہت واضح اور روشن دلیل ہیں (تفسیر روح البیان جلد ۷ صفحہ ۱۷۱) اور مفسر قرآن علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر پختہ دلیل ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی بیویاں آپ کی اہل بیت میں شامل ہیں (تفسیر کشاف جلد ۳ صفحہ ۲۶۰، مفسر قرآن علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔ کہ یہ آیت جلیلہ ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئی ہے) (روح المعانی جلد ۸ جز ۲۲ صفحہ ۱۳) اور "عَنْكُمْ" اور "يُطَهَّرُكُمْ" کی ضمائر تذکیر کا آپ یہ جواب دیتے ہیں کہ ضمیر مذکر کی اس لئے آئی ہے کہ اس لفظ "اہل بیت" یعنی گھر والوں میں جناب رسول اللہ ﷺ بھی شامل ہیں اور ازواج مطہرات سے آپ کے مقدم ہونے کی وجہ سے ضمیر مذکر کی لائی گئی ہے (روح المعانی جز ۲۲ صفحہ ۱۳) مفسر قرآن علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ آیت تطہیر کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت ازواج مطہرات اور دیگر بعض افراد کے لئے ہے اور "يُطَهَّرُكُمْ" کی ضمیر اس لئے ہے کہ اس میں جناب رسول اللہ ﷺ، جناب علی المرتضیٰ اور حسنین کریمین بھی شامل ہیں اور جب مذکر اور مؤنث دونوں طرح کے



لوگ ہوں تو ضمیر مذکر کی استعمال ہوتی ہے۔ آیت کا سیاق و سباق اور اس میں ازواج مطہرات کو مخاطب کرنا اس بات کا متقاضی ہے کہ ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں شامل ہوں۔ نیز جب آیت نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے جناب علیؑ سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا اور ان کو اپنی چادر میں لے کر ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ اے میرے اللہ یہ بھی میرے اہل بیت ہیں۔ اے میرے اللہ ان سے بھی ہر طرح کی ناپاکی کو دور فرما دے اور انہیں بھی مکمل و اکمل طور پر پاک فرما دے۔ اور جناب رسالت مآب ﷺ نے یہ دعا آیت کے نزول کے بعد مانگی ہے۔ کیونکہ آپ یہ چاہتے تھے کہ آیت تطہیر میں جو ازواج مطہرات کو شرف اور بزرگی بخشی گئی ہے وہ ان حضرات کو بھی حاصل ہو جائے اور یہ حضرات بھی میری دعا سے آیت تطہیر میں شامل ہو جائیں (تفسیر قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۱۸۴) مفسر قرآن امام رازی لکھتے ہیں کہ اہل بیت کے بارے میں کئی اقوال ہیں اور ان میں بہترین قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی تمام اولاد امجاد، آپ کی تمام ازواج مطہرات اور حسنین کریمین اہل بیت ہیں اور جناب علی المرتضیٰ بھی آپ کے داماد ہونے کی وجہ سے اور ہمیشہ آپ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اہل بیت میں شامل ہیں (تفسیر کبیر جز ۲۵ صفحہ ۲۰۹) نیز شارح بخاری امام قسطلانی لکھتے ہیں۔ کہ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن کریم پر غور و فکر کرنے سے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات آیت تطہیر میں داخل ہیں کیونکہ اس سے پہلی آیتوں میں بھی انہی سے خطاب ہے اور اس کے بعد کی آیت میں بھی ان ہی سے خطاب کیا گیا ہے۔

(مواہب لدنیہ جلد ۳ صفحہ ۳۶۱) مفسر قرآن علامہ قاضی ثناء اللہ نقشبندی مجددی لکھتے



ہیں۔ وَهَذِهِ الْأَحَادِيثُ وَنَحْوُهَا لَا تَدُلُّ عَلَى تَخْصِصِ الْحُكْمِ بِهَؤُلَاءِ  
 الْأَرْبَعَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَيَأْبَاهُ مَا قَبْلُ الْآيَةِ وَمَا بَعْدُ هَادِيًا بِأَهْلِ الْعُرْفِ  
 وَاللُّغَةِ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي اسْتِعْمَالِ أَهْلِ الْبَيْتِ لُغَةَ النِّسَاءِ وَأَمَّا الْأَوْلَادُ وَ  
 غَيْرُهُمْ فَإِنَّهَا يُطْلَقُ عَلَيْهِمْ تَبَعًا لِأَنَّ لَهُمْ بِيُوتًا مُتَغَائِرَةً..... قَالَتْ أُمُّ  
 سَلْمَةَ أَمَّا أَنَا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ قَالَ بَلَى أَنْشَاءَ اللَّهُ رَوَاهُ الْبَغْوِيُّ وَغَيْرُهُ  
 هَذَا الْحَدِيثُ يُدَلُّ عَلَى أَنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ يَعْمُ كُلَّهُمْ وَكَلِمَةُ أَنْشَاءَ اللَّهُ  
 لِلتَّبَرُّكِ - تفسیر مظہری، جز ۲۲ صفحہ ۳۲۱) (شیعہ حضرات کی پیش کردہ ایک حدیث  
 نقل فرمانے کے بعد تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں) ان روایات سے یہ ثابت نہیں  
 ہو سکتا کہ آیت تطہیر صرف جناب علی سیدہ فاطمہ اور حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی  
 شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اس آیت کا ما قبل اور ما بعد دونوں ہی اس قول کی  
 تردید کرتے ہیں۔ نیز عرف عام اور لغت بھی اس قول کا رد کرتے ہیں۔ کیونکہ ”گھر  
 والے“ کا لفظ لغت میں دراصل عورتوں ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے لہذا اور قرابت  
 داروں پر ”اہل بیت“ کا لفظ مجازاً بولا جائے گا۔ کیونکہ ان کے اپنے علیحدہ گھر ہوتے  
 ہیں (اس لئے وہ اصلاً نبی کے گھر والے نہیں کہلا سکتے) اور ام المومنین حضرت ام  
 سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضور۔ کیا میں بھی آپ  
 کی اہل بیت میں سے ہوں؟ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں ہاں کیوں نہیں انشاء اللہ۔  
 محدث بغوی نے یہ روایت نقل کی ہے۔ اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے  
 کہ ازواج مطہرات حضرت علی، سیدہ فاطمہ، حضرت حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم  
 یہ سب ہستیاں حضور کی اہل بیت میں داخل ہیں۔ فہو المطلوب۔ یہ روایت



مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۷۳، تفسیر قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۸۴، تفسیر روح المعانی جلد ۸ جز ۲ صفحہ ۱۵ وغیرہ پر بھی موجود ہے۔

### احادیث میں اہل بیت کا لفظ بیوی کیلئے

قرآن مجید کی کئی آیات پیش کی جا چکی ہیں۔ جن میں ”اہل بیت“ کا لفظ ”بیوی“ کیلئے بولا گیا ہے نیز حدیث مقدسہ میں بھی کئی مقامات پر ”اہل بیت“ کے لفظ کو ”بیوی“ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً جناب رسول اللہ ﷺ جناب زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ شریف کی طرف گئے اور فرمایا ”السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۰۷) امام مسلم نے اس روایت کو کافی تفصیل سے بیان کیا ہے اور متعلقہ الفاظ ہیں ”فَجَعَلَ يَمُرُّ عَلَى نِسَائِهِ فَيُسَلِّمُ عَلَى كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَكَيْفَ أَنْتُمْ يَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَيَقُولُونَ بِخَيْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۶۰) یعنی آپ باری باری تمام ازواج مطہرات کے دروازوں پر جاتے اور السلام علیکم فرمانے کے بعد ہر ایک سے فرماتے۔ اے اہل بیت کیسی ہو۔ وہ عرض کرتیں حضور خدا کا شکر ہے ہم خیریت سے ہیں۔ جناب حصین بن سبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشہور صحابی جناب زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا اَلَيْسَ نِسَاءُ هُنَّ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ قَالَ نِسَاءُ هُنَّ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۹) یعنی کیا جناب رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات آپ کی اہل بیت میں شامل نہیں ہیں؟ تو جناب زید نے فرمایا آپ کی ازواج مطہرات آپ کی اہل بیت میں شامل ہیں۔ شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی نقل کرتے ہیں۔ آنحضرت بجانب خانہ خدیجہ رواں شد چوں حضرت بدرخانہ رسید کنیران خدیجہ را بقدم



آنحضرت بشارت داد ندو خدیجہ باپائے برہنہ از غرفہ بصحن خانہ  
 روید و چون در را کشودند حضرت فرمود السلام علیکم یا اہل  
 البیت (حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۸۲) یعنی ایک دن جناب رسالت مآب ﷺ  
 حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت خدیجہ  
 کی کنیزوں نے آپ کو تشریف لاتے دیکھ لیا اور حضرت خدیجہ کو آپ کی تشریف  
 آوری کی خوش خبری سنائی۔ حضرت خدیجہ ننگے پاؤں دوڑتی ہوئی دروازے کی طرف  
 گئیں جب دروازہ کھولا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”اے اہل بیت تم پر سلام ہو“  
 ان حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ کی بیویاں  
 اہل بیت میں شامل ہیں اور آیت تطہیر کے فضائل و کمالات کی حامل ہیں اور جو جناب  
 علی المرتضیٰ، سیدہ فاطمہ جناب امام حسن اور جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو  
 اہل بیت نہیں مانتا وہ بھی غلطی پر ہے۔ کیونکہ آیت تطہیر کے نزول کے بعد آپ نے  
 ان ذوات اربعہ کو بھی اپنی اہل بیت فرمایا اور یہ بھی منقول ہے کہ جب ازواج  
 مطہرات کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی اور حضور اکرم ﷺ نے ان ذوات  
 اربعہ کو چادر مبارک میں لے کر ان کو بھی اہل بیت اور آیت تطہیر میں شامل کرنے کی  
 دعا کر دی تو اللہ تعالیٰ نے یہی آیت دوبارہ نازل فرمادی۔ کہ پیارے اگر تو ان  
 ذوات مقدسہ کو بھی آیت تطہیر میں شامل فرمانا چاہتا ہے تو ہم اس آیت کو دوبارہ نازل  
 فرمادیتے ہیں تاکہ اب یہ آیت ”ازواج مطہرات، حضرت علی، حضرت فاطمہ،  
 حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کو شامل ہو جائے  
 چنانچہ محدث ابن حجر فرماتے ہیں ”عَلَى تَقْدِيرِ صِحَّةِ بَعْضِ الرَّوَايَاتِ



الْمُخْتَلِفَةِ الْحُمْلِ عَلَى أَنَّ النَّزُولَ كَانَ مَرَّتَيْنِ (تفسیر روح المعانی جلد ۸ جز ۲۲ صفحہ ۱۵) یعنی ایسی روایات جن میں آیت تطہیر کا پہلے نازل ہونا اور دعا نبوی کا بعد میں ہونا اور ایسی روایات جن میں دعاء نبوی کے بعد آیت کا نازل ہونا بیان ہوا ہے ”اگر دونوں طرح کی روایات صحیح ہوں تو پھر یہ کہا جائے گا کہ یہ آیت دو بار نازل ہوئی تھی“ ایک بار دعا سے پہلے اور ایک بار دعا کے بعد۔ علامہ ابن حجر کی یہ وضاحت مان لینے سے خارجیت اور رافضیت۔ دونوں کا رد ہو جائے گا اور مسلک حقہ اہل سنت و جماعت واضح بلکہ ادرح ہو جائے گا۔ کیونکہ الحمد للہ ہم تو ان تمام ہستیوں کو ہی اہل بیت مانتے ہیں البتہ جہاں ذریت اور عترت کے الفاظ ہوں گے۔ وہاں صرف اور صرف آپ کی اولاد ہی مراد ہوگی۔

### آیت مباہلہ اور پنج تن پاک

۹۔ ھ میں جب نجران کے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا اور خدا کا بیٹا ہونے کے متعلق بحث کی تو مباہلہ والی آیت نازل ہوئی (آل عمران آیت ۶۱) تو (خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَعَلِيٌّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَالْحَسَنُ عَنْ يَمِينِهِ وَالْحُسَيْنُ عَنْ شِمَالِهِ وَفَاطِمَةُ خَلْفَهُ ثُمَّ قَالَ هَلُمُّوا فَهؤُلاءِ اَبْنَاؤُ نَا وَاَشَارَ اِلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَهَذِهِ نِسَاءُ نَا يَعْنِي فَاطِمَةَ وَهَذِهِ اَنْفُسَنَا يَعْنِي نَفْسِي وَاَشَارَ اِلَى عَلِيٍّ... فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمُ خَافُوا) (تذکرۃ الخواص صفحہ ۱۴) یعنی جب جناب رسول اللہ ﷺ میدان مباہلہ میں تشریف لائے تو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے آگے تھے، آپ کے دائیں جناب امام حسن اور بائیں جناب امام حسین تھے اور سیدہ خاتون جنت نگاہیں جھکائے



آہستہ آہستہ آپ کے نقش قدم پر چلتی ہوئی پیچھے پیچھے آرہی تھیں۔ آپ نے آتے ہی عیسائیوں کو اس شان سے دعوت مہبلہ دی۔ لوگو۔ یہ میرے بیٹے (ابناءنا) ہیں اور آپ نے جناب امام حسن اور جناب امام حسین کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر فرمایا یہ ہمارے گھرانے کی عورت (نساءنا) ہیں اور آپ نے سیدہ خاتون جنت کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا اور یہ میری جان یعنی (انفسنا) ہے اور آپ نے جناب علی المرتضیٰ کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر فرمایا آؤ مہبلہ کرو۔ تمام عیسائی خوفزدہ ہو گئے اور آپس میں مشورے کرنے لگے اور حضور اکرم ﷺ نے ان ہستیوں کو فرمایا۔ اِنَا دَعَوْتُ فَاٰمَنُوْا اَنْتُمْ۔ یعنی اگر میں مہبلہ کیلئے دعا کروں تو تم سب یک زبان ہو کر آمین کہنا انکا سب سے بڑا پادری بولا۔ ”اِنِّیْ لَا رٰی وَّجُوْہَا لَوْ سَاَلَ اللّٰہُ اَنْ یَّزِیْلَ جَبَلًا لَّا زَالَهُ مِنْ مَّکَانَہِ فَلَا تَبْتَہِلُوْا فَتُهْلِكُوْا وَلَا یَبْقٰی عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ نَصْرَانِیُّ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۸۸، تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۲۴۲، زرقانی علی المواہب جلد ۷ صفحہ ۳۰، تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۷، نور الابصار صفحہ ۱۲۲، تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۱۴، مستدرک، طبرانی، تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۶۱) لوگو۔ میں ایسی ہستیاں دیکھ رہا ہوں اگر یہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے اللہ تعالیٰ اس پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ اس پہاڑ کو ضرور اس جگہ سے ہٹا دے گا۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ تم ان سے مہبلہ نہ کرو ورنہ تم سب ہلاک ہو جاؤ گے اور پھر قیامت تک پوری زمین پر ایک عیسائی بھی نہیں رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے مہبلہ سے معذرت کر لی اور جذبہ دینا قبول کر لیا۔ بعد میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیْدِہِ لَوْ خَرَجُوْا اِلَآئِیَّ الْوَادِیْ عَلَیْہِمُ



نارا (تذکرۃ الخواص صفحہ ۱۴) خدا کی قسم اگر وہ مباہلہ کرنے کے لئے نکلتے تو اللہ تعالیٰ اس تمام وادی کو ان کے لئے آگ سے بھر دیتا۔ اس مقام پر جب جناب رسول اللہ ﷺ ان مقدس ہستیوں کو لیکر میدان مباہلہ میں لے کر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ هٰنُوْا لِيْ اَهْلِيْ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ لیکن مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۰ پر ”اہل بیٹی“ کے الفاظ ہیں۔ یعنی آپ ﷺ نے ان تمام ہستیوں کو ”اہل بیت“ فرمایا۔

### سورہ توبہ کا اعلان

جب سورہ توبہ نازل ہوئی اور ۹ھ میں جب حضور اکرم ﷺ نے جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا اور سورہ توبہ بھی دیکر بھیجا کہ مکہ میں جا کر ان احکام کا بھی اعلان کر دینا پھر بعد میں آپ نے حالات کے پیش نظر جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے پیچھے روانہ فرمایا اور فرمایا۔ لَا يَبْلُغُهَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِيْ (مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۲۸۳ لیکن مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۸۵ اور خصائص نسائی حدیث ۷۴، ۷۲، ۷۳ پر اہل بیت کے الفاظ ہیں۔ یعنی یہ فرمان ان تک میری اہل بیت میں ہی سے کوئی شخص پہنچائے (تاکہ کوئی شک نہ کر سکے) چنانچہ آپ نے ۱۰ ذوالحجہ کو جمرہ عقبہ کے پاس کھڑے ہو کر پوری سورہ توبہ سنائی اس حدیث شریف میں بھی جناب رسول اللہ ﷺ نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ”اہل بیت“ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

پورا گھرانہ اہل بیت



اسی طرح جناب رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سیدہ خاتون جنت کے تمام گھر والوں کے لئے بھی ”اہل بیت“ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں مثلاً مذکورہ ہے ”اِنَّ نَبِيَّ عَلِيٍّ كَانَ يَمُرُّ بِبَيْتِ فَاطِمَةَ سَيِّتَةِ اشْهَرٍ اِذَا خَرَجَ اِلَى فَجْرٍ فَيَقُولُ الصَّلَاةُ يَا اَهْلَ الْبَيْتِ (مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۲۵۹) یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے چھ ماہ تک اپنا یہ معمول بنائے رکھا کہ جب آپ فجر کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے سامنے سے گزرتے ہوئے روزانہ بلند آواز سے فرماتے ”اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمتیں ہوں“۔ ان تمام آیات مبارکہ اور احادیث مقدسہ سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی تمام بیویاں، سیدہ خاتون جنت، جناب علی المرتضیٰ، جناب امام حسن اور جناب حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ سب کی سب ذوات مقدسہ ہی حضور کی اہل بیت کرام میں شامل ہیں اور آیت تطہیر کی مصداق و مراد ہیں اور آیت تطہیر میں مذکور تمام فضائل و کمالات کی حامل کامل ہیں۔ البتہ اکثر و بیشتر جب صرف مخصوص طور پر ”اہل بیت اطہار“ کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ تو ہمارے عرف عام میں ان سے مراد صرف سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا کا گھرانہ ہی لیا جاتا ہے۔

### سلمان۔ اہل بیت کے معنی

کتب احادیث میں ”اہل بیت“ کے الفاظ بعض دیگر صحابہ کرام کے لئے بھی بولے گئے ہیں مثلاً حضرت سلیمان فارسی، جناب عبد اللہ بن عباس وغیرہما۔ جناب سلمان فارسی کے متعلق تو کتب شیعہ میں بھی ہے ”قال النبی ﷺ سلمان منا اہل البیت (تفسیر مجمع البیان جلد ۳ جز ۵ صفحہ ۱۶۷، ناسخ التواتر صفحہ ۱۵۷، رجال کشی



صفحہ ۲۰، وغیرہ اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی اپنے کسی نزدیکی رشتہ دار، گہرے دوست یا اپنے کسی مخلص خادم کو کہہ دے کہ ”یہ تو ہمارا گھر کا آدمی ہے“ ایک حدیث شریف میں بھی ہے کہ کسی گھریا قوم کا خادم ان ہی میں سے ہوتا ہے (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۰۰، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۸۳) بعض دفعہ کوئی بڑا کسی چھوٹے کو پیارا اور شفقت سے ”بیٹا“ کہہ دیتا ہے تو وہ حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا بلکہ ایسے مقامات پر مقصود صرف اظہار محبت ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر جناب رسول اللہ ﷺ نے کسی کو پیار سے بیٹایا بیٹی کہا ہے تو وہ آپ کی ”ذریت“ میں شامل نہیں ہو جائیں گے۔ اور اگر بعض صحابہ کو آپ نے کبھی خصوصی خادم کے معنی میں اپنا ہم میں سے، مجھ میں سے، اہل یا اہل بیت فرمایا ہے تو وہ درحقیقت اہل بیت نہیں ہو گئے بلکہ اس سے مراد ان کا بارگاہ محبوبی کا منظور نظر خادم ہونا ثابت ہوگا۔ فافہموا یا اولوالالباب۔

### سادات پر صدقہ حرام

اور جناب رسول اللہ ﷺ نے ان ذوات مقدسہ کی طہارت و نزہت کا اس درجہ التزام فرمایا کہ اپنی آل پر قیامت تک صدقہ حرام فرما دیا۔ البتہ ہدیہ، تحفہ اور نذرانہ لینا جائز ہے چنانچہ آپ کا فرمان فیض نشان ہے ”إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتِ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاحُ النَّاسِ وَ إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ ﷺ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۲۵، نسائی جلد ۱ صفحہ ۳۶۶، مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۳ وغیرہ) فرمایا یہ صدقات لوگوں کے مالوں کا دھوون ہوتا ہے لہذا یہ محمد (ﷺ) اور آل محمد پر حرام ہے۔ کیونکہ وہ پاک لوگ ہیں اس لئے ان کی خوراک بھی پاک ہی ہونی چاہیے (محدث نووی فرماتے ہیں۔ فرمان خداوندی ہے۔ خُدْمِنُ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةٌ تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيهِمْ بِهَا



- (توبہ آیت ۱۰۳) یعنی اے محبوب ﷺ لوگوں سے ان کے مالوں میں سے صدقات وصول فرمائیں تاکہ صدقات و خیرات نکالنے سے ان کے (بقیہ) مال بھی پاک ہو جائیں اور ان کا تزکیہ نفس بھی ہو جائے۔ لہذا صدقات لوگوں کے مالوں اور دلوں کی میل کا دھوون ہے اس لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے آل محمد کی بزرگی اور مقام کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں اس مال کے کھانے سے منع فرما دیا۔ (نووی شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۴۴، حاشیہ نسائی جلد ۱ صفحہ ۳۶۶) جناب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد کے صحن میں کچھ صدقہ کی کھجوریں پڑی تھیں۔ حضرت امام حسن آئے اور ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَخُ كَخُ اِرْمِ بِهَا اَمَا عَلِمْتِ اِنَّا لَنَا كُلُّ الصَّدَقَةِ. (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۰۲، مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۴۳، مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۳) تو آپ نے فرمایا۔ اوہ۔ اوہ اس کو تھوک دو کیا تجھے معلوم نہیں کہ (محمد و آل محمد) صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ یعنی آپ نے اپنے گھرانے کے ایک بچے کو بھی صدقہ کی کھجور نہ کھانے دی اور امام حسن کے منہ میں انگلی ڈال کر چبائی ہوئی کھجور نکال کر پھینک دی۔ یہاں سے اختیارات نبوی کی جھلک بھی نظر آرہی ہے۔ کیونکہ آپ پر اور آپ کی آل پر اللہ تعالیٰ نے تو صدقہ حرام نہیں کیا۔ قرآن کریم میں کہیں اس بات کا بالتصریح ذکر نہیں ہے۔ آپ نے خود ہی اپنے طور پر صدقات کو محمد و آل محمد پر حرام قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بات پر کوئی تنکیر بھی نہیں فرمائی اور آج تک تمام اہل ایمان اس حکم کو تسلیم کرتے ہیں۔ کسی مسلک کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے۔ ان ذوات اربعہ سے جناب رسول اللہ ﷺ کو اتنا پیار تھا کہ قیامت تک کے لوگوں کو ان کی محبت و عقیدت کا حکم فرمایا۔ بلکہ



محبت اہل بیت اطہار پر ایمان کا مدار رکھا اور اس پر ثواب و بشارات عنایت فرمائیں۔ چنانچہ آپ کا فرمان جنت انعام ہے ”مَنْ أَحَبَّنِي وَأَحَبَّ هَذَيْنِ وَأَبَاهُمَا وَأُمَّهُمَا كَانَ مَعِيَ فِي دَرَجَتِي“۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۵، صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۸، مواہب لدنیہ جلد ۳ صفحہ ۳۶۷) فرمایا جو مجھ سے محبت رکھے گا اور میرے ان دونوں نواسوں یعنی امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھے گا۔ ان کی والدہ محترمہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقیدت رکھے گا اور ان شہزادوں کے والد ماجد یعنی جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھے گا وہ قیامت کو جنت میں میرے غلاموں کی صف میں میرے ساتھ ہوگا۔ عرف عام میں انہی پانچوں ہستیوں کو ”پنج تن پاک“ کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ البتہ ہمارے عقیدہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک صرف یہی نہیں بلکہ آپ کا تمام گھرانہ ہی پاک ہے۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا ہے۔ تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا ایک اور مقام پر ان کے ساتھ بغض و عداوت کے متعلق ان الفاظ میں تہیہ فرمائی۔

أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ وَسَلَّمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۷، ابن ماجہ صفحہ ۱۴، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۹۷، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۲) یعنی فرمایا جو بد بخت جناب علی المرتضیٰ، سیدہ خاتون جنت، جناب امام حسن اور جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لڑے یعنی ان سے بغض و عداوت رکھے گا۔ اس بد بخت سے میں لڑوں گا۔ اور جو ان میرے پیاروں سے محبت و عقیدت رکھے اور ان کے مقامات کا لحاظ رکھے اور ان کے حقوق کی حفاظت کرے گا میں بھی اس کو دین و ایمان کی سلامتی



اور آخرت کی کامیابی کی بشارت دیتا ہوں۔

## آیت مودت اور پنج تن پاک

اس طرح جب آیت کریمہ ”قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ“ (شوری آیت ۲۳) یعنی آپ فرمادیں میں تم سے کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا۔ البتہ میرے قرابت داروں سے محبت رکھنا۔ نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی ”مَنْ قَرَّابَتْكَ هُوَ لِأَيِّ الدِّينِ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّةُ تَهْمٍ قَالَ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَأَبْنَاهُمَا“ (تفسیر مظہری جلد ۸ صفحہ ۳۲۰، تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۱۲، مواہب لدنیہ جلد ۳ صفحہ ۳۵۸، تفسیر روح البیان جلد ۸ صفحہ ۳۱۱، تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۷، زرقانی علی المواہب جلد ۷ صفحہ ۳۰، صواعق محرقة صفحہ ۱۶۸، نور الابصار صفحہ ۱۲۳، وخرج ابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ وغیرہم۔ یعنی یا رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیں کہ وہ کون ہستیاں ہیں جن کی محبت ہم پر فرض کی گئی ہے تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر (جناب) علی المرتضیٰ، سیدہ خاتون جنت اور ان کے دونوں صاحب زادوں یعنی (جناب سیدنا امام حسن اور جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت فرض کی گئی ہے۔ نیز مشہور صحابی رسول جناب سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ”قربا“ سے مراد جناب رسول اللہ ﷺ کی آل پاک ہے (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۳) نیز قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے۔ ”سَلَامٌ عَلٰی الْيَاسِينَ“ (پ ۲۳ صافات آیت ۱۳۰) سید المفسرین ترجمان القرآن ابن عم مصطفیٰ جناب عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت جلیلہ میں ”آل یاسین“ سے مراد ”آل محمد“ ہے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۸۸، صواعق محرقة صفحہ ۱۲۸)



یعنی جناب ابن عباس کے نزدیک اس آیت کا معنی ہے جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی آل پر اللہ کا سلام ہو۔ ایک دفعہ جناب مجبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اَنَا وَآيَاتِكَ وَهَذَا الرَّاقِدُ يَعْنِي عَلِيًّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي مَكَانٍ وَاحِدٍ (کنز العمال جلد ۱۳ صفحہ ۳۹) یعنی میں اور اے میری پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ۔ تو۔ اور یہ دونوں شہزادے (جناب سیدنا امام حسن اور جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور یہ آرام فرما شخص (حضور شہنشاہ ولایت رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جنت میں ایک ہی مقام پر ہوں گے سبحان اللہ۔ ایک دفعہ رسول برحق ﷺ نے فرمایا۔ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةٌ وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ كَانُوا مَعِيَ عَلَى الْوَسِيلَةِ (کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۶۴۰) یعنی (سیدنا) علی المرتضیٰ، (سیدہ) فاطمہ، (سیدنا امام) حسن اور (سیدنا امام) حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) مقام وسیلہ یعنی مقام شفاعت پر بھی میرے پاس ہی موجود ہوں گے۔ سبحان اللہ۔

### سیدنا امام اعظم اور محبت اہل بیت

۱۰۵ھ میں جب امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اموی فرماں روا ہشام بن عبد الملک کے خلاف خروج فرمایا تو جناب امام اعظم علیہ الرحمہ علالت کی وجہ سے خود تو لشکر میں شامل نہ ہو سکے لیکن محبت اہل بیت کے تحت دس ہزار روپیہ نذرانہ پیش کیا اور یہ تاریخی فتویٰ بھی جاری فرمایا۔ خُرُوجُهُ اَيْضًا هِيَ خُرُوجُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ (کردار یزید صفحہ ۱۶۵، روض النفر صفحہ ۲۶۰، ہدیۃ المہدی جلد ۱ صفحہ ۹۷، اسعاف الراغبین صفحہ ۲۳۵، نور الابصار صفحہ ۲۲۷، الجصاص جلد ۱ صفحہ ۸۱، تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۲۸۲)



وغیرہ) یعنی اس جنگ میں سیدزادے کی معاونت میں جنگ کرنا ایسا ہی جائز اور ضروری ہے جس طرح کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر میں کفار مکہ کے خلاف جنگ کرنا جائز اور ضروری تھا۔ پھر ۱۳۶ء میں بنو عباس کا دوسرا فرمانروا منصور تخت نشین ہوا تو اس نے سادات کرام پر ظلم کی انتہا کر دی حتیٰ کہ بعض کو زندہ دیواروں میں چنوا دیا۔ بالآخر مجبور ہو کر ۱۴۵ھ میں جناب سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت محمد بن عبداللہ المعروف - نفس زکیہ - نے ابو العباس منصور کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ اس وقت جناب امام اعظم علیہ الرحمہ کی عمر تقریباً چھیا سٹھ برس تھی تو آپ نے چار ہزار درہم ضروریات جنگ کے لئے نذرانہ بھی پیش کیا اور لوگوں کو آپ کی معاونت پر ابھارتے اور جنگ میں شمولیت کا حکم دیتے تھے حتیٰ کہ جنگ کے بعد ایک عورت آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی آپ نے میرے بیٹے کو حضرت نفس زکیہ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ اب آپ کی معیت میں لڑتا ہوا شہید ہو گیا ہے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا۔ لَيْتَنِي مَكَانَ ابْنِكِ (نور الابصار صفحہ ۲۲۷، کردار یزید صفحہ ۱۶۷ وغیرہ) کاش کہ تیری بیٹے کی جگہ جگر گوشہ سید الابرار ﷺ کی غلامی میں شہید ہونے والا خوش قسمت میں نعمان ہوتا اور آپ نے یہ فتویٰ دے رکھا تھا کہ حضرت نفس زکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ملکر جہاد کرنا پچاس نقلی حجوں سے بھی زیادہ کا ثواب ہے (مناقب موفق جلد ۱ صفحہ ۸۳، کردار یزید صفحہ ۱۶۷ وغیرہ) حکومت وقت کی طرف سے آپ کو ساتھ ملانے کی بڑی کوششیں کی گئیں اور بڑی بڑی پیش کشیں کی گئیں لیکن آپ نے محبت اہل بیت اطہار میں مخمور ہو کر دشمنان اہل بیت کی کوئی پیش کش قبول نہ کی۔ بالآخر آپ کو



محبت اہل بیت کے جرم میں زہر دلو کر شہید کر دیا گیا۔ انا لله وانا اليه راجعون  
زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں تیرے نام پر اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا  
امام شافعی علیہ الرحمہ اپنی محبت اہل بیت کا یوں اظہار فرماتے ہیں۔ آل النَّبِيِّ  
ذَرِيَعَتِي . وَهُمْ إِلَيْهِ وَسِيلَتِي . أَرْجُوَابِهِمْ أُعْطِيَ غَدًا . بِيَدِي الْيَمِينِ  
صَحِيفَتِي (صواعق محرقة صفحہ ۱۸۰) یعنی حضور اکرم ﷺ کی آل پاک ہی میرے  
لئے بخشش کا ذریعہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور آپ ہی میرا وسیلہ ہیں اور میں اس  
بات کا امیدوار ہوں کہ اللہ تعالیٰ اہل بیت اطہار کے صدقے سے قیامت کو میرا نامہ  
اعمال میرے دانے ہاتھ میں عنایت فرمائیں گے (اور انشاء اللہ العزیز اہل بیت  
پاک کی طفیل اللہ تعالیٰ مجھے جنت عطا فرمائیں گے) اللهم ارزقناہ بحق محمد  
ﷺ و بحق آلہ الطیبین الطاہرین برحمتک یا ارحم الراحمین  
شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی محبت کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

الہی بحق بنی فاطمہ . کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ .

اگر دعوتم رد کنی و رقبول . من و دست و دامان آل رسول  
ترجمہ :- ( کچھ معمولی سے حقیقت کے تصرف کے ساتھ )۔ اے مولائے کریم  
تیری بارگاہ عالیہ میں میں سیدہ فاطمہ علیہا السلام (اور ان) کی اولادِ امجاد کا واسطہ دیکر  
عرض کرتا ہوں کہ میرا خاتمہ ایمان پر فرمانا اور اگر میری دعا تیری بارگاہ عالیہ میں  
قبولیت کے قابل نہ بھی ہو تو بھی اپنے پیارے محبوب جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی اہل  
بیت اطہار کے صدقہ سے ہی میری دعا قبول فرمائے۔ آمین یا ارحم الراحمین  
بجاہ سید المرسلین وآلہ و صحبہ برحمتک یا ارحم الراحمین



## فرمان مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

جناب امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی مسلک حق اہل سنت و جماعت کی وکالت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وگویم چگونہ عدم محبت اہل بیت برحق اہل سنت گمان بردہ شود کہ آل محبت نزدایں بزرگواراں جزو ایمان است و سلامتی کا تمہ را برسوخ آل محبت مربوط ساختہ اند۔ محبت اہل بیت سرمایہ اہل سنت است مخالفان ازیں معنی غافل اند و از محبت ایشان جاہل جانب افراط را خود اختیار کردہ اند و ماوراء افراط را تفریط انگاشتہ حکم خروج نمودہ اند و مذہب خوارج انگاشتہ اند نہ دانستہ اند کہ در میان افراط و تفریط حدیست وسط کہ مرکز حق است و موطن صدق کہ نصیب اہل سنت گشتہ است شَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی سَعِيْهِمْ (مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب صفحہ ۳۶) ہم کہتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کے متعلق یہ خیال کیسے کیا جاسکتا ہے کہ وہ اہل بیت اطہار سے محبت نہیں رکھتے حالانکہ اہل سنت والے تو اہل بیت اطہار کی محبت کو جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ اور خاتمہ بالخیر کا دار و مدار اہل بیت اطہار کی محبت کے پختہ اور سچی ہونے پر ہے۔ اور اہل بیت اطہار کی محبت تو اہل سنت و جماعت کا قیمتی سرمایہ ہے۔ مگر مخالفین اس حقیقت سے بے خبر ہیں اور اہل بیت اطہار کی اصلی محبت سے ناواقف ہیں۔ انہوں نے اصلی محبت اور شرعی حد سے خود تجاوز کیا ہوا ہے اور اپنے طریقے کے برخلاف کو وہ محبت میں کمی خیال کرتے ہیں اور انہیں خارجی سمجھتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ افراط اور تفریط کے درمیان اصل راستہ ہے۔ جو کہ حقیقت اور سچائی کا راستہ ہے اور یہی درمیانہ حق اور سچائی والا راستہ اہل سنت و جماعت کا طرہ امتیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کی دینی کوششوں کو



مزید برکت دے اور اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے (آمین۔ بجاہ سید المرسلین) بعض بزعم خود ”علامۃ العصر“ محبت اہل بیت جزو ایمان ہے۔ کے الفاظ پر اعتراض کرتے ہیں اور ”کمیت“ کی آڑ میں ان الفاظ کا تمسخر اڑاتے ہیں اور اسے کم علمی قرار دیتے ہیں۔ شاید وہ حضور مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے بھی بڑے عالم ہیں۔ کیونکہ حضور مجدد پاک نے بھی مندرجہ بالا عبارت میں محبت اہل بیت کے متعلق ”جزو ایمان“ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ فاعتبروا یا اولوالالباب۔

ایک مقام پر جناب امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے اولیاء کرام کے پیشوا۔ اور سردار اور (تمام کائنات کے) اولیاء کرام کو فیض پہنچانے والے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کام پر آپ کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے۔۔۔ اور میری رائے تو یہ ہے کہ آپ کے زمانہ ظاہری سے پہلے بھی جو اولیاء کرام ہوئے ہیں ان کی ہدایت اور فیض رسانی بھی جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے ہی ہوتی تھی۔ اور آپ کے زمانہ ظاہری کے بعد کے زمانے کی رشد و ہدایت آپ کے صاحبزادگان جناب امام حسن اور جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سپرد تھی۔ ان کے بعد جناب امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر ان کے بعد یکے بعد دیگرے جناب امام مہدی تک یہ سلسلہ تربیت اولیاء چلتا رہا حتیٰ کہ جناب غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی حسنی (والد کی طرف سے) حسینی (والدہ کی طرف سے) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس منصب پر فائز ہوئے اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی شخص بھی اس وقت تک مقام ولایت پر فائز نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ



عنہ کا خوشہ چین نہ ہو۔ اور آپ کی بارگاہ سے روحانی طور پر اسے اکتساب فیض حاصل نہ ہو جائے (مکتوبات شریف دفتر دوم صفحہ ۱۷۴ مکتوب ۱۲۳، شرح خصائص، امام نسائی صفحہ ۱۵، تفسیر مظہری زیر آیت، ” (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ)

### ایک ضروری وضاحت

بے شک ہم اہل سنت و جماعت کا طرہ امتیاز ہے کہ ہم اہل بیت اطہار اور آل پاک کو اس طرح مانتے ہیں جس طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں ماننے کا حکم دیا ہے اور ان ذوات مقدسہ کو اللہ تعالیٰ نے جو جو فضائل و کمالات عطا فرمائے ہیں اور مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے جو جو فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔ الحمد للہ ہم ان مقدس ہستیوں کے ان تمام فضائل و مناقب کو کما حقہ ماننا شرط ایمان اور ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کے مطابق ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نسبت نسبی سے نسبت ایمانی مقدم ہے۔ یعنی خاندان نبوت، اولاد مصطفوی یعنی سادات کرام کو جو اللہ تعالیٰ نے شرف و بزرگی عنایت فرمائی ہے وہ ایمان اور اتباع کے ساتھ مشروط ہوگی۔ لہذا اگر کوئی شخص سید کہلاتا ہے لیکن اس کا طریقہ اس کا عقیدہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت و شریعت کے خلاف ہو اور وہ اہل بیت کرام اور صحابہ کرام والے مسلک یعنی ”اہل سنت و جماعت“ کے خلاف عقیدہ رکھے۔ مثلاً معاذ اللہ رافضی یا خارجی ہو تو قرآن و حدیث میں بیان کردہ کسی بھی فضیلت کا وہ مستحق نہیں ہوگا۔ اس مختصر رسالے میں جو چند فضائل و مناقب اہل بیت کے متعلق بیان کئے گئے ہیں وہ ہر سید کہلانے والے پر سیٹ کرنے نہ شروع کر دیں بلکہ سب سے پہلے ایمان اور عقیدہ دیکھو پھر



اس کے عمل دیکھو۔ پھر کوئی فیصلہ کرو۔ کیونکہ باپ کے شرف و بزرگی میں سے اس کے بد عمل سگے بیٹے کو بھی کچھ حصہ نہیں ملتا۔ مثلاً جب اللہ تعالیٰ نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو تمام دنیا کا امام بنا دیا تو حضرت ابراہیم نے عرض کی۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي۔ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (بقرہ آیت ۱۲۴) یعنی اے اللہ تعالیٰ کیا اس منصب امامت میں سے میری اولاد کو بھی کچھ حصہ ملے گا تو فرمان خداوندی ہوا (ہاں تیری نیک اولاد کو تو تیری نسبت نسبی کی وجہ سے ضرور خدا کا فضل اور رحمت نصیب ہوگی) البتہ تیری اولاد میں سے جو ظالم (بد عقیدہ اور بد عمل) ہوں گے انہیں تیری اولاد ہونا کچھ فائدہ نہ دے گا۔ لہذا کوئی بد عقیدہ یا بد عمل سید ان فضائل و مناقب کا قطعی حق دار نہیں ہے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا کافر بیٹا جب ہلاک ہونے لگا تو جناب نوح نے عرض کی۔ مولا یہ میری ”اہل“ ہے یا (آل ہے کیونکہ اہل اور آل لغوی طور پر ایک ہی لفظ کی دو شکلیں ہیں) تو فرمان خداوندی ہوا۔ انه ليس من اهلك انه عمل غير صالح۔ (ہود آیت ۴۶) یعنی اے پیارے نوح (بے شک خونی رشتہ سے یہ تیرا سگا بیٹا ہے لیکن) چونکہ یہ بد عقیدہ اور بد عمل ہے لہذا یہ تیری ”اہل“ میں سے نہیں ہے۔ اس آیت قرآنی سے یہ استفاد ہوا کہ بد عمل اور بد عقیدہ بیٹا کسی بزرگ کی اولاد تو ہو سکتا ہے لیکن شرعی طور پر وہ بزرگ کی ”اہل“ اور ”آل“ نہیں ہوگا۔ جب نبی کے سگے بیٹے کے لئے ایمان اور اعمال صالحہ لازمی ہیں تو آج چودہ سو سال گزر جانے کے بعد کوئی ”سید“ کہلا کر شریعت سے کس طرح آزاد ہو سکتا ہے۔ فرمان مصطفیٰ بھی اس پر شاہد عدل ہے آپ نے فرمایا۔ مَنْ بَطَّأ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرَعُ بِهِ نَسَبُهُ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۴۵) یعنی بد عمل اور بد عقیدہ شخص کو اس کا نسب



کچھ کام نہ دے گا۔ نیز جناب ابن عباس کا قول بھی ہے کہ ”آل محمد“ صرف صحیح عقیدہ  
 وایمان والے ہی ہو سکتے ہیں (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۸۸) چنانچہ جب جناب رسول اللہ  
 ﷺ نے حدیث ثقلین بیان فرمائی تھی تو آخر میں یہ بھی بیان فرما دیا کہ میری عترت  
 یعنی میری اہل بیت قیامت تک بھی قرآن پاک سے جدا نہیں ہوگی یعنی قرآن کا  
 دامن نہیں چھوڑے گی۔ تو جو شخص سید کہلاتے ہوئے قرآن و احادیث کا انکار کرے یا  
 ان کے خلاف ایمان اور عقیدہ رکھے اسے ان فضائل و کمالات سے کچھ بھی حصہ نہیں  
 ملے گا اور وہ حضور کی اہل بیت میں شامل بھی نہیں ہوگا۔ فافہموا و اعتبروا۔ اسی  
 لئے سید السادات امام کائنات جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیزے  
 پر چڑھ کر بھی قرآن کا ساتھ نہ چھوڑا اور تلاوت قرآن پاک کرتے رہے۔ نیز اگر  
 آج کوئی شخص جناب رسول اللہ ﷺ، اہل بیت اطہار، آل پاک، یا صحابہ کرام  
 رضی اللہ عنہم کی محبت کا دعویٰ کرے لیکن ان کا عقیدہ اور ان کا طریقہ اختیار نہ کرے تو  
 اس بد عقیدہ اور بد عمل شخص کو ان مقدس ہستیوں کے ساتھ یہ زبانی محبت کا دعویٰ کچھ  
 فائدہ نہ دے گا۔ اور اس کی یہ نام کی محبت نہ اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوگی۔ نہ جناب  
 رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل کر سکے گی اور نہ ہی اہل بیت  
 کرام اور صحابہ کرام میدان محشر میں اسے اپنے نزدیک پھٹکنے دیں گے۔ بلکہ علی  
 الاعلان اس سے اپنی لا تعلقی اور بنیراری کا اعلان عام فرمائیں گے۔ اس محبت کی  
 مثال تو اس طرح ہے کہ کوئی کہے مجھے اللہ تعالیٰ سے بڑی محبت ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا  
 حکم ایک بھی نہ مانے۔ کوئی کہے کہ مجھے جناب رسول اللہ ﷺ سے بڑی محبت ہے  
 لیکن دن رات آپ کی نافرمانیاں کرتا رہے۔ تو کیا ایسے شخص کی محبت بارگاہ الوہیت



یا بارگاہ مصطفوی میں قبول ہو جائے گی؟ نہیں ہرگز نہیں اسی طرح۔ اہل بیت کرام کی بارگاہ میں بھی صرف اور صرف اس شخص کی محبت قبول ہوگی جو اہل بیت اطہار والا عقیدہ رکھے۔ اور اہل بیت کرام والا طریقہ اختیار کرے اور وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ (لقمان آیت ۱۵) اور صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (فاتحہ آیت ۶) کے تحت ان کی اتباع اور پیروی کرے پھر امید واثق ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ ”حَسَنٌ أَوْلِيكَ رَفِيقًا“ (نساء آیت ۶۹) کے تحت اسے ضرور میدان محشر میں اپنے خادموں اور غلاموں میں شامل فرما کر اللہ کی رحمت اور بخشش دلوائیں گے۔ یاد رہے معیار محبت خالی۔ خولی دعوے نہیں بلکہ معیار محبت اطاعت اور فرمان برداری ہے۔ فافهموا یا اولو الابصار . واعتبروا یا اولو الالباب وما علی الالبلاغ ،

## امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

علی امام من است منم غلام علی      ہزار جان گرامی فدائے نام علی

### نسب نامہ

آپ کا نسب اس طرح ہے۔ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔۔۔۔ الخ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام۔ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔۔۔ الخ ہے۔ آپ نسب میں تمام صحابہ میں سے جناب رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ یعنی آپ کا اور رسول اللہ ﷺ کا دادا ایک ہے اور حضرت علی کے والد ابو طالب جناب رسول اللہ ﷺ کے سگے چچا تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب ماں اور باپ کی طرف سے ”ہاشم“ پر جا کر مل جاتا ہے۔



## ولادت

آپ کی ولادت جناب رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت سے تقریباً دس برس پہلے ہوئی اس طرح اعلان نبوت کے وقت آپ کی عمر مبارک تقریباً دس سال بنتی ہے۔

## کنیت

آپ کی کنیت ابو الحسن تھی نیز جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ابو تراب کہہ کر بھی پکارا تھا۔ اسی لئے یہ کنیت آپ کو بہت پسند تھی۔ جب آپ کو کوئی ابو تراب کہہ کر پکارتا تو آپ بہت خوش ہوتے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۱۵، ۹۲۹ وغیرہ) آپ کے مشہور القاب مرتضیٰ، حیدر کرار، اسد اللہ الغالب یعنی شیر خدا اور خائف النعل یعنی نبی کریم ﷺ کا جوتا مبارک گانٹھنے والا ہیں۔

## دولت ایمان

آپ کے اسلام لانے کے متعلق مسند ابو یعلیٰ میں خود جناب حیدر کرار کا فرمان موجود ہے۔ بُعِثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَاسْلَمْتُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۸) کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے پیر کے دن نبوت کا اعلان فرمایا اور دوسرے ہی دن منگل کو میں نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا تھا اور بعض روایات کے مطابق آپ نے اسی دن ہی اپنے اسلام کا اعلان کر دیا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً دس سال تھی اور آپ نے زمانہ اسلام سے پہلے بھی کبھی بت پرستی نہیں کی بلکہ اہل حدیث محدث و مفسر نواب صدیق حسن خاں تو لکھتے ہیں کہ آپ کی والدہ جب آپ سے حاملہ ہوئیں تو اس کے بعد وہ بتوں کو سجدہ نہ کر سکتی تھیں بلکہ



جب بھی وہ کسی بت کے سامنے سجدہ کرنے کا ارادہ کرتیں تو آپ پیٹ میں اکڑ جاتے اور آپ کی والدہ بت کے سامنے جھک نہ سکتی تھیں۔ (مناقب خلفاء الراشدین صفحہ ۹۹) ثابت ہوا کہ آپ کو ولادت سے پہلے بھی اللہ اور اللہ کے دین کے احکام کا علم تھا اور جو چاہتے تھے کر لیتے تھے آپ قریش کی سب سے افضل شاخ ”بنو ہاشم“ میں سے تھے۔ آپ کی والدہ بنو ہاشم کی پہلی عورت ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی۔ اور ایک ہاشمی بیٹا جنا۔ جب آپ کی والدہ حضرت فاطمہ کا انتقال ہوا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیص مبارک ان کے کفن کے لئے عطا فرمائی آپ انہیں اپنی ماں کی طرح سمجھتے تھے جناب اسامہ بن زید، جناب ابو ایوب انصاری اور جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کی قبر کھودی پھر حضور اکرم ﷺ خود قبر میں اترے اور اپنے ہاتھوں سے قبر کو صاف کیا پھر قبر میں لیٹ کر دعا کی۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَأُمِّي فَاطِمَةَ بِنْتِ أَسَدٍ وَلَقِنِهَا حُجَّتَهَا وَوَسَّعْ عَلَيْهَا مَدُّ خَلِّهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَالْأَنْبِيَاءِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِي فَإِنَّكَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ (مناقب خلفاء الراشدین صفحہ ۱۰۰، نور الابصار صفحہ ۳۶) یعنی اے میرے اللہ میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور انہیں نکیرین کے جوابات سکھلا دے اور ان کی قبر فراخ فرما دے اے اللہ تجھے تیرے نبی محمد ﷺ کا واسطہ اور جتنے پیغمبر پہلے گزر چکے ہیں تجھے ان سب کا بھی واسطہ۔ یقیناً تو بہت زیادہ رحم کرنے والا اور مہربان ہے۔ آپ ﷺ نے خود ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(ثابت ہوا کہ زندہ اور فوت شدہ بزرگوں کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز ہے بلکہ سنت نبوی ہے۔)

(رسول اللہ کی ماں - نبی کی ماں)



## پروردہ آغوش نبوت

جناب ابوطالب کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی لہذا حضور اکرم ﷺ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپس میں مشورہ کر کے جناب ابوطالب کے پاس گئے اور ان کی کچھ اعانت کرنی چاہی تو جناب ابوطالب نے کہا کہ طالب اور عقیل کو میرے پاس رہنے دو اور جعفر اور علی کو تم لے جاؤ۔ چنانچہ حضرت علی کو حضور اکرم ﷺ نے اپنی کفالت میں لے لیا اور حضرت جعفر حضرت عباس کے پاس رہے اس بچپن ہی سے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربیت و پرورش جناب رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں ہوئی اسی لئے آپ کے اخلاق و کردار پر بھی اخلاق و شمائل نبوی کی گہری چھاپ تھی جناب امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ لَمْ يُنْقَلْ لِأَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مَانِقِلَ لِعَلِيٍّ۔ یعنی صحابہ کرام میں سے کسی صحابی کی شان میں اتنی روایات منقول نہیں ہیں جتنی حضرت علی کے بارے میں ہیں۔ شارح بخاری محدث عسقلانی نقل کرتے ہیں۔ لَقَدْ عَبَدْتُ اللَّهَ قَبْلَ أَنْ يُعْبَدَهُ أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ خَمْسَ سِنِينَ (تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۳۳۶، خصائص نسائی حدیث جلد ۶ صفحہ ۶) یعنی جناب علی المرتضیٰ فرمایا کرتے تھے یہ حقیقت ہے کہ میں نے تمام امت محمد مصطفیٰ ﷺ سے پانچ برس پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا شروع کر دی تھی اور یہ ممکن بھی ہے کیونکہ آپ جب سے حضور ﷺ کے دولت کدہ پر زیر کفالت ہوئے آپ مسلسل سرکار دو جہاں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف دیکھ رہے تھے۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ آپ پر بھی اسی تربیت کا اثر ہوا ہو۔ اور آپ نے سرکار ابد قرار کے اعلان نبوت سے پہلے ہی سنت مصطفوی پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ



کی عبادت شروع کر دی ہو۔ اسی لئے بچپن ہی سے بتوں کی پرستش سے محفوظ رہے۔ چنانچہ آپ کا فرمان ہے۔ اَنَا أَوَّلُ مَنْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ (تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۳۳۶، خصائص نسائی حدیث ۱، ۲، ۴، ۵) یعنی میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھی ہے۔ ظاہر بات ہے اس نماز سے مراد کوئی علیحدگی کی نماز ہی ہو سکتی ہے جو کہ اغلباً اعلان نبوت سے پہلے کی تھی ورنہ بعد میں تو ہمیشہ کچھ نہ کچھ صحابہ آپ کی اقتدا میں نماز میں شامل ہونے کا شرف حاصل کر ہی لیا کرتے تھے۔ اسی لئے آپ کے اول الاسلام ہونے کے متعلق بھی کئی روایات منقول ہیں۔

### اختلافات روایات

البتہ بہت سی احادیث جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سب سے پہلے ایمان لانا بیان کرتی ہیں۔ مثلاً ایک دفعہ ایک صحابی کا جناب ابو بکر صدیق سے کچھ تکرار ہو گیا معاملہ حضور تک پہنچا تو آپ کا رخ اقدس غصے سے سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ اِلَیْکُمْ فَکَلْتُمْ کَذِبًا وَ قَالَ اَبُو بَکْرٍ صَدَقْتُ وَ وَاَسَانِیْ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ فَهَلْ اَنْتُمْ تَارِکُوَالِیْ صَاحِبِیْ مَرَّتَیْنِ فَمَا اُوْذِیْ بَعْدَهَا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۱۷، صفحہ ۶۶۸) اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا تو تم نے مجھے جھٹلا دیا لیکن ابو بکر نے میری تصدیق کی اور اپنی جان اور مال سے میری امداد کی پھر آپ نے دوبار فرمایا۔ کیا تم میرے دوست ابو بکر کو میری خاطر معاف نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد پھر کبھی بھی کسی صحابی نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ناراضگی نہ کی۔ ایک مرتبہ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کافی صحابہ



کرام کے سامنے کہا۔ ”الست اول من اسلم (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۷) کیا میں سب سے پہلا اسلام لانے والا نہیں ہوں؟ تو موجود صحابہ میں سے کسی نے بھی اس پر انکار نہ کیا۔ اس طرح اس بات پر اجماع صحابہ ہو گیا نیز جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اَوَّلُ مَنْ اسْلَمَ مِنَ الرَّجَالِ اَبُو بَكْرٍ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۳ ابن عساکر) کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ مردوں میں سے سب سے پہلے جناب ابوبکر صدیق نے اسلام کا اعلان کیا۔ اسی طرح محدث طبرانی نے ”معجم کبیر“ میں نقل کیا ہے کہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے پوچھا۔ اَيُّ النَّاسِ كَانَ اَوَّلَ اسْلَامًا قَالَ اَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ اَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ حَسَّانٍ. وَالثَّانِي التَّالِي الْمَحْمُودُ مَشْهُدٌ. وَ اَوَّلُ النَّاسِ مِنْهُمْ صَدَقَ الرُّسُلَا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۳) کہ سب سے پہلے لوگوں میں کس نے اسلام قبول کیا تھا۔ تو آپ نے جواب دیا۔ ابوبکر صدیق نے کیا تو نے جناب حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام نہیں سنا کی شان میں کہے ہیں (ان میں سے ایک شعر ہے) آپ بارگاہ خداوندی میں رجوع کرنے والے اور حضور کے یار غارتھے۔ اور تمام لوگوں میں سے آپ ہی سب سے پہلے رسول کریم کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ بہر حال اس طرح کی کئی مختلف روایتیں ہیں اسی طرح بعض روایات حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اول الاسلام ہونے کے متعلق بھی ہیں

سیدنا امام اعظم کا فیصلہ

امام الائمہ کاشف الغمہ جناب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام روایات میں اس طرح تطبیق فرمائی ہے۔ وَجُمِعَ بَيْنَ الْاَقْوَالِ بِانَّ اَبَا بَكْرٍ اَوَّلُ مَنْ اسْلَمَ مِنْ



الرِّجَالِ وَعَلَىٰ أَوْلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ الصِّبْيَانِ وَخُدَيْجَةَ أَوْلَىٰ مَنْ أَسْلَمَتْ  
مِنَ النِّسَاءِ. (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۲) کہ بالغ مردوں میں سے پہلے  
جناب ابو بکر صدیق ایمان لائے اور بچوں میں سے سب سے پہلے جناب علی المرتضیٰ  
ایمان لائے اور عورتوں میں سے سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں۔ اس  
کے ساتھ بعض علماء نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ غلاموں میں سے سب سے پہلے  
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

### سیدنا علی المرتضیٰ اور قرآن

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اور عظمت پر بہت سی آیات قرآنیہ بھی  
دلالت کرتی ہیں مثلاً آیت ۱ اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ  
الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (احزاب آیت ۳۳) اس کا مفصل بیان پہلے گزر چکا  
ہے چونکہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اہل بیت اطہار کے ایک فرد ہیں۔  
لہذا آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی ناپاکی سے پاک فرما دیا ہوا تھا۔

آیت ۲۔ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَابْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا  
وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (آل  
عمران آیت ۶۱) اس کا بھی بیان گزر چکا ہے۔ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
مہلبہ میں بھی حضور کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ نے انہیں بھی اہل بیت میں شامل  
فرمایا اور اپنی جان کہا۔

آیت ۳ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (شوری  
آیت ۲۳) اس کا بیان بھی گزر چکا ہے۔ حضرت علی بھی اہل مودت میں سے ہیں



آیت ۴ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (بقرہ آیت ۲۷۴)

اس آیت کریمہ کے متعلق جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ”كَانَ مَعَ عَلِيٍّ أَرْبَعَةُ دَرَاهِمٍ فَتَصَدَّقَ بِدِرْهَمٍ نَهَارًا وَبِدِرْهَمٍ لَيْلًا وَبِدِرْهَمٍ سِرًّا وَبِدِرْهَمٍ عَلَانِيَةً فَنَزَلَتْ فِيهِ هَذِهِ الْآيَةُ (تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۱۴) یعنی جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس صرف چار درہم تھے تو آپ نے ایک درہم دن میں صدقہ کیا اور ایک درہم رات کو صدقہ کیا۔ ایک درہم خفیہ طور پر اللہ کی راہ میں صدقہ کیا اور ایک درہم اعلانیہ طور پر صدقہ کیا۔ تو اس پر یہ آیت جناب علی المرتضیٰ کی شان میں نازل ہوئی۔

آیت ۵۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا (مریم آیت ۹۶) جناب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”هَذَا الْوُدُّ جَعَلَهُ اللَّهُ لِعَلِيِّ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ (تذکرہ الخواص صفحہ ۱۷) کہ اس محبت سے مراد جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمام ایمان والوں کے دلوں میں ڈال رکھی ہے یعنی جو ایمان والا ہوگا اس کے دل میں ضرور بالضرور جناب حیدر کرار کی محبت ہوگی اور جس دل میں جناب امیر کی محبت نہیں ہے اس دل میں ایمان بھی نہیں ہے۔

آیت ۶۔ إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (رعد آیت ۷) جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو جناب رسول کریم ﷺ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔  
أَنَا الْمُنذِرُ ثُمَّ أَوْمَأَ إِلَى مَنْكِبِ عَلِيٍّ قَالَ أَنْتَ الْهَادِي الْمُهْتَدِي



بَعْدِي (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۹۰، کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷، تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۲۸) میں ”منذر“ ہوں پھر آپ نے حضرت علی کے کندھوں پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اے علی تو ”ہادی“ ہے اور میرے بعد ہدایت حاصل کرنے والے تجھ سے ہدایت حاصل کریں گے۔

آیت ۷۔ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا وَ  
يُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (دھر ۷-۸) امام  
المفسرین جناب عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت جناب علی المرتضیٰ، سیدہ  
خاتون جنت، حسنین کریمین اور آپ کی خادمہ حضرت فضہ کے بارے میں نازل  
ہوئی ہے۔ حسنین کریمین بیمار ہوئے تو گھر والوں نے ان کی صحت پر تین روزوں کی  
منت مانی۔ صحت ہو جانے کے بعد سب سے روزے رکھنے شروع کئے۔ پہلا روزہ  
افطار کرنے کا وقت آیا تو دروازے پر مسکین نے صدا دیدی تمام کھانا اسے دے دیا  
گیا۔ دوسرے روز افطاری کا وقت آیا تو یتیم نے دروازے پر سوال کر دیا۔ تمام کھانا  
اس کی جھولی میں ڈال دیا گیا۔ تیسرے روزے کی افطاری کے وقت ایک قیدی نے  
سوال کر دیا۔ تمام کھانا اس کے حوالے کر دیا گیا اور تینوں دن سب گھر والوں نے پانی  
پی کر روزہ افطار کیا اس پر یہ آیت اور اگلی چند آیات نازل ہوئیں (تفسیر درمنثور  
وغیرہ)

آیت ۸۔ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (احزاب آیت ۵۶) جب یہ آیت کریمہ نازل  
ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ پر سلام پڑھنے کا طریقہ تو



آپ نے ارشاد فرمادیا اور ہمیں معلوم ہو گیا۔ اب آپ ارشاد فرمائیں کہ آپ پر نماز میں ہم درود کیسے پڑھا کریں (بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۴۷، ۳۸۵، دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۳۵۵، جلاء الافہام صفحہ ۵، فضائل درود از مولوی زکریا سہارنپوری صفحہ ۴۲) تو حضور اکرم ﷺ نے درود ابراہیمی پڑھنے کا حکم فرمایا جس میں کہیں آپ نے ”آل محمد“ کے الفاظ تلقین فرمائے۔ مثلاً بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۰۸، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۵، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۰، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۶۴، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۸۹ وغیرہ اور کسی مقام پر آپ نے ”ازواجہ وزریاتہ“ کے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں مثلاً مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۵، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۱، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۹۱، اور ابن ماجہ صفحہ ۶۵) وغیرہ اور ایک مقام پر اس طرح ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ وَاَزْوَاجِهِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَزُرِّيَّاتِهِ وَاَهْلِ بَيْتِهِ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۱) اس آیت میں بھی آل محمد۔ اہل بیت کرام۔ اور ازواج مطہرات پر درود پڑھنے کا حکم فرمایا گیا ہے جس کی وضاحت خود جناب رسول کریم نے فرمادی ہے۔ لہذا اس آیت سے بھی اہل بیت نبوی اور آل پاک کی بہت عزت و عظمت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں يَا اَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حُبُّكُمْ فَرَضٌ مِّنَ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ اَنْزَلَهُ . كَفَاكُمْ مِّنْ عَظِيْمِ الْقَدْرِ اِنَّكُمْ . مَن لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَوةَ لَهُ (صواعق محرقة صفحہ ۱۴۸) ترجمہ۔ اے نبی کریم ﷺ کے گھر والو۔ تمہاری محبت تو اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرض قرار دی ہے۔ اور تمہاری عظمت و شان کے لئے یہ ایک بات بھی کافی ہے کہ جو شخص نماز میں (دعا میں) تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز (یادعا) ہی قبول نہیں ہوتی (صواعق محرقة صفحہ ۱۴۸)۔



آیت ۹۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنُ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ  
رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ (بقرہ آیت ۲۰۷)۔

### جناب علی بستر رسول پر

جناب عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ  
ﷺ نے ہجرت مدینہ کا ارادہ فرمایا تو اہل مکہ کی امانتیں لوٹانے کی خاطر جناب علی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں رہنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔  
کافروں نے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ جناب جبریل اور جناب میکائیل علیہما السلام  
کو حکم خداوندی ہوا کہ جاؤ اور پیارے علی کی حفاظت کرو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے درمیان رشتہ اخوت تھا۔ تو وہ حضور اکرم ﷺ پر اپنی جان  
قربان کرتے ہوئے حضور کے حکم پر آپ کی چادر مبارک لے کر آپ کے بستر پر  
لیٹ گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت جبریل آ کر حضرت علی کے سر کی طرف کھڑے ہو گئے  
اور حضرت میکائیل آپ کے پاؤں کی طرف کھڑے ہو گئے اور تمام رات پہرہ دیتے  
رہے پھر حضرت جبریل کہنے لگے۔ بَخَّ بَخَّ مَنْ مِثْلُكَ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ وَ  
اللَّهُ يُبَاهِي بِكَ مَلَائِكَتَهُ ثُمَّ تَوَجَّهَ رَسُولُ اللَّهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَلَيْهِ فِي شَانِ عَلِيٍّ (تذکرۃ الخواص صفحہ ۳۵، تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۹۸،  
احیاء العلوم) اے علی آج آپ جیسا کون ہے۔ آج اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے  
آپ کی اس جان نثاری پر فخر کر رہا ہے۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ  
رونق افروز ہوئے تو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں یہ آیت نازل  
ہوئی۔



آیت ۱۰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَا جِئْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ  
 نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ... الخ (مجادلہ آیت ۱۲) یعنی اے ایمان والو جب تم جناب  
 رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں کوئی عرض کرنا چاہو تو پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور کچھ  
 صدقہ دے لیا کرو۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 نے کچھ صدقہ دیا اور حضور کی بارگاہ میں عرض پیش کی پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر  
 نرمی فرماتے ہوئے اس حکم کو منسوخ فرما دیا گویا کہ قرآن مجید کی اس آیت پر پوری  
 دنیا میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی اور نے عمل نہیں کیا (تمام تفاسیر)  
 تلک عشرة كاملة۔ جناب عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں مَا نَزَلَ فِي أَحَدٍ  
 مِنْ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى مَا نَزَلَ فِي عَلِيٍّ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۱، ابن عساکر)  
 یعنی جتنی آیات قرآنیہ جناب علی المرتضیٰ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اتنی کسی شخص  
 کے حق میں نازل نہیں ہوئیں۔ آپ کا قرآن شریف کے ساتھ وہ قریبی تعلق ہے کہ  
 جناب سرور کائنات ﷺ نے آپ کے متعلق واضح الفاظ میں اعلان فرما دیا تھا  
 عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ لَا يَفْتَرِقَانِ حَتَّىٰ يَرِدَا عَلِيَّ الْحَوْضَ  
 (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۳، صواعق محرقہ ۱۲۳، معجم صیغہ، طبرانی اوسط) یعنی علی اور  
 قرآن ہمیشہ اکٹھے رہیں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر حاضر ہو جائیں  
 گے۔ نیز آپ فرمایا کرتے تھے مَا مِنْ آيَةٍ إِلَّا وَعَلَّمَنِي تَأْوِيلَهَا (خصائص امیر  
 المؤمنین از علامہ بلوچی صفحہ ۱۶۶) یعنی قرآن کریم کی کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس کے  
 معنی اور مراد میں نہ جانتا ہوں۔

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول



چونکہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جلیل القدر صحابی بھی ہیں لہذا جناب رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام کے جو فضائل بیان فرمائے ہیں وہ سب بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہیں مثلاً ایک دفعہ ارشاد فرمایا۔ میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو۔ کیونکہ (خدا کی بارگاہ میں ان کا وہ مقام ہے کہ) اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کر دے تو صحابہ کرام کے آدھا مدغلہ خیرات کرنے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۱۸، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۱۰، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۶، مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۵، ابن ماجہ صفحہ ۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۷۵ وغیرہ)۔ نیز آپ نے فرمایا۔ لوگو۔ میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرنا۔ میرے بعد ان کو تنقید کا نشانہ نہ بنانا۔ پس جو ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت ہی کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے عداوت رکھے گا وہ میرے ساتھ عداوت رکھتا ہے اس لئے میرے صحابہ سے عداوت کر رہا ہے (اگر میرے ساتھ محبت ہوتی تو میرے صحابہ کے ساتھ کبھی بغض و عداوت نہ رکھتا) اور جس نے میرے صحابہ کرام کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو عذاب میں گرفتار کرے گا۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۶، مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۶، خطبات محمدی اہلحدیث جلد ۲ صفحہ ۴۵ وغیرہ) یہ حدیث شریف صحابہ اور اہل بیت۔ دونوں ہی کے فضائل و مناقب پر مشتمل ہے کیونکہ اہل بیت کرام بھی رشتہ ایمان کے لحاظ سے صحابی رسول اور آپ کے امتی ہیں۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ایمان اور محبت صرف اس شخص کی ہی قبول ہوگی جو حضور کی اہل بیت اطہار اور آپ کے جمیع صحابہ کرام کا بھی



نیاز مند ہوگا اور جوان میں سے کسی ایک کو بھی کسی بھی طریقہ سے ایذا دے گا اس پر خدا بھی ناراض اور خدا کا محبوب بھی ناراض اور اس ناپاک جسارت کی وجہ سے وہ ملعون اور خدا کے غضب اور عذاب کا مستحق ہوگا۔

### فیصلہ خداوندی

اس کے ساتھ یہ آیت بھی تلاوت فرمائیں تاکہ فیصلہ مزید آسان ہو جائے اور حق مزید واضح ہو جائے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا (احزاب آیت ۵۷) یعنی یقیناً جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دی اللہ نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے (آخرت میں) ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ مندرجہ بالا آیت قرآنی اور فرمان مصطفوی کے مطابق اہل بیت کا منکر ”خارجی“ اور صحابہ کرام کا منکر ”رافضی“ دونوں ہی لعنتی، مردود، ہدایت و نجات سے محروم اور پکے دوزخی ہیں۔ نیز یہاں سے یزید اور یزیدیوں کا ملعون و معذوب ہونا بھی ثابت ہوا۔ کیونکہ ان بد بختوں نے گلشن رسالت کے اس گل سرسبد جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ظلم و جفا کا نشانہ بنایا۔ جو اپنے ذاتی اور ایمانی فضائل و کمالات کے علاوہ اہل بیت اطہار کے ایک درخشندہ ستارے بھی ہیں اور محذوم صحابہ ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔ بلکہ آپ اللہ اور اللہ کے رسول کے بھی بے حد مقرب ہیں اور آپ ایمان والوں کے لئے جان ایمان ہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی اے محمد ﷺ تیرے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں۔ اور بعض بعض سے زیادہ مرتبہ و مقام والے ہیں اور ہر



ایک نور ہدایت کا حامل ہے۔ تو جو کوئی اپنے اختلافات میں ان میں سے کسی بھی صحابی کے طریقے پر عمل کرنے والا ہوگا میرے نزدیک وہ ہدایت پر ہوگا۔ چنانچہ آپ نے اعلان فرمادیا۔ لوگو۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے (مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۶) ایک دفعہ فرمایا۔ لوگو میرے صحابہ کی عزت کرتے رہنا کیونکہ وہ تم (غیر صحابہ) میں بہترین افراد ہیں (مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۶) ایک مرتبہ فرمایا۔ جب تم دیکھو کہ میرے صحابہ کرام کو برا بھلا کہا جا رہا ہے تو تم کہا کرو۔ تمہارے اس برے فعل پر اللہ کی لعنت ہو۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۶۶۷، مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۶) یعنی تم پر لعنت ہو (حاشیہ ترمذی) ایک دفعہ فرمایا۔ جو میرے کسی صحابی کو برا کہے اس پر اللہ کی لعنت ہو (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۷۹، مجمع الزوائد جلد ۱۲ صفحہ ۲۱، صواعق محرقة صفحہ ۵)۔ ایک حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی کے ساتھ بغض و عداوت رکھے تو میں اس بد بخت کے ساتھ جنگ کا اعلان کرتا ہوں (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۶۳) تو جب ایک عام اللہ کے ولی کے ساتھ عداوت رکھنے والے پر اللہ تعالیٰ اس قدر غضب ناک ہو رہے ہیں کہ اس کے ساتھ جنگ پر آمادہ ہیں تو یہ ذوات مقدسہ یعنی اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام جو کہ صرف ولی ہی نہیں بلکہ ولی گر ہیں۔ کیونکہ ان کی نسبت، وابستگی اور محبت و اطاعت سے تو ولایت ملتی ہے اور جنت مقام ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (توبہ آیت ۱۰۰) یعنی جنہوں نے مہاجرین اور انصار کی خوبی کے ساتھ پیروی کی ان سے اللہ راضی ہو گیا اور



وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور ان کے لئے جنتیں تیار کی گئی ہیں جن کے نچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے ان محور و محزن و جان اولیاء اور مطاع اولیاء ہستیوں سے بغض و عناد رکھنے والے پر اللہ تعالیٰ کس درجہ ناراض ہوگا۔ ان مہاجرین میں جناب علی المرتضیٰ، سیدہ خاتون جنت اور دیگر آپ کے افراد خانہ اور جناب ابو بکر صدیق۔ جناب عمر فاروق جناب عثمان غنی ذوالنورین اور آپ کے دیگر سینکڑوں صحابہ کرام بھی شامل ہیں اور انصار بھی تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی تھے۔ اس طرح یہ آیت کریمہ اور یہ احادیث مقدسات اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ہی کی فضیلت و عظمت پر مشتمل ہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے بیان فرمایا۔ جس خوش نصیب نے ایمان کے ساتھ میری زیارت کر لی اس کو دوزخ کی آگ چھو بھی نہیں سکتی (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۶، مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۶) ایک مقام پر جناب رسول اللہ ﷺ نے بغض صحابہ کے فتنے کا ذکر فرماتے ہوئے علمائے وقت کو تنبیہ فرمائی۔ فرمایا۔ جب فتنے ظاہر ہو جائیں اور میرے صحابہ کو برا بھلا کہا جانے لگے تو علماء پر لازم ہے کہ وہ صحابہ کرام کے فضائل و مناقب اور ان کے دشمن کے متعلق شرعی وعیدوں کو بیان کریں اور جس عالم نے ایسا نہ کیا اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔ اللہ تعالیٰ اس عالم کا نہ کوئی فرض قبول فرمائے گا اور نہ کوئی نفل۔ (صواعق محرقة صفحہ ۳) یہاں صرف معروف علماء ہی نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو اہل بیت اطہار (یہ بھی اکابر صحابہ ہیں) اور دیگر صحابہ کرام کے فضائل و مناقب سے واقف ہو اور عوام الناس کو ان کے فضائل و مناقب سے آگاہ نہ کرے اور ان مقدس ہستیوں کے ساتھ بغض و عداوت کے متعلق



جو شرعی وعیدیں ہیں وہ بیان نہ کرے تو یہ سب لوگ بھی اس وعید میں داخل ہوں گے۔ ایک دفعہ جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا لوگو۔ (جناب) ابوبکر (جناب) عمر (جناب) عثمان اور (جناب) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے متعلق ہمیشہ اچھی بات کہا کرو۔ ان کے متعلق کبھی بھی کوئی بدزبانی نہ کرنا (دارقطنی جلد ۲ صفحہ ۵۵) ایک دفعہ جناب رسول کریم ﷺ اپنی مسجد شریف میں رونق افروز تھے اور کچھ صحابہ کرام بھی بارگاہ محبوبی میں حاضر خدمت تھے کہ آپ فرمانے لگے ”اب تمہارے پاس ایک جنتی شخص آنے والا ہے چنانچہ ابوبکر صدیق آئے پھر آپ نے فرمایا۔ اب پھر تمہارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا۔ تو جناب عمر فاروق آئے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اب ایک اور جنتی شخص تمہارے پاس آئے گا۔ پھر آپ نے دعا کی۔ اے میرے اللہ تو اگر چاہے تو اب علی آجائیں چنانچہ جناب علی المرتضیٰ اندر داخل ہوئے (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۵، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۵۷ وغیرہ) اس حدیث شریف سے جناب مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب شریف بھی ظاہر ہوا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل و عطا سے یہ بھی معلوم تھا کہ اب کون آئے گا اور یہ بھی معلوم تھا کہ آنے والا جنتی ہوگا۔ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ کارزار بدر میں اے علی لڑائی میں تیرا معاون جبریل تھا اور اے ابوبکر صدیق اس جنگ میں تیرا معاون میکائیل تھا (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۶، مستدرک جلد ۳ صفحہ ۶۸، طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۲۴ وغیرہ) اس حدیث شریف سے جہاں جناب ابوبکر صدیق اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ملائکہ کا ساتھی اور مقبول بارگاہ الہی ہونا ثابت ہوا وہاں یہ بات بھی واضح ہوئی کہ جناب رسول اللہ



ﷺ جناب ابو بکر کو ”صدیق“ کہہ کر ذکر فرما رہے ہیں اور کوئی بھی شخص اپنے کسی دشمن کو اتنے بڑے لقب یعنی ہمیشہ سچ بولنے والا اور ہر سچ کو بدل و جان ماننے والا سے کبھی بھی یاد نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ اور اہل بیت کی دشمنی یا ر لوگوں کے تراشیدہ و خراشیدہ من گھڑت افسانے ہیں ورنہ ان مقدس ہستیوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا وہ تو ہمیشہ ایک دوسرے کے مدد و معاون اور محافظ بن کر رہے اور ایک دوسرے کی حد درجہ محبت و تعظیم کرتے تھے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب ابو بکر کا لقب ”صدیق“ صرف آج ہی نہیں بلکہ زمانہ نبوت میں بھی اکابر صحابہ کی زبان پر جاری تھا۔ کیوں نہ ہو جب کہ یہ لقب آپ کو بارگاہِ رحمۃ للعالمین سے ملا تھا۔

### اصحاب بدر کی فضیلت

ایک مرتبہ آپ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اے بدر میں شامل ہونے والے صحابیو۔ جو چاہو کرو یقیناً تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۰۲، صفحہ ۹۲۶، صفحہ ۱۰۲۶، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۵، مشکوٰۃ ۵۶۹ وغیرہ) اور بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۵،۴ کے مطابق حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اہل بدر میں سے ہیں۔

### اصحاب الشجرہ کی فضیلت

ایک مرتبہ آپ نے بیعت رضوان والے اصحاب شجرہ کے متعلق ارشاد فرمایا۔ اے حدیبیہ کے مقام پر درخت کے نیچے مجھ سے بیعت کرنے والو تم آج کے تمام زمین والے ایمان والوں سے افضل اور بہتر ہو (بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۹۸، مسلم جلد ۲



صفحہ ۱۲۹، مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۰ وغیرہ) ایک مرتبہ فرمایا جس شخص نے درخت کے نیچے مجھ سے بیعت کی ہے وہ ہرگز دوزخ میں نہیں جاسکتا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان ذوات مقدسہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (فتح آیت ۱۰) یعنی اے محبوب ﷺ جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں اور ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (فتح آیت ۱۸) یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ان ایمان والوں سے جو درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے اس آیت سے اولاً تو یہ ثابت ہوا کہ یہ بیعت کرنے والے تمام کے تمام سچے اور پکے مومن تھے اور ثانیاً یہ کہ اللہ تعالیٰ ان تمام صحابہ کرام سے راضی ہو چکا ہے لہذا انتہائی بد بخت اور قرآن کا منکر ہو گا وہ شخص جو ان صحابہ کرام سے اب بھی ناراض رہے اور چونکہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اصحاب شجرہ میں داخل ہیں لہذا بیعت رضوان والے صحابہ کرام کے متعلق جو جو فضائل اللہ اور اللہ کے رسول نے بیان فرمائے ہیں آپ بھی ان تمام فضائل کے حامل ہیں بعض منکرین شان مصطفیٰ اس واقعہ کے تحت کہتے ہیں کہ اگر حضور کو علم غیب ہوتا تو آپ یہ بیعت نہ لیتے بلکہ فرمادیتے کہ مطمئن رہو حضرت عثمان شہید نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کی نسبت ہی اپنی طرف فرمائی ہے کہ جو ہوا ہے میری رضا سے ہوا ہے لہذا اس واقعہ کی نسبت سے جس کسی نے کوئی اعتراض کرنا ہے وہ مجھ پر کرے۔

عشرہ مبشرہ کی فضیلت



ایک دفعہ جناب رسول کریم ﷺ نے دس صحابہ کرام کا نام لے کر انہیں جنت کی بشارت عطا فرمائی (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۶، ابن ماجہ صفحہ ۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۵، مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۱۸۸، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۸، صواعق محرقہ صفحہ ۷۸ وغیرہ) اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان خوش نصیب (عشرہ مبشرہ) دس صحابہ کرام میں شامل ہیں جنہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت عنایت فرمادی تھی۔ نیز خصائص نسائی حدیث ۲۴، ۲۵، ۲۹، ۳۰ میں بھی بیان کیا گیا ہے اے علی خدا تجھے بخش چکا ہے۔ سبحان اللہ۔

### سسرالی رشتہ کی فضیلت

نیز فرمان مصطفوی ہے کہ ہر ایک خونی اور سسرالی رشتہ (قیامت کو) ختم ہو جائے گا۔ البتہ میرے ساتھ خونی اور سسرالی رشتہ قیامت کو بھی قائم رہے گا (بیہقی جلد ۷ صفحہ ۶۴، صواعق محرقہ صفحہ ۱۵۷) ایک مرتبہ ارشاد فرمایا لوگو میرے صحابہ کرام، میرے سسرال اور میرے دامادوں کے معاملہ میں میرا لحاظ کرنا۔ ان میں سے کسی کو برا بھلا نہ کہنا۔ ان کے حقوق تسلیم کرنا۔ ان کی عزت کرنا دیکھو۔ ان میں سے کسی کو تم ایذا نہ دینا۔ یہ وہ جرم ہے جس کا وہ روز قیامت تم سے مطالبہ کریں گے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بالکل معافی نہیں ہوگی (خطبات محمدی جلد ۳ صفحہ ۴۵) تو جناب ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور اکرم ﷺ کے داماد ہیں۔ حضور کی سب سے بڑی شہزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی زوجیت میں تھیں اور جناب عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور اکرم ﷺ کے داماد ہیں کیونکہ حضور کی دو شہزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما یکے بعد دیگرے



آپ کے نکاح میں آئیں۔ اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے یعنی دونوروں والا۔ اور دونوروں سے مراد حضور کی دونوں شہزادیاں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور کے داماد ہیں۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی سب سے چھوٹی شہزادی سیدہ خاتون جنت آپ کے نکاح میں تھیں اور شیعہ سنی معتبر کتابوں سے آپ کی چار صاحبزادیاں ثابت ہیں بلکہ قرآن پاک سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آپ کی صاحبزادیاں دو سے زیادہ تھیں۔ دیکھیں سورۃ احزاب آیت نمبر ۵۹ اور جناب سیدنا صدیق اکبر اور جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور کے سر ہیں کیونکہ ان کی صاحبزادیاں جنابہ عائشہ اور جنابہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اکرم ﷺ کی بیویاں اور فرمان خداوندی کے مطابق تمام مومنوں کی مائیں ہیں۔

### اعتراض

اگر جناب رسول کریم ﷺ کی صاحبزادیاں واقعی چار تھیں تو پھر مباہلہ میں چاروں کیوں شریک نہیں ہوئیں۔ وہاں تو صرف خاتون جنت ہی گئی تھیں؟

### جواب

یہ بات تو معتبر شیعہ سنی روایات سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ باقی۔ مباہلہ کے وقت اکیلی خاتون جنت اس لئے گئی تھیں کہ باقی تین صاحبزادیاں اس واقعہ سے پہلے وفات پا چکی تھیں۔ سیدہ رقیہ کا انتقال ۲ھ کو غزوہ بدر کے بعد ہو گیا تھا۔ اور سیدہ زینب کا انتقال ۸ھ میں اور سیدہ ام کلثوم کا انتقال ۹ھ میں ہو چکا تھا اور واقعہ مباہلہ ۱۰ھ میں پیش آیا تھا۔ اس



وقت سیدہ خاتون جنت کے علاوہ آپ کی اور کوئی صاحبزادی زندہ موجود ہی نہیں تھی شرکت چہ معنی دارد؟ فافہموا یا اولو الالباب .

## اعتراض

اگر حضور اکرم ﷺ کی چار صاحبزادیاں ہیں تو ان سب کا مرتبہ و مقام ایک جیسا کیوں نہیں ہے خاتون جنت کا مرتبہ و مقام کیوں بلند ہے؟

## جواب

ایک ہی ماں باپ کی اولاد مرتبہ و مقام میں مختلف ہو سکتی ہے۔ مثلاً حضرت علی بھی چار بھائی تھے۔ ۱۔ طالب۔ جن کی وجہ سے آپ کے والد نے ابو طالب کنیت رکھی۔ ۲۔ عقیل۔ ۳۔ جعفر طیار۔ ۴۔ حضرت علی۔ کیا ان چاروں بھائیوں کا مرتبہ و مقام ایک جیسا ہے؟ اور اگر مراتب میں فرق ہے تو کیا باقی تینوں بھائیوں کا انکار کر دیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ مراتب بے شک جدا جدا ہیں لیکن بھائی آپ چار ہی ہیں۔ اسی طرح بے شک حضور اکرم ﷺ کی شاہزادیوں کے مقامات بھی مختلف ہیں۔ لیکن یہ چاروں صاحبزادیاں حضور کی اپنی حقیقی صاحبزادیاں تھیں اور چاروں کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور سیدہ فاطمہ کے مرتبہ و مقام کے زیادہ ہونے کا ایک ظاہری سبب یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت و پرورش اعلان نبوت کے بعد ہوئی تھی۔ تو خلفاء اربعہ میں سے دو ہستیاں یعنی حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی دامادی کے شرف سے مشرف ہیں اور دو ہستیاں یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے سر ہیں۔ لہذا



اس حدیث کی روشنی میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ”خلفاء اربعہ اور ازواج مطہرات کے مرتبہ و مقام کو ماننے والا ہی ایمان دار اور جنتی ہے اور ان ذوات مقدسہ میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنے والا۔ اللہ کے رسول کو ایذا دینے والا۔ پکالغنتی اور یقینی جہنمی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔“

### حضرت علی اور نسل مصطفیٰ

ایک حدیث میں آپ نے کائنات سے انوکھا اور نرالا فرمان جاری فرما کر جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک اور وجہ سے ایک خصوصی شرف بخشا۔ فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ نَبِيٍّ فِيْ صُلْبِهِ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ ذُرِّيَّتِيْ فِيْ صُلْبِ عَلِيٍّ (طبرانی جلد ۱، صواعق محرقہ صفحہ ۲۴، اسعاف الراغبین صفحہ ۱۴۴) یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس کی اپنی پشت سے پیدا فرمائی۔ لیکن میری اولاد پیارے علی کی پشت سے جاری ہوگی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بیان فرمایا ہے حالانکہ آپ کا باپ تو تھا ہی نہیں تو آپ کی نسل بھی آپ کی والدہ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی طرف سے ہی شمار ہوئی (انعام آیت ۸۶)۔ جناب سرور کائنات ﷺ کی اتنی محبت دیکھ کر اور آپ کی محبت بھری دعائیں قبول فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ بھی جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت فرماتا تھا اس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے بھی محبوب بن گئے تھے۔

علی احب الخلق



ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک بھنا ہوا پرندہ پیش کیا گیا۔ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے عرض کی۔ اَللّٰهُمَّ اَتِنِنِيْ بِاِحْبَابِ خَلْقِكَ اَلَيْكَ يَا كُلُّ مَعِيَ هَذَا الطَّيْرُ فَجَاءَهُ عَلِيٌّ يَا كُلُّ مَعَهُ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۶، خصائص نسائی حدیث ۹، سیرۃ العلویہ جلد ۳ صفحہ ۲۱۴) اے میرے اللہ جو مخلوق میں سے تجھے زیادہ پیارا ہے اسے میرے پاس بھیج دے تاکہ وہ میرے ساتھ مل کر اس پرندے کا گوشت کھائے۔ چنانچہ جناب علی المرتضیٰ آپ کے پاس حاضر ہو گئے اور آپ کے ساتھ مل کر گوشت کھایا۔ سبحان اللہ

### علی فاتح خیبر

اسی طرح غزوہ خیبر کے وقت آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ لَاُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدَارًا جَلًّا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ يَدِيهِ يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ... فَقَالَ ادْعُوَالِي عَلِيًّا (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۶، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸، خصائص نسائی حدیث ۱۰، ۱۴، ۱۵، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴، ابن ماجہ صفحہ ۱۲، مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۳۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۶۳، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۵، صواعق محرقة صفحہ ۱۲۱) انشاء اللہ تعالیٰ کل میں ایک شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتا ہے اور اس کے ہاتھ سے فتح بھی ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ نے جناب علی المرتضیٰ کو بلا کر انہیں جھنڈا عنایت فرمایا۔ اس وقت آپ کو آشوب چشم تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے آپ کی آنکھوں میں لعاب دہن شریف لگایا تو آپ کی آنکھیں اسی وقت ٹھیک ہو گئیں اور آپ فرماتے ہیں خدا کی قسم مجھے احساس بھی نہ رہا کہ میری آنکھوں میں کبھی تکلیف



ہوئی بھی تھی۔ (خصائص نسائی)۔ سبحان اللہ۔ اس حدیث سے جہاں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنا اور ان کے احکام کا مکمل واکمل طور پر متبع ہونا ثابت ہوا وہاں یہ بھی واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ بھی ان سے محبت فرماتے ہیں اور وہ جھنڈا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چادر مبارک کا بنایا گیا تھا (سیرۃ النبی شبلی جلد ۱ صفحہ ۳۲۸)

### نکاح سیدہ باحیدر کرار

اللہ اور اس کے رسول کو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتنی محبت ہے کہ یہ دونوں ہستیاں ہی جناب مولا علی کی بہی خواہی فرماتی ہیں۔ مثلاً جب سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رشتے کی بات چلتی ہے تو بڑے بڑے جلیل القدر صحابی طلب شرف کرتے ہیں لیکن آپ خاموش ہیں جیسے کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب جناب ابوبکر صدیق اور جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مجبور کرنے پر جناب علی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے ہیں اور چونکہ اس گھر میں بیٹوں کی طرح پرورش پائی تھی اس لئے سرکار کے سامنے حاضر ہو کر بھی مدعا پیش کرنے کی جرأت نہیں ہوتی بلکہ خاموشی سے سر جھکا کر بیٹھ جاتے ہیں لیکن سرور دو عالم آپ کو دیکھ کر کھل اٹھتے ہیں اور اپنی نازک و لطیف پنکھڑیوں کو جنبش دیتے ہیں فرمایا۔ **يَا عَلِيُّ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَزُوجَكَ فَاطِمَةَ وَإِنِّي قَدْ زَوَّجْتُكَمَا** (نور الابصار صفحہ ۵۳، صنواعق محرقہ صفحہ ۱۲۲ وغیرہ) یعنی اے علی بڑے بڑے معزز رشتے آرہے تھے لیکن میں خاموشی سے تیری آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں اپنی پیاری شہزادی کا نکاح تجھ سے کر دوں۔ لہذا حکم خداوندی اور رضائے



محمدی کے مطابق میں پیاری فاطمہ کا نکاح تجھ سے کرتا ہوں۔ دنیا کا رواج ہے کہ لڑکی اور لڑکے کے والدین برسوں کہاں کہاں کی خاک چھانتے ہیں تاکہ کوئی مناسب رشتہ مل سکے۔ آپ سوچیں کہ کائنات میں اس سے زیادہ موزوں رشتہ اور کون سا ہوگا جو اللہ تعالیٰ علیم وخبیر طے فرما رہا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے رسول لڑکی والے بھی ہیں اور وہی لڑکے والے بھی ہیں اور دنیا میں جناب رسول اللہ ﷺ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ یہ دوسرا رشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے کیا جا رہا ہے۔ قربان جائیں۔ ان ہستیوں کے جن کے رشتے اللہ تعالیٰ طے فرماتا ہے۔ سبحان اللہ دوسرے دن حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور ایک پیالے میں تھوڑا سا پانی لیا اس پر کچھ پڑھا۔ اور پہلے حضرت علی کے چہرے، سینے اور بازوؤں پر یہ پانی چھڑکا پھر سیدہ فاطمہ کے چہرے، سینے اور بازوؤں پر بھی یہی پانی چھڑکا اور فرمایا۔ قَدْ اُنْكَحْتُكَ اَحَبَّ اَهْلِ بَيْتِي اِلَيَّ (خصائص نسائی حدیث ۱۲۴) اے بیٹی میں نے اپنے خاندان میں سے اپنے سب سے زیادہ پیارے شخص سے تیرا نکاح کیا ہے۔

### سیدہ کے جہیز کا مسئلہ

چونکہ حضرت علی بھی حضور اکرم ﷺ ہی کے زیر کفالت تھے اور آپ کے پاس نہ کوئی اپنا علیحدہ مکان تھا اور نہ ہی کوئی سامان۔ اس لئے شادی کے بعد رخصتی تو حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں ہوئی۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے ایک انصاری سے اپنے مکان کے ساتھ ملحقہ ایک مکان خریدنا چاہا مگر اس نے ویسے ہی نذر کر دیا تو آپ نے حضرت علی اور سیدہ فاطمہ کو اپنے ساتھ والے ہی اس



مکان میں علیحدہ کر دیا۔ اور ان کی فوری ضرورت کے مطابق انہیں ایک بستر، دو پیالے، دو چکی کے پاٹ، ایک مشکیزہ، ایک بڑی چادر، ایک تکیہ اور ایک مصلیٰ عطا فرمادیا بعض لوگ اس سامان کو ”جہیز“ کا نام دیکر اپنے لئے اس لعنت کا جواز بناتے ہیں یا درہے یہ جہیز نہیں تھا بلکہ چونکہ دونوں شخصیتوں کے آپ ﷺ ہی سر پرست اور کفیل تھے لہذا جب انہیں علیحدہ کیا تو انہیں علیحدگی کا کچھ سامان بھی دے دیا اور قرآن و حدیث میں تو جہیز کا نام تک بھی موجود نہیں ہے پھر اپنا مطلب نکالنے کے لئے ان پاک ہستیوں کے ساتھ اس ناپاک ہندوانہ رسم کو کیوں منسوب کیا جاتا ہے تفصیل کے لئے دیکھیں ”جہیز کا فلسفہ اسلام کی روشنی“ میں ماہنامہ نور اسلام شرقپور شریف مارچ ۲۰۰۱ء۔ وما علی الا البلاغ۔

### مولانا علی سے سرگوشی

غزوہ طائف کے دن جناب رسول خدا ﷺ نے جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علیحدہ بلایا اور دیر تک ان سے کچھ سرگوشی فرماتے رہے بعد میں صحابہ نے عرض کی ”لَقَدْ طَالَ نَجْوَاهُ مَعَ ابْنِ عَمِّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَنْتَ جَيْتُهُ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَنْتَجَاهُ“ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۶ وغیرہ) یعنی حضور آج تو آپ نے اپنے چچا کے بیٹے سے بہت لمبی سرگوشی فرمائی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں ان کے ساتھ خود سے سرگوشی نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ میں ان سے علیحدگی میں بات کروں۔ سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے مشیر خاص تھے اسی طرح کا ایک واقعہ خصائص نسائی حدیث صفحہ ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲ میں بھی مذکور ہے۔



## جناب علی کی واپسی کی دعا

ایک مرتبہ جناب رسول خدا ﷺ نے ایک اسلامی لشکر کو کسی مہم پہ روانہ کیا اور جناب شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ان کے ساتھ روانہ کیا۔ جب لشکر روانہ ہو گیا تو آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھادیے ”اللَّهُمَّ لَا تَمُتْنِي حَتَّى تُرِينِي عَلِيًّا“۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۵، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴) یعنی اے میرے اللہ (علی کو بخیر و عافیت جلد واپس لانا اور) مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ میں علی کو نہ دیکھ لوں۔ سبحان اللہ

## جناب علی۔ نبی کریم کے بھائی

ہجرت مدینہ کے بعد جب رحمۃ اللعلمین ﷺ نے مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی تو آپ ایک مہاجر کو پکڑتے اور ایک انصاری کو اور فرما دیتے جاؤ تم آج سے بھائی بھائی ہو چنانچہ وہ انصاری صحابی اپنے مہاجر بھائی کو ساتھ لے کر گھر جاتا اور اپنے گھر کا آدھا مال اس کے سپرد کر دیتا یا اس کو اپنے مال میں شریک کر کے اس کو اپنے ساتھ رکھ لیتا۔ اسی طرح آپ نے تمام مہاجرین کو کسی نہ کسی انصاری کے ساتھ بھیج دیا۔ صرف جناب علی المرتضیٰ باقی رہ گئے۔ فَجَاءَ عَلِيٌّ تَدْمُعُ عَيْنَاهُ فَقَالَ أَخِيَّتَ بَيْنَ أَصْحَابِكَ وَلَمْ تُوَاخِ بَيْنِي وَبَيْنَ أَحَدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۶، خصائص نسائی حدیث ۶۵، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۳۰۲، ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۷، کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۸ وغیرہ) تو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روتے ہوئے عرض کی۔ آقا آپ نے تمام مہاجر



صحابہ کی انصار صحابہ سے مواخات کرادی ہے لیکن کسی انصاری کے ساتھ میرا بھائی چارہ نہیں کروایا (کیا میں اکیلا اور بے یار و مددگار رہی رہوں گا تو سرکار نے محبت کے ساتھ پیارے علی کو سینے سے لگالیا اور) فرمایا اے علی تو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی میرا بھائی ہے (جب میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرا مددگار و غمگسار ہوں تو تجھے کسی اور کی کیا ضرورت) جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بھائی بندی پر اتنا ناز تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ اَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَ أَخُوْرَ سُوْلِهِ لَا يَقُوْلُهَا أَحَدٌ غَيْرِي إِلَّا كَذَابٌ (تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۳۳۷) یعنی میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کے رسول اکرم ﷺ کا بھائی ہوں دنیا میں میرے علاوہ اور کوئی بھی اپنے آپ کو رسول اللہ کا بھائی نہیں کہہ سکتا اور اگر کوئی یہ دعویٰ کرے گا تو وہ کذاب ہوگا۔

### جناب علی صاحب لواء

اور جناب رسول اللہ ﷺ پیارے علی کے اس تعلق کو حشر میں بھی قائم رکھیں گے اور وہاں بھی انہیں اپنے ساتھ رکھیں گے چنانچہ فرمان مصطفوی ہے۔ اے علی قیامت کے دن سب سے پہلے بارگاہ خداوندی میں حاضر کیا جاؤں گا اور میں عرش الہی کے دائیں طرف کھڑا ہوں گا (بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھالے گا) (تفسیر قرطبی) پھر مجھے سبز رنگ کا جنتی جوڑا پہنایا جائے گا۔ پھر باقی انبیاء کو بلایا جائے گا اور انہیں بھی سبز رنگ کے جنتی جوڑے پہنائے جائیں گے اور حساب کے لئے سب سے پہلے میری امت کو بلایا جائے گا اور میری امت میں سے میری قرابت اور میری بارگاہ میں تیرے مقام کی وجہ سے اے علی پہلے تجھے بلایا جائے گا اور میں اپنا ”لواء الحمد“ (حمد والا جھنڈا) تجھے پکڑا دوں گا۔ اور تمام انبیاء کرام



اور دیگر اللہ کی تمام مخلوق روز قیامت میرے اس جھنڈے کے سائے تلے ہوگی۔ یعنی قیامت کو بھی سرورِ دو عالم ﷺ کے ”صاحبِ لواء“ جناب حیدر کرار ہی ہوں گے (تذکرۃ الخواص صفحہ ۲۱) سبحان اللہ۔

## علی۔ نائب رسول

غزوہ تبوک کی روانگی کے وقت جناب رسول اللہ ﷺ نے جناب علی المرتضیٰ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب بنا کر وہیں رہنے کا حکم فرمایا تو منافق اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دشمن کہنے لگے کہ حضور اکرم ﷺ (حضرت) علی سے ناراض ہیں اس لئے آپ کو ساتھ لیکر نہیں گئے جب آپ نے یہ بکواسات سنیں تو آپ ہتھیار باندھ کر لشکر اسلام کے پیچھے دوڑ پڑے اور جلد ہی لشکر سے مل گئے اور جا کر حضور کی سواری کی لگام پکڑ لی اور روتے ہوئے عرض کی حضور میں بھی ضرور ساتھ جاؤں گا براہ کرم اجازت عطا فرمادیں لیکن حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ نہیں واپس جاؤ اور میری واپسی تک تم مدینہ منورہ میں میرے نائب ہو (خصائص نسائی حدیث صفحہ ۴۵) تو جناب علی المرتضیٰ نے عرض کی حضور کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں (کہ جنگ کے وقت بزدلوں کی طرح گھر بیٹھ رہوں) تو حضور نے فرمایا۔ **الْأَرْضُ ضِيَّ أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي** (بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۳۳، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۷۸، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴، ابن ماجہ صفحہ ۱۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۶۰، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۵، خصائص نسائی حدیث ۲۳، ۱۰) وغیرہ۔ یعنی اے علی کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تو میری عدم موجودگی میں اس طرح میرا نائب ہو جس طرح جناب موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے



کے وقت ان کی قوم میں ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام ان کے نائب ہوئے تھے۔ البتہ حضرت ہارون تو نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ واپس تشریف لائے تھے تو حضرت ہارون کی یہ نیابت ختم ہوگئی ایسا ہی جب حضور غزوہ سے واپس تشریف لائے تو جناب علی کی نیابت بھی ختم ہوگئی تھی۔ قائم مقام افسر۔ اصلی افسر کے آنے تک ہی ہوتا ہے نیز حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی انتقال فرما گئے تھے اور حضرت موسیٰ کا انتقال ان سے چالیس سال بعد ہوا تھا۔ اس لئے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ نہیں بنے تھے اس لئے ”بمنزلة ہارون من موسیٰ“ سے خلافت علی بلا فصل پر دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔

### ایک وضاحت

نیز اس جنگ میں حضرت علی کا رسول خدا ﷺ کے حکم سے شامل نہ ہونا ایک اور مسئلہ بھی حل کرتا ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حکم رسول سے غزوہ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے اگر جناب عثمان کے غزوہ بدر میں شامل نہ ہونے پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے تو پھر یہی اعتراض جناب علی المرتضیٰ پر غزوہ تبوک میں شامل نہ ہونے پر بھی ہوگا۔ حضرت عثمان کو مدینہ طیبہ میں اپنی زوجہ اور حضور کی سگی بیٹی سیدہ رقیہ کی تیمارداری کے لئے رہنے کا حضور نے ہی حکم فرمایا تھا بلکہ ان کے لئے جہاد بدر کے ثواب اور مال غنیمت کے حصے کا بھی اعلان فرمایا تھا۔ جو کہ غزوہ تبوک کے وقت جناب علی کے لئے نہیں کیا گیا۔ بہر حال اس معاملے میں نہ جناب علی المرتضیٰ پر کوئی الزام آ سکتا ہے اور نہ جناب عثمان ذوالنورین پر۔ کیونکہ جو جہاد میں شامل



ہوئے ہیں وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہیں اور جو اللہ کے رسول کے حکم سے پیچھے رہ گئے ہیں وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی میں ہیں اور فرمان نبوی کے مطابق انہیں گھر بیٹھے بھی جہاد کا ثواب ملے گا۔

علی۔ ہر مومن کے ولی

ایک دفعہ آپ نے فرمایا ”إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيٌّ كُلِّ مُؤْمِنٍ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۶، تفسیر روح المعانی جلد ۶ صفحہ ۱۹۳، صواعق

محرقة، خصائص نسائی حدیث ۶۷) یعنی علی میرے ہیں اور میں ان کا ہوں اور علی ہر ایمان دار کا دوست اور مددگار ہے۔ ایک دفعہ لشکر اسلامی کو اللہ تعالیٰ نے ایک جنگ میں عظیم فتح عنایت فرمائی اور بہت مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا حضور اکرم ﷺ نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مال غنیمت میں سے خمس وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ آپ نے جا کر اس میں سے پانچواں حصہ علیحدہ فرمایا پھر اس میں سے اپنا حصہ علیحدہ کیا۔ آپ کے اس مال میں ایک لونڈی بھی تھی جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہی وہ لونڈی اپنے تصرف میں لے لی۔ اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ پانچواں حصہ نکال کر حضور کے پاس لے جاتے پھر حضور جو چاہتے آپ کو عطا فرماتے آپ نے خود سے خمس میں سے اپنا حصہ کیوں علیحدہ کر لیا ہے پھر حضور سے شکایت بھی کر دی تو آپ غضب ناک ہو گئے اور فرمایا۔  
مَا تَرِيدُونَ مِنِّي إِنْ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيٌّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِي (خصائص نسائی حدیث ۸۹، ۹۰) لوگو تم علی کے بارے میں کیا چاہتے ہو؟  
بیشک علی میرا ہے اور میں علی کا ہوں (یعنی آپ کا فیصلہ میرا ہی فیصلہ ہے لہذا ان پر



اعتراض کرنے کا تمہیں کو حق نہیں ہے انہوں نے جو کیا ہے صحیح کیا ہے) اور علی میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے (آقا و مولا ہے مددگار ہے اور مالک ہے) سبحان اللہ۔ ایک دفعہ جناب عمر فاروق نے جناب علی المرتضیٰ کو دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے کہا ان میں سے ایک حضرت علی سے فیصلہ کرانے سے انکار کرتا ہے تو  
 - فَوَيْبَ إِلَيْهِ عُمَرُو أَخَذَ بِتَلْبِيهِ وَقَالَ وَيْحَكَ مَا تَدْرِي مَنْ هَذَا؟ هَذَا  
 مَوْلَاكَ وَمَوْلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَوْلَاهُ فَلَيْسَ مُؤْمِنٌ (صواعق  
 محرقة صفحہ ۱۷۷) جناب عمر فاروق اس پر پل پڑے اس کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا۔ تو  
 جانتا نہیں یہ کون ہیں؟ یہ تیرے مولا ہیں بلکہ ہر ایماندار کے مولا ہیں اور جو ان کو اپنا  
 مولا نہیں مانتا وہ ایماندار ہی نہیں ہے سبحان اللہ۔ اس واقعے سے جناب علی المرتضیٰ  
 اور جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا باہمی تعلق اور جناب عمر فاروق رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کے دل میں جناب حید کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور عظمت کا بھی بخوبی  
 اظہار ہو رہا ہے بلکہ جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اپنے دور خلافت میں  
 یہ آرڈر دے رکھا تھا۔ لَا يَفْتِنَنَّ أَحَدٌ فِي الْمَسْجِدِ وَعَلِيٌّ حَاضِرٌ (الاستيعاب  
 جلد ۲ صفحہ ۴۷۵) کہ خبردار جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں  
 کوئی دوسرا شخص فتویٰ نہ دے۔ معلوم ہوا کہ وہ آپس میں رجاء پنہم کی مکمل تصویر تھے  
 اسی طرح ام المؤمنین جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول بھی ہے فرمایا۔ أَمَا  
 أَنَّهُ أَعْلَمُ النَّاسِ بِالسُّنَّةِ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۱، ریاض النضر ۵ جلد ۲ صفحہ ۲۵۵)  
 کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام لوگوں سے زیادہ حضور اکرم ﷺ کی  
 سنتوں کو جاننے والے ہیں۔ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے



- اَعْلَمُ اَهْلَ الْمَدِينَةِ بِالْفَرَائِضِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ (رياض النضر جلد ۲ صفحہ ۲۵۶، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱، ابن عساکر) یعنی مدینہ طیبہ میں وراثت کے مسائل کے سب سے زیادہ جاننے والے جناب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں  
فرمان علی - سلونی

ایک دفعہ خود جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان فرمایا تھا۔ سَلُونِي قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي فَإِنِّي لَا أَسْأَلُ عَنْ شَيْئٍ دُونَ الْعَرْشِ إِلَّا أَخْبَرْتُهُ (تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۳۳۸، تفسیر قرطبی جلد ۱ صفحہ ۳۵، کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۰۵، تفسیر روح البیان جلد ۲ صفحہ ۱۰۵ وغیرہ) یعنی۔ لوگو مجھ سے پوچھ لو (جو کچھ بھی پوچھنا چاہو) اس سے پہلے کہ میں نہ دنیا میں رہوں عرش کے نیچے جو کچھ بھی مجھ سے پوچھو گے میں تمہیں بتا دوں گا۔ اللہ اکبر۔ باب العلم میں علم مصطفیٰ کی جھلک کتنی واضح نظر آرہی ہے۔ اسی لئے سید التابعین حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو یزید پالید کے مدینہ منورہ پر حملہ کے وقت تین دن تک روضہ نبوی میں محصور رہے تھے اور ہر نماز کے وقت آپ قبر انور سے آذان اور اقامت کی آواز سنا کرتے تھے) (داری صفحہ ۲۵، مشکوٰۃ صفحہ ۵۳۸ وغیرہ) فرمایا کرتے تھے۔ لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ يَقُولُ سَلُونِي إِلَّا عَلِيًّا (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۷، رياض النضر جلد ۳ صفحہ ۲۶۲، صواعق محرقة صفحہ ۱۲۵) یعنی صحابہ کرام میں سے سوائے جناب علی المرتضیٰ کے کسی نے بھی ”سلونی“ یعنی مجھ سے جو چاہو پوچھ لو نہیں کہا۔

علم علی اور دعاء نبی



جناب علی المرتضیٰ کے اس تبحر علمی کی ایک وجہ وہ بھی ہے جو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بیان فرمائی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کا قاضی مقرر فرمایا تو میں نے عرض کی آقا۔ میں کم عمر اور نا تجربہ کار ہوں کس طرح فیصلے کیا کروں گا۔ فَضْرَبَ صَدْرِي بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اهْدِ قَلْبَهُ وَ ثَبِّتْ لِسَانَهُ فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ مَا شَكَّكَتُ فِي قَضَاءِ بَيْنِ اثْنَيْنِ

( تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۰، مستدک جلد ۳ صفحہ ۱۳۵، تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۳۳۷) تو جناب احمد مختار ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور دعا کی۔ اے میرے اللہ اس کے دل کو نور ہدایت سے منور فرما دے اور اس کی زبان کو حق پر قائم رکھنا۔ آپ فرماتے ہیں خدا کی قسم اس کے بعد مجھے کبھی بھی کسی فیصلے میں کوئی شبہ نہ ہو۔ یعنی خدا کے فضل اور حضور اکرم ﷺ کی دعا کا صدقہ مجھ پر حق واضح ہو جاتا تھا۔

### فصاحت علی کی ایک اور وجہ

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تبحر علمی اور قوت حافظہ کا ایک اور سبب بھی بیان فرماتے ہیں فرمایا۔ ”جمع شدہ آب در وقت غسل زیر پلک ہائے دور گوناف آنحضرت دی لیسید و بر میداشت علی مرتضیٰ آں آب را بزبان خود فرمود وی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ازیں جا بود کثرت علم و قوت حفظ من (ما ثبت من السنہ صفحہ ۱۲۲، مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۲۳۹) جب آنحضرت ﷺ کو آخری غسل دیا گیا تو آپ کی پلکوں اور ناف مبارکہ کے گڑھوں میں تھوڑا تھوڑا پانی جمع ہو گیا تھا میں نے وہ چند قطرات چوس لئے اس وجہ سے میرے علم میں برکت اور حفظ میں قوت پیدا ہو گئی سبحان اللہ ایک حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ”أَنَا دَارُ



الْحِكْمَةِ وَعَلَىٰ بِأَبِهَا (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۶) یعنی میں حکمت اور دانائی کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں اس لئے آپ کو دل و جان سے اپنا آقا مولانا نے بغیر تفقہ فی الدین حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ فاعتر وایا اولوالابصار۔

### انامدینۃ العلم والی روایت

ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ اِنَامَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بِأَبِهَا (تہذیب التہذیب جلد ۸ صفحہ ۳۳۷، تذکرۃ الخواص صفحہ ۲۸، طبرانی، تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۰، صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۲، مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ محدث حاکم نے اسے صحیح کہا ہے، مناقب خلفاء راشدین صفحہ ۱۱۳، از نو اب صدیق الحسن خاں مفسر و محدث اہل حدیث، علامہ ملا علی قاری صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ نے اپنی کتاب ”موضوعات کبیر صفحہ ۲۷“ پر لکھا ہے کہ ”اِنَامَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بِأَبِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِي جَامِعِهِ“ یعنی اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی کتاب ”جامع ترمذی“ میں نقل کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آج کی موجودہ ”جامع ترمذی“ میں اگر یہ الفاظ موجود نہیں ہیں تو ان الفاظ کو آج جامع ترمذی سے نکال دیا گیا ہے علامہ ملا علی قاری کے زمانہ میں جامع ترمذی میں یہ الفاظ موجود تھے تبھی آپ نے جامع ترمذی کے حوالے سے اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ بھی خارجیوں کی ستم ظریفی ہے نیز علامہ ملا علی قاری اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کے متعلق مختلف اقوال نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وَوَأَقْضَاهُ الذَّهَبِيُّ وَغَيْرُهُ عَلَىٰ ذَالِكَ ... وَسُئِلَ عَنْهُ الْحَافِظُ الْعَسْقَلَانِيُّ فَأَجَابَ بِأَنَّهُ حَسَنٌ ... لَأَمْوُضُوعٌ .. ذَكَرَهُ الْيَسُوطِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ أَبُو سَعِيدٍ الْعَلَّانِيُّ الصَّوَابُ أَنَّهُ حَسَنٌ بِإِعْتِبَارِ طَرُقِهِ ... لَا ضَعِيفٌ



فَضْلًا عَنْ أَنْ يَكُونَ مَوْضُوعًا ... (موضوعات کبیر صفحہ ۲۸، تعقبات جوزی صفحہ ۶۹) یعنی علامہ ذہبی نے اس حدیث کو موقوف کہا ہے۔ نیز علامہ سیوطی نے نقل کیا ہے کہ شارح بخاری محدث حافظ ابن حجر عسقلانی سے اس روایت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ روایت حسن ہے موضوع ہونا تو دور کی بات ہے یہ ضعیف بھی نہیں ہے یہ تھے علامہ ملا علی قاری کے اس حدیث کے متعلق نقل کئے گئے چند اقوال۔ آگے آپ خود فیصلہ کر لیں جس روایت کو امام ترمذی نے صحاح ستہ کی کتاب ترمذی شریف میں نقل کیا تھا جس روایت کو بخاری شریف کے شارح ”حسن“ کہہ رہے ہیں۔ جس روایت کو محدثین موضوع تو کجا۔ ضعیف بھی نہیں سمجھتے اس کو فضائل کے باب میں نقل کرنے اور اس کو ماننے میں کیا سقم ہے۔ ہاں اگر کوئی بغض اہل بیت کو تحقیق بتائے تو ایسی تحقیق کی اسلام اور اہل اسلام کے نزدیک کوئی وقعت نہیں ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے ”حدیث علی اخرجہ الترمذی والحاکم و حدیث ابن عباس اخرجہ الحاکم والطبرانی و حدیث جابر اخرجہ الحاکم (تعقبات جوزی صفحہ ۶۹) کہ یہ حدیث تین صحابہ سے مروی ہے یعنی حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان میں سے حضرت علی کی روایت کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے اور محدث حاکم نے مستدرک میں بھی نقل کیا ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت کو حاکم نے مستدرک میں بھی نقل کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کو حاکم نے مستدرک میں اور طبرانی نے معجم میں نقل کیا ہے اور حضرت جابر والی روایت کو صرف امام حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے۔ امام جلال



الدین سیوطی کے اس بیان سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ الفاظ حدیث ”اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا“ امام سیوطی کے وقت بھی ترمذی شریف میں موجود تھے بعد میں نکالے گئے ہیں۔ بہر حال اس مختصر سی وضاحت سے ثابت ہوا کہ یہ صحاح کی حدیث ہے اسے امام ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں بھی درج کیا تھا جو کہ بعد میں نکال دیا گیا اور یہ حدیث شارح بخاری اور کئی اور محدثین کے نزدیک ”حدیث حسن“ ہے اور اس حدیث کا ”موضوع“ ہونا تو دور کی بات ہے یہ حدیث ضعیف بھی نہیں ہے۔ فاعتبروا یا اولو الابصار۔ محدث ابن حجر مکی نے اس روایت کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے لکھتے ہیں۔ اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ اَبُو بَكْرٌ اَسَا سَهَا وَ عُمَرُ حَيْطَانُهَا وَ عُثْمَانُ سَقْفُهَا وَ عَلِيٌّ بَابُهَا (صواعق محرقة صفحہ ۳۴) یعنی جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں، ابو بکر اس کی بنیادیں ہیں عمر اس کی دیواریں ہیں، عثمان اس کی چھت ہے اور علی اس کا دروازہ ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (مسند دیلمی)

### زیارت علی۔ عبادت خدا

ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اَلنَّظْرُ اِلَيَّ وَجْهٌ عَلَيَّ عِبَادَةٌ (نور الابصار صفحہ ۸۹، کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۸، مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۴۶، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۶، صواعق محرقة صفحہ ۱۲۳، ریاض النضرہ جلد ۶ صفحہ ۲۹۱ وغیرہ)۔ یعنی پیارے علی (کرم اللہ وجہہ) کے مبارک چہرے کی طرف محبت اور عقیدت سے دیکھنا بھی عبادت ہے۔ سبحان اللہ۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ذِكْرُ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ



(۱۵۶) یعنی پیارے علی کا ذکر خیر کرنا بھی عبادت ہے۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں۔ کُنَّا نَعْرِفُ الْمُنَافِقِينَ نَحْنُ مَعْشَرُ الْأَنْصَارِ بِبُغْضِهِمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳، صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۲، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۰) یعنی ہم گروہ انصار منافقوں کو ان کے حضرت علی کے ساتھ بغض کی وجہ سے پہچان لیا کرتے تھے۔ یعنی صحابہ کرام حضرت علی کے ساتھ بغض رکھنے والے شخص کو منافق سمجھتے تھے اس سے صحابہ کرام کی جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کمال محبت کا ثبوت ملتا ہے۔

### جنت۔ علی کی طالب

ایک دفعہ جناب سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ اِلَى ثَلَاثَةِ عَلِيٍّ وَ عَمَارٍ وَ سُلْمَانَ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۰، مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۳۸، مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۰، صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۵) یعنی جنت تین آدمیوں کی خاص طور پر مشتاق ہے ان میں سے پہلے علی ہیں اور دوسرے عمار بن یاسر اور تیسرے سلمان فارسی ہیں (بے شک باقی تمام صحابہ بھی اپنے اپنے مقام کے لحاظ سے یکے اور یقینی جنتی ہیں)۔

### جناب علی نبی کے کندھوں پر

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا تم بیٹھو اور میں تمہارے کندھوں پر بیٹھتا ہوں اور کعبہ پر لگے ہوئے بتوں کو گرا دیں۔ چنانچہ میں بیٹھا اور آپ میرے کندھوں پر سوار ہو گئے جب میں اٹھا تو میں نے محسوس کیا کہ بار نبوت مجھ سے نہیں اٹھا سکتا آپ نے بھی میری



کمزوری محسوس فرمائی اور آپ اتر آئے پھر آپ بیٹھے اور فرمایا تم میرے کندھوں پر چڑھ جاؤ۔ میں آپ کے کندھوں پر چڑھ گیا جب آپ اٹھے تو قَالَ فَإِنَّهُ يُخَيَّلُ الَّتِي إِنِّي لَوَشِئْتُ لَنَلْتُ أَفْقَ السَّمَاءِ (مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۸۷) میں نے خیال کیا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کی بلندیوں کو چھوس سکتا ہوں۔ اللہ اکبر۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ حضور کے کندھوں پر سوار ہوئے اور آسمان کو چھونے لگے۔ تو حضور اکرم ﷺ کے اپنے مرتبہ و مقام کا کیا عالم ہوگا۔

### جناب علی کے لئے سورج کا پلٹنا

جناب ابو بکر صدیق کی بیوی اور سیدہ فاطمہ علیہا السلام کی خصوصی خادمہ حضرت اسماء بیان فرماتی ہیں کہ ظہر کی نماز کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ نے جناب علی المرتضیٰ کو کسی کام کے لئے کہیں بھیجا جب آپ واپس آئے تو رسول خدا عصر کی نماز پڑھ چکے تھے آپ حضرت علی کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمانے لگے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ آپ بیدار ہوئے تو پوچھا۔ علی کیا تم نے عصر کی نماز ادا کر لی ہے۔ انہوں نے عرض کی نہیں تو حضور اکرم ﷺ نے دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَ فِي طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ قَالَتْ اَسْمَاءُ فَرَايْتُهَا غَرَبَتْ ثُمَّ رَايْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ... ثُمَّ قَامَ عَلِيٌّ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ.

۹ زر قانی علی الماہب جلد ۵ صفحہ ۱۱۶، کتاب الشفاء جلد ۱ صفحہ ۱۱۸، الحاوی للفتاویٰ جلد ۱ صفحہ ۳۶۹، مشکل الآثار جلد ۴ صفحہ ۳۸۸، صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۸، تذکرۃ الخواص صفحہ ۴۹، تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۳۴۸) اے میرے اللہ علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا تو اس کے لئے سورج کو واپس لوٹا دے۔ چنانچہ جو سورج



غروب ہو گیا تھا وہ واپس آ گیا۔ جناب علی المرتضیٰ نے وضو کیا اور عصر کی نماز ادا کی پھر سورج غروب ہو گیا۔ <sup>باب</sup> مدینۃ العلم نے اپنی فرض پر بھی سرکار کی نیند کو ترجیح دی۔ نماز قضا کر لی لیکن حضور ﷺ کو نہ جگایا۔ اللہ اکبر۔ یہ ہے ایمان و ایقان صحابہ۔

تھا اوج پہ ستارہ جناب بو تراب کا زانو بنا تھا تکیہ رسالت مآب کا

### صحیح حدیث سے تائید

بعض لوگ اس واقعے کو خلاف عقل قرار دیتے ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں حالانکہ اس کی نظیر حدیث شریف میں موجود ہے کہ جناب یوشع بن نون جہاد کر رہے تھے سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا تو آپ نے سورج کو مخاطب کر کے کہا۔  
 اِنَّكَ مَأْمُورَةٌ وَاَنَا مَأْمُورٌ اَللّٰهُمَّ اَحْبِسْهَا عَلَيْنَا فَحَبَسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۴۰) کہ اے سورج تو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہے اور ہم بھی اللہ کے حکم سے جہاد کر رہے ہیں (اور ہم نے ابھی عصر کی نماز ادا کرنی ہے) پھر آپ نے دعا کی۔ اے اللہ تعالیٰ سورج کو ہمارے لیے یہیں روک دے اور یہ ابھی غروب نہ ہو چنانچہ سورج کے مقام پر اس وقت تک رکارہا جب کہ انہیں فتح نہیں ہو گئی اور انہوں نے فتح ہو جانے کے بعد مال غنیمت اکٹھا کیا پھر عصر کی نماز پڑھی پھر سورج غروب ہوا۔ امام شافعی اس واقعہ کو دلیل بنا کر فرماتے ہیں۔ مَا اُوتِيَ نَبِيٌّ مُّعْجَزَةٌ اِلَّا اُوتِيَ نَبِيٌّ نَظِيْرُهَا اَوْ اَبْلَغَ مِنْهَا وَقَدْ صَحَّ اَنَّ الشَّمْسَ حَبَسَتْ لِيُوشَعَ۔ (حاشیہ صواعق محرقة صفحہ ۱۲۸ تذکرۃ الخواص صفحہ ۲۹ وغیرہ) یعنی جب یہ ثابت ہے کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے سورج روک گیا تھا تو جو معجزہ کسی اور پیغمبر کے ہاتھوں ظاہر ہوا ہو وہ ویسا ہی یا اس سے بھی بڑا معجزہ



جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں سے بھی ظاہر ہو سکتا ہے تو اگر حضرت یوشع کے لئے سورج کئی گھنٹے تک عصر کے مقام پر رک سکتا ہے تاکہ آپ جہاد سے فارغ ہو کر عصر کی نماز ادا کریں تو جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے سورج جہاد فارغ ہو کر عصر کی نماز ادا کریں تو جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے سورج عصر کے مقام پر واپس کیوں نہیں آ سکتا۔ اس واقعہ کے انکار کرنے سے صرف حضرت علی کی کرامت ہی سے انکار نہیں ہوتا بلکہ جناب رسول خدا ﷺ کے معجزہ اور آپ کی شان محبوبیت کا بھی انکار ہوتا ہے نیز قدرت خداوندی کا بھی انکار لازم آتا ہے کیونکہ دعا تو حضور نے فرمائی تھی لیکن حضور کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے سورج کو واپس تو خدائے قادر و قدر ہی لائے تھے۔ فافہموا یا اولوالالباب۔ ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اِذَا بَعَثَهُ فِي سَرِيَةٍ كَانَ جَبْرِيْلُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَمِيْكَائِيْلُ عَنْ يَسَارِهِ فَلَا يَرْجِعُ حَتَّى يَفْتَحَ اللهُ عَلَيْهِ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۶۸، کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۱۷۲) یعنی پیارے علی جب بھی کسی جنگ میں جاتے ہیں تو جبریل ان کے دائیں اور میکائیل ان کے بائیں طرف ہوتے ہیں اور آپ اس وقت تک واپس نہیں ہوتے جب تک اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں فتح نہیں فرما دیتا۔

سبحان اللہ۔

### جناب علی۔ صدیق اکبر ہیں

ایک دفعہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ اَنَا عَبْدُ اللهِ وَ اَخُو رَسُولِهِ وَ اَنَا الصِّدِّيقُ الْاَكْبَرُ لَا يَقُوْلُهَا بَعْدِي اِلَّا كَذَّابٌ مُفْتَرٌ لَقَدْ صَلَّيْتُ قَبْلَ النَّاسِ بِسَبْعِ سِنِيْنَ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ



۶۵، مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۱۲، ابن ماجہ صفحہ ۱۲، کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۰۷، صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۵) فرمایا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ اور میں صدیق اکبر ہوں یعنی بہت بڑا سچا ہوں اور میں اس بات میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ میرے بعد جو بھی اس کا دعویٰ کرے گا (یعنی نبی اکرم ﷺ کا بھائی ہونے کا یا صدیق اکبر ہونے کا) وہ جھوٹا اور بہتان باندھنے والا ہوگا۔ اور میں نے لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھی ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ جناب علی المرتضیٰ اپنی زندگی کے بعد کے زمانہ میں کسی کے نبی ﷺ کا بھائی اور صدیق اکبر ہونے کی نفی فرما رہے ہیں اور جناب ابو بکر صدیق اس دور سے پہلے انتقال فرما چکے ہیں اور آپ کو بھی یہ لقب خود جناب رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے شکایت کی۔ آقا بعض لوگ میرے مرتبہ و کمال پر حسد کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔ اَمَّا تَرْضَىٰ اَنْ تَكُوْنَ رَابِعَ اَرْبَعَةٍ اَيُّ فِي الْخِلَافَةِ. اَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَنَا وَاَنْتَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَاَزْوَاجُنَا عَن اَيْمَانِنَا وَاَشْمَائِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا خَلْفَ اَزْوَاجِنَا۔ (تفسیر روح البیان جلد ۸ صفحہ ۳۱۱، تفسیر کبیر جز ۲ صفحہ ۱۶۶، تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۷۱، تفسیر کشاف) کہ پیارے علی کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو چار میں سے چوتھا ہے یعنی خلافت میں بھی تو چوتھا خلیفہ ہوگا اور جنت میں بھی سب سے پہلے میں جاؤں گا۔ پھر تو اور حسن اور حسین جنت میں داخل ہوں گے اور ہم سب کی بیویاں ہمارے دائیں اور بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری بیویوں کے پیچھے ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آخرت میں حضور کی بیویاں بھی حضور کے ساتھ ہی ہوں گی اور دائیں بائیں حضور اکرم



ﷺ کی معیت میں ہی جنت میں داخل ہوں گی۔ اور یہ حدیث شریف پہلے بھی گزر چکی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی بیویاں جنت میں بھی آپ کی بیویاں ہی ہوں گی۔ نیز جو اپنے آپ کو سید اور حضور کی اولاد کہلاتا ہے اور حضور کی ازواج مطہرات سے محبت اور عقیدت بھی رکھتا ہے اسے مبارک ہو کہ وہ بھی انشاء اللہ حضور کی بیویوں کے پیچھے پیچھے جنت میں جائے گا۔ اور جسے حضور کی بیویوں کے پیچھے چلنا منظور نہیں وہ اپنے لئے کوئی اور جگہ تلاش کر لے کیونکہ فرمان مصطفوی اور بیان خداوندی کے مطابق جنت تو ان ہستیوں کی محبت و عقیدت اور اطاعت سے ہی مل سکتی ہے۔

### حضرت علی کی نماز میں کیفیت

جناب امام الاولیاء کرم اللہ وجہہ الکریم کی عبادت الہی میں استغراق و خشیت اور اللہ تعالیٰ کی طرف کامل توجہ کا یہ عالم تھا کہ جب جنگ احد میں آپ کرم اللہ وجہہ الکریم کے پائے مبارک میں تیر پوسٹ ہو گیا (پنڈلی میں) جو کسی صورت نہیں نکل رہا تھا تو حضور پاک سید دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) نماز پڑھنے لگیں تو تیر نکال لینا۔ جب امام الاولیاء کرم اللہ وجہہ الکریم نماز میں مشغول ہوئے اور ماسواء اللہ سے توجہ ہٹ گئی۔ تو تیر آپ کے پاؤں مبارک سے نکل لیا گیا لیکن جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر تک بھی نہ ہوئی (شرح خصائص نسائی صفحہ ۱۰) چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں۔ اِنْ كَانَ مَا عَلِمْتُ صَوًّا مَّا قَوَّامًا (شرح خصائص نسائی صفحہ ۱۱) کہ جہاں تک میں جانتی ہوں جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی زیادہ روزے رکھنے والے اور بہت ہی زیادہ راتوں کو عبادت کرنے والے تھے اور آپ کی



گواہی یقیناً سچی ہے کیونکہ ان کے مکان بھی اکٹھے تھے اور اس کے علاوہ بھی ان کا اکثر وقت اکٹھے ہی گزرتا تھا لہذا وہ ایک دوسرے کے معمولات سے بخوبی واقف تھے۔ غزوہ خیبر میں آپ کا رجز یہ تھا۔ اَنَا الَّذِي سَمَّيْتَنِي أُمِّي حَيْدَرَ۔ كَلَيْتِ غَابَاتِ كَرِيهِ الْمَنْظَرُ۔ یعنی میں وہ ہوں جس کی ماں نے اس کا نام ہی ”حیدر“ رکھا ہے اور میں ایک بھرے ہوئے شیر کی طرح اپنے دشمن پر حملہ آور ہوتا ہوں اور میدان جنگ میں ایک ڈراؤنا منظر پیدا کر دیتا ہوں۔ یعنی دشمن کو ذلیل و خوار کر دیتا ہوں۔ سبحان اللہ

### محبت حیدر کرار اور چند فرامین مصطفیٰ

جَمَعَ عَلِيٌّ النَّاسَ فِي الرَّحْبَةِ فَقَالَ اُنْشِدْ بِاللَّهِ كُلُّ امْرِي مَا سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ فِي غَدِيرِ خَيْمٍ فَقَامَ اَنَاسٌ فَشَهِدُوا اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ غَدِيرِ خَيْمٍ اَمْرٌ بَدَرَ جَاتٍ فَقِمَصْتُ ثُمَّ قَالَ كَانِي قَدُّ عَيْتٍ وَاِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخِرِ كِتَابُ اللَّهِ وَعِترَتِي اَهْلُ بَيْتِي فَاَنْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْا فِيْ فِيْهِمَا فَاِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا الْحَوْضَ السَّمْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اِنَّ اللَّهَ مَوْلَايَ وَاِنِّيْ اَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاَهُ فَعَلِيَ مَوْلَاَهُ اَللّٰهُمَّ وَاِلٍ مِنْ وَاِلاهِ وَاَعَادٍ مِنْ عَادَاةِ (خصائص نسائی حدیث ۹۳) اَلْسْتُ اَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (حدیث ۸۱) مَنْ كَانَ اللّٰهُ وِرْسُوْلَهُ وَاِلِيْهِ فَاِهَذَا وَاِلِيْهِ (حدیث ۹۶) فَاِنَّ اللّٰهَ يُوَالِيْ مَنْ وَاٰلَاهُ وَاِيْعَادِيْ مَنْ عَادَاةَ (حدیث ۹۵) اَللّٰهُمَّ اَنْصِرْ مَنْ نَصَرْتَهُ (حدیث ۹۸، ۹۹، ۱۵۶)



وَ اخْذَلْ مَنْ خَذَلَهُ (حدیث ۱۵۶) یعنی جناب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے مقام پر ٹھہرے (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک چشمہ یا تالاب پر) پھر آپ نے منبر رکھنے کا حکم فرمایا۔ پھر منبر پر کپڑا بچھایا گیا۔ آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا امید ہے اب میں انتقال فرما جاؤں گا اور میں تم میں دو بڑی اور اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سے پہلی چیز دوسری سے زیادہ بڑی اور اہم ہے اور وہ چیزیں۔ اللہ کی کتاب قرآن مجید اور میری عترت یعنی اہل بیت ہے۔ تو اب اس بات کا خیال رکھنا کہ تم میرے بعد ان دونوں چیزوں سے کیسا معاملہ رکھتے ہو۔ اور یاد رکھو قرآن پاک اور میری اہل بیت کبھی بھی ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوں گے۔ یعنی میری اہل بیت ہمیشہ قرآن پاک پر عمل پیرا رہے گی یہاں تک کہ قیامت آجائے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کیا میں تمام ایمان والوں کی جانوں کا ان کی اپنی ذاتوں سے بھی زیادہ قریب اور مالک نہیں ہوں عرض کی گئی۔ کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ میرا مولیٰ ہے اور میں تمہارا مولا ہوں۔ پھر آپ نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر (بلند فرمایا) اور فرمایا سن لو جس کا میں مولیٰ (والی مالک، آقا، مددگار) ہوں اس کا یہ علی بھی مولیٰ ہے بلکہ جس جس کا اللہ اور اللہ کا رسول مددگار ہے اس کا علی بھی مددگار ہے۔ پھر دعا کی۔ یا اللہ جو علی سے سچی محبت رکھے تو بھی اس سے محبت فرماتا اور جو علی سے دشمنی رکھے تو بھی اس کا دشمن رہنا اور اے مولا جو علی کی مدد (دائے درہمے قدمے سخن خدمت) کرے تو بھی اس کا مددگار رہنا اور جو علی کی توہین کرے تو بھی اسے ذلیل و خوار فرما دینا۔ پھر آپ نے اپنی دعاء مستجاب پر یقین فرماتے ہوئے



اعلان فرما دیا۔ یقیناً جو شخص علی سے محبت رکھے گا اس سے اللہ تعالیٰ بھی محبت فرمائے گا اور جس نے علی سے دشمنی رکھی اس کا اللہ تعالیٰ بھی دشمن ہوگا۔ ایک مرتبہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمایا اور فرمایا۔ لوگو میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ غدیر خم کے مقام پر جناب رسول اللہ ﷺ نے جو میرے متعلق فرمایا تھا۔ وہ جس جس نے سنا تھا گواہی دے۔ تو بہت سے لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے گواہی کہ واقعی ہم سب نے آپ کے متعلق جناب رسول خدا ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے یہ الفاظ سنے تھے۔ (لفظ مولا کے اٹھارہ معنی مشہور ہیں۔ مالک۔ حکمران۔ سردار۔ انعام کرنے والا۔ انعام یافتہ۔ آزاد کرنے والا۔ مددگار۔ محبت کرنے والا۔ پیروی کرنے والا۔ پڑوسی۔ چچا زاد بھائی۔ وفادار دوست۔ سپہ سالار۔ داماد۔ غلام۔ متصرف فی الامر۔ محبوب۔ اور اسلام کا مددگار) (مرقات جلد ۱۱ صفحہ ۳۳۱، صواعق محرقة صفحہ ۴۳، قوت المغتدی وغیرہ) جناب علی المرتضیٰ کے صاحبزادے جناب محمد اکبر المعروف محمد بن حنیفہ فرماتے ہیں ”لَا يَبْقَى مُؤْمِنٌ إِلَّا وَفِي قَلْبِهِ وَدَعَلِي وَأَهْلِ بَيْتِي (زرقانی علی المواہب جلد ۱ صفحہ ۱۲، ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۴، صواعق محرقة صفحہ ۱۷۰) یعنی کوئی ایمان والا ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں جناب حیدر کرار اور ان کے گھرانے کی محبت نہ ہو، ایک روایت میں جناب علی المرتضیٰ کا فرمان ہے۔ وَاللَّهِ الَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ أَنَّهُ لِعَهْدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ ﷺ إِلَيَّ أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُنِي إِلَّا مُنَافِقٌ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۶۰، ابن ماجہ جلد ۱، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۵۷، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۵، الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۹، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۰، خصائص



نسائی حدیث (۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲) یعنی خدا کی قسم جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم سے صرف ایمان والا ہی محبت کرے گا اور جو منافق ہو گا وہ تجھ سے بغض و عداوت رکھے گا۔ جناب منجر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ مَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي فَقَدْ أَحَبَّ اللَّهَ وَمَنْ أَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْ أَبْغَضَنِي وَمَنْ أَبْغَضَنِي فَقَدْ أَبْغَضَ اللَّهَ (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۳۰، ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۸، زرقانی علی الموبہب جلد ۷ صفحہ ۱۴) کہ جس نے (جناب) علی سے محبت کی درحقیقت اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی درحقیقت اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس نے (حضرت) علی سے بغض رکھا۔ اس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا۔ اور جس نے مجھ سے بغض رکھا درحقیقت اس نے اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا۔ یا بالفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ ”جناب علی سے محبت خدا سے محبت اور جناب علی سے دشمنی خدا سے دشمنی کیا خوب فرمایا ہے حافظ شیرازی علیہ الرحمہ نے۔ کانرا کہ دوستی علی نیست کافر است۔ گوزاہد زمانہ و گویش راہ باش۔ یعنی جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جو شخص محبت نہیں رکھتا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا منکر اور کافر ہے اگرچہ وہ پوری دنیا سے بڑھ کر عابد و زاہد ہی کیوں نہ ہو۔ ایک مقام پر جناب رسالت مآب ﷺ نے جناب علی المرتضیٰ کے متعلق ایسی ہی ایک دعا فرمائی ”اللَّهُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَيْ مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ مَوْلَاهُ وَعَادٍ مِّنْ عَادَاهُ“ (مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۶۸، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۷، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۹، کچھ الفاظ ابن ماجہ صفحہ ۱۲، تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۳۳۷، الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۹، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳، خصائص



نسائی حدیث ۱۱) اے اللہ تعالیٰ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہوگا۔ اے اللہ جو علی سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علی سے عداوت اور دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ (مولا کا معنی ہے دوست، مالک اور مددگار) ایک مقام پر جناب رسول اللہ ﷺ نے جناب حیدر کرار سے محبت کرنے کا ایک سبب بیان فرمایا۔ آپ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ بِحُبِّ اَرْبَعَةٍ وَعَلِيٍّ مِنْهُمْ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۹، صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۲) درحقیقت مجھے اللہ تعالیٰ نے چار آدمیوں سے خاص طور پر محبت کرنے کا حکم فرمایا ہے اور پیارے علی بھی ان میں سے ایک ہیں۔ ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ اَذَى عَلِيًّا فَقَدْ اَذَانِيْ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۷۵، صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۳) یعنی جس نے پیارے علی کو ایزادی۔ اس نے درحقیقت مجھے ایزادی نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ نے ارشاد فرمایا "مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ" (مسند امام احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۷، خصائص نسائی حدیث ۹۱) یعنی جس نے پیارے علی کو برا بھلا کہا اس نے درحقیقت مجھے برا بھلا کہا۔ اسی لئے جناب سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے فَلَوْ وُضِعَ الْمِنْشَارُ عَلَيَّ مَفْرُقِيْ عَلِيٍّ اَنْ اُسَبَّ عَلِيًّا مَا اُسِبُّهُ (خصائص نسائی حدیث ۹۲) کہ اگر میرے سر پر آ رہ رکھ کر بھی کہا جائے کہ حضرت علی کو برا بھلا کہو۔ تو میں پھر بھی نہ کہوں گا (اگرچہ مجھے آ رہ سے چیر ہی دیا جائے) اسی طرح ام المومنین جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا۔ اَيُّ النَّاسِ كَانَ اَحَبَّ اِلَيَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ فَاَطِمَةٌ فِقِيْلَ مِنْ الرَّجَالِ قَالَتْ زَوْجَهَا (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۷، مشکوٰۃ



صفحہ ۵۶۲، صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۱، خصائص نسائی حدیث (۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳) ام المومنین ارشاد فرمائیں جناب رسول مقبول ﷺ سب لوگوں سے زیادہ کس سے پیار فرماتے تھے آپ نے فرمایا۔ سیدہ فاطمہ سے پوچھا گیا۔ مردوں میں سے آپ کس سے زیادہ پیار فرماتے تھے آپ نے فرمایا سیدہ فاطمہ کے خاوند جناب علی المرتضیٰ سے ایک مرتبہ ام المومنین نے بیان فرمایا کہ نبی کریم ﷺ میرے والد ماجد جناب ابو بکر صدیق سے بھی زیادہ حضرت علی سے محبت فرماتے تھے (خصائص نسائی حدیث ۱۱۰) اور اس روایت سے جہاں سیدہ خاتون جنت اور جناب حیدر کرار کی فضیلت نکلتی ہے وہاں یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ اور خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں تھا بلکہ وہ ماں بیٹی کی طرح ایک دوسرے کی محترم اور عزت شناس تھیں اور رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی بہترین تصویر تھیں۔ ایک اور حدیث میں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے جناب حیدر کرار سے محبت اور یکجان دو قالب ہونے کی انتہا کر دی ہے فرمایا۔ اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ يَا عَلِيُّ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۲۵، صفحہ ۶۱۱، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳، مسلم جلد ۱ صفحہ ۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۵۹، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۶، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۹ صواعق محرقہ صفحہ ۱۶۹، خصائص نسائی حدیث ۷۳ وغیرہ) یعنی۔ اے علی تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں۔ میں اور تو یک جان اور دو قالب ہیں جو تیرا دوست وہ میرا دوست جو تیرا دشمن وہ میرا دشمن جو تیرا خادم وہ میرا خادم اور جو تجھ سے دور وہ مجھ سے دور۔ ایک شخص نے جناب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق پوچھا کہ ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے تو آپ نے فرمایا تو مجھ سے کیا پوچھتا ہے۔



الَاتْرَى قُرْبَ مَنْزِلِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ (خصائص نسائی حدیث ۱۰۴)  
 فَهَذَا بَيْتُهُ مِنْ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ (حدیث ۱۰۵) مَافِي الْمَسْجِدِ (حدیث  
 ۱۰۶) کیا تو جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آپ کی قدر و منزلت کو نہیں دیکھتا  
 - حتیٰ کہ آپ کا گھر بھی مسجد نبوی شریف کے ساتھ اس طرح ملا ہوا ہے (کہ اس کا  
 دروازہ بھی مسجد کے صحن میں کھلتا ہے حدیث ۳۸) اور جناب رسول اللہ ﷺ کے  
 مکان شریف اور آپ کے مکان کی دیوار ایک ہے۔ آج بھی حضور اکرم ﷺ کا  
 روضہ مبارک ”گنبد خضرا“ مغرب والی دیوار۔ ریاض الجنہ کی طرف یعنی پرانی مسجد  
 نبوی شریف کی طرف اور حضور اکرم ﷺ کے سرہانے کی طرف جو قبلہ کی طرف  
 پہلا ستون ہے اس پر لکھا ہے ”اُسطوانہ سریر“ یعنی وہ جگہ جہاں نبی کریم ﷺ  
 مسجد میں اعتکاف کے وقت اپنا بستر مبارک لگایا کرتے تھے اور یہیں سے مسجد میں  
 بیٹھے بیٹھے آپ اپنا سر مبارک ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے  
 حجرہ مبارک۔ جو کہ آج گنبد خضریٰ پر مشتمل ہے۔ کی طرف کر دیا کرتے تھے اور سیدہ  
 عائشہ صدیقہ گھر میں بیٹھی بیٹھی حضور کی مبارک زلفوں میں کنگی کر دیا کرتی تھیں۔ اس  
 کے ساتھ والا دوسرا ستون جنوب کی طرف ”اُسطوانہ حرس“ ہے جہاں پر حضور کے  
 مکان کے ساتھ ہی جناب حیدر کرار کا مکان تھا اور یہاں بیٹھ کر جناب حیدر کرار نبی  
 پاک ﷺ کا پہرہ دیا کرتے تھے کیونکہ حارس کے معنی ہیں محافظ، پہرے دار  
 ، باڈی گارڈ۔ یعنی آج بھی یہ نشان موجود ہے کہ حضرت علی کا مکان بالکل حضور اکرم  
 ﷺ کے مکان شریف کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ اس سے اگلا ستون ”اُسطوانہ وفود“ ہے  
 یہاں پر نبی کریم ﷺ باہر سے آنے والے وفدوں کو شرفِ ملاقات بخشا کرتے



تھے اس کے ساتھ آگے ”اُسٹوانہ تہجد“ ہے جہاں حضور تہجد ادا فرمایا کرتے تھے  
 الغرض جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کا دروازہ بھی حضور ہی کی  
 طرح مسجد میں کھلتا تھا اور آپ ہر حالت میں مسجد میں سے گزرا کرتے تھے یہ بھی  
 آپ کا ایک امتیازی مقام ہے یہ مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے ابتدائی دور کی بات ہے  
 لیکن جناب رسول اللہ ﷺ نے ایام علالت ہی میں جناب سیدنا علی المرتضیٰ اور  
 دیگر تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں جناب سیدنا ابو بکر صدیق رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے مصلائے امامت پر کھڑا فرما کر (تمام کتب احادیث) اور یَابِی  
 اللَّهُ وَيَدُ فَعُ الْمُؤْمِنُونَ الْإِبَابُكِرِ (بخاری صفحہ ۱۰۷۲، ۸۳۶ وغیرہ) کے الفاظ  
 مبارکہ کے ساتھ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت بلا فصل کا اعلان  
 فرمادیا تھا اور اسی لئے جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ جس شخص کو  
 جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمارا دین کا امام مقرر فرمادیا ہے اس کو دنیا کا امام ماننے  
 میں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے (تاریخ الخلفاء صفحہ ) چنانچہ اسی حکمت عملی کے  
 مطابق آخری ایام میں جناب رسول اللہ ﷺ نے جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کا دروازہ بھی مسجد شریف میں کھلا رکھنے کا حکم عطا فرمادیا تھا (آپ کا مکان  
 مسجد نبوی شریف کے بالکل ملحق مغرب کی طرف واقع تھا۔ آج بھی مسجد نبوی  
 شریف میں مغرب کی طرف سے ”باب سیدنا صدیق اکبر کے شمالی گیٹ ۲ سے اندر  
 داخل ہوں تو اوپر لکھا ہوا ہے هَذِهِ خَوْخَةُ ابُو بَكْرِ الصِّدِّيقِ“ یعنی یہ جناب  
 ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان والی جگہ ہے) تاکہ ایام خلافت بلا فصل  
 میں آپ بھی اپنے گھر میں سے نکل کر سیدھے مسجد شریف میں آسکیں یا مسجد شریف



میں حاضر کوئی بھی شخص کسی بھی وقت آپ کو بلانا چاہے تو اسے کوئی دقت نہ ہو  
 سبحان اللہ ماشاء اللہ و الحمد لله اللهم ارزقنا حبك وحب  
 حبيبك وحب من يحبكما وحب عمل يقربنا اليك آمين بجاه  
 سيد المرسلين .

### ہر کوئی حضرت علی کا محتاج

نیز آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ مَا مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا لَهُ حَاجَةٌ بِابْنِ  
 أَبِي طَالِبٍ (خصائص نسائی حدیث ۶۰) کہ تم میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے  
 جس کو علی ابن ابی طالب کی ضرورت نہ ہو۔ واقعی۔ کیونکہ آپ اللہ اور اس کے رسول  
 کے بعد ہر مومن کے ولی ہیں بلکہ شہنشاہ ولایت ہیں تو کوئی بھی ایمان والا آپ سے  
 کس طرح بے نیاز ہو سکتا ہے۔

### فاروق اعظم کی محبت علی

چنانچہ جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان غدیر خم کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارک باد دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ اے ابوالحسن آپ کو مبارک ہو  
 ۔ آپ میرے بھی مولا ہیں اور باقی بھی ہر مرد اور عورت مومن کے مولیٰ ہیں (لغات  
 الحدیث جلد ۴ صفحہ ۱۴، باب ع، شرح خصائص نسائی صفحہ ۷۱۱ از امیر شاہ صاحب)  
 خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بغض و عداوت کے جھوٹے قصے  
 مشہور کرنے والے لوگ اس حقیقت کو بار بار پڑھیں اور اپنے ایمان درست کریں  
 اور اللہ کے عذاب سے محفوظ ہو جائیں۔ بلکہ ایک دفعہ جناب عمر فاروق رضی اللہ



تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک آدمی نے سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کچھ گستاخی کی تو آپ نے اچھل کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا تیری بربادی ہو تو نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں؟ یہ تیرے آقاؤ مولا ہیں بلکہ ہر مومن کے آقاؤ مولا ہیں اور جو آپ کو اپنا آقاؤ مولا نہیں مانتا وہ مومن ہو ہی نہیں سکتا (صواعق محرقہ صفحہ ۷۷ اوغیرہ)۔

### ابوبکر و عمر کا دشمن۔ علی کا دشمن

ایسے ہی واقعات کے پیش نظر علماء نے لکھا ہے کہ جس نے دوست رکھا حضرت علی کو اور بغض رکھا شیخین (جناب سیدنا ابوبکر صدیق اور جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے تو نہ دوستی رکھی اس نے آپ سے (جناب علی المرتضیٰ سے) دوستی مشروع (ایسی محبت جس کا شریعت تقاضا کرتی ہے) اور محبت علی کی علامت ہے ایمان کی اور حضرت علی کا بغض ایسا گناہ ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی بھی نیکی خدا کی بارگاہ میں قبول ہی نہیں ہو سکتی (لغات الحدیث جلد ۱ صفحہ ۷۷ باب ح، شرح خصائص نسائی امیر شاہ صفحہ ۱۲۵) فاعتبروا یا اولو الابصار۔ وما علی الا البلاغ۔ ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اَمَانْتُ يَا عَلِيُّ فَخْتِنِي وَاَبُوًا وَلَدَيَّ وَاَنْتَ مِنِّي وَاَنَا مِنْكَ (خصائص نسائی حدیث صفحہ ۱۳۸) اے علی۔ تو میرا داماد ہے اور میرے دونوں اسوں کا باپ ہے اور تو مجھ سے ہے (میرا ہے) اور میں تجھ سے ہوں (میں تیرا ہوں)۔ ایک دفعہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہو گئے۔ حضور تشریف لائے اور اپنی چادر مبارک آپ پر اوڑھادی اور خود نماز پڑھنے مسجد میں تشریف لے گئے۔ واپسی پر حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی کے اوپر سے اپنی چادر مبارک اتاری اور فرمایا۔ قُمْ يَا عَلِيُّ فَقَدْ



بَرَأْتُ فَقُمْتُ كَانَ . كَمْ أَشْتَكِ شَيْئًا قَبْلَ ذَلِكَ . فَقَالَ مَا سَأَلْتُ رَبِّي شَيْئًا فِي صَلَاتِي إِلَّا أَعْطَانِي وَمَا سَأَلْتُ لِنَفْسِي شَيْئًا إِلَّا قَدْ سَأَلْتَهُ لَكَ ( خصائص نسائی حدیث ۱۳۶) اے علی اٹھ جا۔ آپ فرماتے ہیں میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور میں اس طرح تندرست تھا گویا کہ مجھے کبھی کوئی بیماری تھی ہی نہیں۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے آج تک اپنی دعا میں جو بھی خدا سے مانگا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا ہے اور اے علی (خوش ہو جا کہ) میں نے جو کچھ بھی اپنے لئے مانگا ہے وہ سب کچھ تیرے لئے بھی مانگا ہے۔

### حضرت علی کے والد پر حضور راضی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں نیز آورده کہ سید عالم ﷺ ہمراہ جنازہ ابو طالب میرفت وی گفت اے عم من صلہ رحم بجا آور دی و در حق من تقصیر نہ کر دے خدائے تعالیٰ ترا جزائے خیر دہاد (مدارج النبوة جلد ۲ صفحہ ۱۶۹) أَنَّهُ عَلَيْهِ عَارِضُ جَنَازَةِ عَمِّهِ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ صَلَّتْكَ رَحْمٌ وَ جَزَيْتَ خَيْرًا يَا عَمُّ (سیرت حلبیہ جلد ۶ صفحہ ۴۷) وَ صَلَاةُ الْجَنَازَةِ فَ رَضْتُ فِي السَّنَةِ الْاُولَى مِنْ الْهَجْرَةِ (سیرت حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۴۰) جناب رسول اللہ ﷺ حضرت علی المرتضیٰ کے والد ماجد جناب ابو طالب کے جنازے کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے اور فرما رہے تھے اے چچا جان آپ نے صلہ رحمی کا حق ادا کر دیا اور آپ نے میرے حق میں کوئی کمی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو میری اس محبت اور خدمت و اعانت پر جزائے خیر عطا فرمائے (آپ کا جنازہ نہیں پڑھا گیا تھا کیونکہ) نماز جنازہ اے میں فرض ہوا۔ جبکہ آپ کا انتقال







جلد صفحہ، مصنف عبد الرزاق جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۸، مسند ابو یعلیٰ، ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۹، نہج البلاغہ اردو صفحہ ۹۳۹)۔ خبردار۔ میرے بارے میں دو گروہ ہلاک ہوں گے۔ ایک وہ جو میری محبت میں حد سے بڑھ جائے گا اور میرے متعلق ایسی باتیں کہے گا جو مجھ میں نہیں ہیں (یعنی رافضی) اور دوسرا وہ جو میری دشمنی میں حد سے بڑھ جائے گا۔ اور میرے متعلق بکواس کرے گا اور میری اصلی شان کا بھی انکار کر دے گا) (یعنی خارجی) نعوذ باللہ من ذالک خارجیوں کے متعلق فرمان مصطفوی ہے ”  
 الْخَوَارِجُ كِلَابُ النَّارِ (ابن ماجہ صفحہ ۱۶) قَدْ كَانَ هُوَ لَاءِ مُسْلِمِينَ فَصَارُ  
 وَكَفَّارًا (ابن ماجہ صفحہ ۱۶) یعنی خارجی دوزخ کے کتے ہیں جو اسلام لانے کے بعد  
 کافر ہو گئے۔ الحمد لله رب العالمين۔ جناب مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی  
 تحقیق کے مطابق بھی اہل سنت و جماعت ہی وہ مسلک ہے جو اعتدال اور حق پر ہے  
 نہ آپ کی اصلی شان سے انکار کرتا ہے اور نہ ہی آپ کو شریعت کی حد سے بڑھاتا ہے  
 اور آپ کی محبت اور عقیدت کو جزو ایمان اور ذریعہ نجات بھی سمجھتا ہے۔ ثم الحمد للہ۔  
 اسی لئے علامہ ابوالحسن لکھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ محبت اسی قدر محمود ہے کہ حد  
 سے نہ گزرے اور موافق شرع کے ہو اور جو محبت کہ حد (شرعی) سے زیادہ ہو وہ  
 گمراہی کی طرف کھینچ لی جاتی ہے۔ پس ایمان دار کو چاہیے کہ وہ میانہ روی اختیار  
 کرے اور افراط و تفریط سے بچے (مناقب مرتضوی صفحہ ۶۱)۔

شہادت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۰ سن ہجری کے رمضان المبارک کی سترہ راتیں گزر چکی تھیں۔ جمعہ کا دن تھا کہ آپ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز صبح کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے۔ ازلی بد بخت (عبد



الرحمان بن ملجم) پہلے سے چھپ کر بیٹھا ہوا تھا اور زہر میں بجھی تلوار اس کے پاس تھی۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے سامنے سے گزرنے لگے تو اس شقی ازلی نے پورے زور سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک پر تلوار کا وار کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٹڈھال ہو کر گر پڑے۔ اور باواز بلند فرمایا ”فُزْتُ وَرَبِّ الْكُعبَةِ“ یعنی خدا کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ الحمد للہ مجھے شہادت کا منصب عظمیٰ نصیب ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام مسلمانوں کو نصیحتیں فرماتے رہے اور جناب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی کچھ وصیتیں فرمائیں اور اتوار کے دن ۲۰ رمضان المبارک کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت عبد اللہ عن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کو غسل دیا اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ پڑھایا۔ اور آپ کے جسد اطہر کو رات کے وقت کوفہ کے دار الامارۃ میں دفن کر دیا گیا۔ بعد میں مدینہ منورہ لیجانے کی خاطر آپ کے جسد اطہر کو ایک اونٹ پر رکھ کر لے کر چلے راستے میں رات کو اونٹ بھاگ گیا اور نجف اشرف کے لوگوں نے اونٹ پکڑا اور آپ کو پہچان کر وہیں دفن کر دیا آپ کا مزار پر انوار آج تک زیارت گاہ خاص و عام ہے کتب احادیث میں آپ کی مرویات کی تعداد پانچ سو چھیاسی ہے قاتل بد بخت ابن ملجم کو قتل کر کے اس کے ٹکڑے کر کے ایک ٹوکڑے میں رکھ کر جلا دیا گیا۔

### قاتل علی۔ اشقی الناس

جناب عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا ”أَشَقَى النَّاسِ رَجُلَانِ أَحْيَمَرُ ثَمُودَ الَّذِي عَقَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِي



يَضْرِبُكَ يَا عَلِيُّ“ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۲، مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۴۱، کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۳۹، البدایہ والنہایہ جلد ۶ صفحہ ۷۱۸، ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۴، مسند امام احمد جلد صفحہ ، مسند ابویعلیٰ جلد صفحہ ، طبرانی جلد صفحہ ، (وَالَّذِي يَضْرِبُكَ يَا عَلِيُّ عَلَى هَذِهِ وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى ضَرْبَةٍ حَتَّى تَبَلَّ مِنْهَا هَذِهِ وَ أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ) (خصائص نسائی حدیث ۱۵۲) یعنی۔ اے علی دنیا میں دو آدمی سب سے زیادہ بد بخت ہیں ایک قوم شموود کا وہ بد بخت جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں اور دوسرا بڑا بد بخت وہ ہوگا جو تجھے شہید کریگا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے علی وہ بد بخت تجھے اس جگہ پر تلوار مارے گا اور آپ ﷺ نے آپ کے سر مبارک کے ایک حصہ پر ہاتھ رکھ کر بتایا۔ پھر آپ نے فرمایا اس زخم کے خون سے تمہاری داڑھی تر ہو جائیگی) استغفر اللہ العظیم و اتوب الیہ۔ اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی غیب دان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خبر غیب پر اتنا یقین تھا کہ ایک مرتبہ آپ بہت سخت بیمار ہو گئے حتیٰ کہ اہل خانہ آپ کی زندگی سے مایوس ہو گئے اور بعض عزیز واقارب کہنے لگے کہ آپ کچھ وصیتیں ہی فرمادیتے تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ نہیں۔ میں ابھی نہیں مر سکتا۔ کیونکہ میرے آقا و مولا ﷺ نے فرمایا تھا۔ اے علی تجھے ایک بد بخت شہید کریگا۔ وہ تیرے سر پر تلوار مارے گا۔ جس سے تیری داڑھی بھی خون سے تر ہو جائیگی۔ لہذا میں ضرور شہید کیا جاؤں گا۔ اس طرح چار پائی پر طبعی موت نہیں مر سکتا۔ سبحان اللہ۔ کیسا پختہ یقین تھا پیارے محبوب ﷺ کے فرمان ذیشان پر۔ صحابہ کرام کے ناموں پر اپنی انجمنوں، جماعتوں، رسالوں اور مجلوں وغیرہ کے نام



رکھنے والے لوگوں کو صحابہ کرام کا ایمان اور عقیدہ بھی ماننا اور اپنانا چاہیے۔ قرآن و حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ و اہل بیت کرام کے متبعین ہی ہدایت یافتہ ہیں اور وہی آخرت میں نجات پائیں گے۔ حکم مصطفوی کے مطابق آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں اور کوئی شادی نہیں کی تھی اور آپ کے وصال کی بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ اور شادیاں کیں۔ آپ کی اولاد کے بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ آپ کے اٹھارہ صاحبزادے اور اٹھارہ ہی صاحبزادیاں تھیں۔

### جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج و اولاد

- ۱۔ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ۔ آپ کے بطن اقدس سے جناب حیدر کرار کے دو صاحبزادے۔ ۱۔ حضرت امام حسن۔ ۲۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور دو صاحبزادیاں ۱۔ سیدہ زینب۔ ۲۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھیں۔ ۲۔ حضرت ام البنین بنت خرام رضی اللہ عنہا (از بنی موازن)۔ آپ کے بطن اقدس سے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ صاحبزادے ۱۔ حضرت عمر۔ ۲۔ حضرت عباس (علمدار)۔ ۳۔ حضرت جعفر۔ ۴۔ حضرت عبید اللہ۔ ۵۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تین صاحبزادیاں ۱۔ حضرت ام ہانی۔ ۲۔ حضرت میمونہ۔ ۳۔ حضرت ام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں۔ ۳۔ حضرت لیلیٰ بنت مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہا (از بنی تمیم)۔ آپ کے بطن اقدس سے جناب شیر خدا کے دو صاحبزادے ۱۔ حضرت عبید اللہ۔ ۲۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دو صاحبزادیاں ۱۔



- حضرت زینب صغریٰ - ۲ - حضرت رملہ صغریٰ تھیں -۲- حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا (خشعمیہ) - آپ کے بطن اقدس سے مولا علی کے دو صاحبزادے ۱- حضرت عون ۲- حضرت یحییٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور تین صاحبزادیاں ۱- حضرت فاطمہ - ۲- حضرت امامہ - ۳- حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں -۵- حضرت امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہا - آپ کے بطن اقدس سے حضرت علی کے دو صاحبزادے حضرت محمد اور حضرت اوسط رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے - ۶- حضرت خولہ بنت جعفر بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا - آپ کے بطن اقدس سے جناب علی المرتضیٰ کے دو صاحبزادے حضرت محمد حنفیہ اور حضرت محمد اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے - ۷- حضرت ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہا - آپ کے بطن اقدس سے حضرت علی کا ایک صاحبزادہ حضرت محسن اور دو صاحبزادیاں حضرت رملہ کبریٰ اور حضرت ام الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے -

۸- حضرت ام حبیبہ بنت ربیعہ الثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا - آپ کے بطن اقدس سے شہنشاہ ولایت کے دو صاحبزادے حضرت عمر اور حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور تین صاحبزادیاں ۱- حضرت ام الکرام - ۲- حضرت رقیہ - ۳- حضرت ام سلم رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھے - ۹- حضرت مسمیاء بنت امراء القیس کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہا - آپ کے بطن اقدس سے مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تین صاحبزادیاں ۱- حضرت جمانہ - ۲- حضرت نصیرہ - ۳- حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں - آپ کی اولاد امجاد



میں سے آپ کے پانچ بیٹے آپ کی ظاہری زندگی ہی میں انتقال فرما گئے تھے اور آپ کے تیرہ بیٹے آپ کی شہادت کے وقت بھی باحیات تھے ان میں سے آپ کے سات صاحبزادے ۱۔ حضرت امام حسین بن سیدہ فاطمہ ۲۔ حضرت عباس (علمدار) بن حضرت ام البنین ۳۔ حضرت جعفر بن حضرت ام البنین ۴۔ حضرت عثمان بن حضرت ام البنین ۵۔ حضرت عبداللہ بن حضرت ام البنین ۶۔ حضرت ابوبکر بن حضرت لیلیٰ ۷۔ حضرت محمد بن حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میدان کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔ باقی چھ صاحبزادوں سے آپ کی نسل جاری ہے۔ جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے صاحبزادوں کے نام جناب سیدنا ابوبکر صدیق۔ جناب سیدنا عمر فاروق اور جناب سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ناموں پر رکھنا جناب حیدر کرار کی ان خلفاء ثلاثہ۔ ذوات مقدسہ کے ساتھ بہت زیادہ محبت کی پختہ دلیل ہے۔ کیونکہ کوئی بھی شخص اپنی اولاد کے نام کسی بھی برے شخص کے نام پر کبھی نہیں رکھتا۔ مقام غور ہے۔

## سیدۃ نساء العالمین سیدہ فاطمہ الزہرا علیہا السلام

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی زہرا ہے کلی جس کی۔ حسین اور حسن پھول

نام

آپ کا نام نامی اسم گرامی ”فاطمہ“ ہے آپ کے القاب سیدہ زکیہ۔ راضیہ۔ نساء العالمین۔ سیدۃ نساء الجنہ۔ زہراء، خاتون جنت اور بتول (تارک دنیا) ہیں۔

ولادت



آپ کی ولادت باسعادت حضور اکرم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد پہلے ہی سال میں ہوئی شیعہ روایت کے مطابق آپ کی ولادت شب معراج کے ساتھ منسوب کی گئی ہے یہ کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ معراج شریف تو ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے اس طرح تو آپ کی عمر مبارکہ حضور کے وصال شریف کے وقت تقریباً گیارہ سال بنے گی۔ جو کہ ناممکن ہے۔

### حالات

آپ نبی کریم ﷺ کی چاروں بیٹیوں میں سے سب سے چھوٹی ہیں۔ اسی لئے حضور کو آپ کے ساتھ بہت زیادہ پیار تھا نیز آپ چونکہ اعلان نبوت کے بعد پیدا ہوئیں اور آپ فیضان نبوت سے بھی فیضیاب ہوئیں اس لئے آپ کا مرتبہ و مقام بھی دوسری بہنوں سے زیادہ ہے اور چونکہ آپ نے زمانہ شریعت میں ہوش سنبھالا اور آغوش نبوت میں پرورش پائی اس لئے آپ دوسری بہنوں سے زیادہ عابدہ، زاہدہ، صابرہ، شاکرہ، قانہ، قائمہ اللیل، صائمۃ الدھر اور بہت زیادہ ذکر خدا کرنے والی تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی چونکہ ایک شریف، معزز، متمول، سخی اور باوقار خاتون تھیں اور اس جاہلیت کے غیر اخلاقی، لا قانونی اور بے لگام دور میں بھی آپ پورے عرب میں ”طاہرہ“ کے لقب سے مشہور تھیں۔ اس لئے سیدہ کا اخلاق و کردار بھی مثالی تھا۔ آپ ابھی نو (۹) ہی برس کی تھیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر آپ کو ماں کی شفقت اور باپ کی محبت دونوں جناب رسول اللہ ﷺ ہی نے دیں اور آپ کو اتنی محبت دی کہ آپ کو کبھی ماں کی کمی کا احساس ہی نہ ہونے دیا۔ ۲۔ ھ میں جب آپ تقریباً پندرہ



برس کی ہوئیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے کر دیا۔ اس وقت حضرت علی کی عمر تقریباً پچیس برس تھی۔ آپ کے نکاح کے تقریباً چار ماہ بعد جناب رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شرف زوجیت بخشا۔

### سیدہ کی زندگی میں دوسری شادی کی ممانعت

سیدہ خاتون جنت کی زندگی میں جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری شادی نہیں کی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جناب علی المرتضیٰ نے ابو جہل کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ کیا۔ بنو ہشام والے بھی آپ کو رشتہ دینے پر رضامند تھے لیکن جب سیدہ کو پتہ چلا تو آپ اس بات سے ناراض ہو کر جناب رسول کریم ﷺ کے ہاں چلی گئیں اور آپ سے شکایت کی تو آپ نے تمام صحابہ کو جمع ہونے کا حکم فرمایا اور منبر شریف پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا۔ اِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمَغِيْرَةِ اسْتَاذُوْنِي فِيْ اَنْ يَنْكِحُوْا ابْنَتَهُمْ عَلِيٌّ اَبْنُ اَبِي طَالِبٍ فَلَا اَذْنَ لِمَنْ لَا اَذْنَ اِلَّا اَنْ يَّرِيْدَ اَبْنُ اَبِي طَالِبٍ اَنْ يُّطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۸، جلد ۲ صفحہ ۷۸۷، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۰، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۷،

ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۸۳، ابن ماجہ صفحہ ۱۴۵)۔ بنی ہشام اپنی بیٹی کا نکاح علی ابن طالب سے کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے اس بارہ میں میری اجازت طلب کی ہے۔ میں اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ میں ہر گز اجازت نہیں دوں گا۔ میں اس بات کی کبھی بھی اجازت نہیں دوں گا (کہ میری بیٹی پر یہ سوکن لائیں) ہاں البتہ اگر علی کا ضرور ہی ارادہ ہو کہ وہ یہ نکاح کریں تو پھر میری بیٹی



کو طلاق دے دیں اور یہ شادی کر لیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شادی سے باز آ گئے۔

### ایک جھوٹے قصے کا رد

اس حدیث سے اس فرضی اور جھوٹے قصے کی بھی تردید ہو گئی جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر کی جنگ میں گئے اور مرحب کو قتل کیا تو اس کی بیٹی ”مائی حنف“ نے مقابلے کی دعوت دی اور حضرت علی اور مائی حنف میں تین دن تک مقابلہ ہوتا رہا (لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) لیکن وہ مات نہ ہوئی بالآخر آپ نے اس کے اعضائے نسوانیہ کو ہاتھ لگایا (معاذ اللہ) تو وہ شرم سے جھکی تو آپ نے اسے گرا لیا پھر اس سے خفیہ نکاح ہوا اور آپ اپنی انگوٹھی اور رومال نشانی دے کر وہاں سے چلے آئے۔ بعد میں امام حنیف پیدا ہوئے اور بڑے ہو کر وہ یہ نشانیاں لے کر مدینہ طیبہ آئے اور حضرت علی سے ملاقات ہوئی جبکہ آپ حسین کریمین کو پیر اتار کر دے رہے تھے۔ یہ امام حنیف امام حسین سے جھگڑ پڑے اور انہوں نے امام حسین کو تھپڑ مار دیا جس پر غصہ میں آ کر حضرت علی نے ان کو تھپڑ مارا پھر آپ حیران ہوئے کہ تو کون ہے جو میرا تھپڑ برداشت کر گیا ہے تو آپ نے وہ رومال اور انگوٹھی کی نشانی دکھائی۔۔۔ الخ (لا حول ولا قوۃ الا باللہ) یہ تمام کا تمام قصہ اور اس قصے پر مبنی تمام کتابیں مثلاً ”جنگ نامہ زیتون“ اور جنگ نامہ امام حنیف ”جنگ نامہ حامد“ وغیرہ سب غلط ہیں اور جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ ان کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ قصے اہل بیت کرام کی توہین پر مبنی ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام کائنات کی تواریخ اسلام کے مطابق حضرت علی کی بیویوں



میں نہ تو کوئی حنف نام کی عورت ہے اور نہ ہی آپ کے صاحبزادوں میں کوئی حنیف نام کا لڑکا ہے۔ یہ سب فرضی قصے ہیں اور جو آپ کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنیفہ ہیں جن کا اصل نام محمد اکبر ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام ”خولہ بنت جعفر بن قیس“ ہے نیز جب جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو سیدہ کی زندگی میں دوسری شادی ہی سے منع کیا ہوا تھا تو پھر سیدہ کی زندگی ہی میں غزوہ خیبر کے وقت آپ نے اس فرضی ”مائی حنف“ سے کیسے شادی کر لی اور اگر کی ہے تو کیا اس طرح آپ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی اور پھر آپ کو لشکر اسلامی سے کہاں اتنی فرصت مل جاتی تھی کہ آپ جا کر مائی حنف سے خفیہ ملاقاتیں بھی کر آتے تھے حتیٰ کہ جناب رسول اللہ ﷺ، سیدہ خاتون جنت بلکہ کسی شخص کو کبھی بھی آپ کے اس خفیہ نکاح کا علم نہ ہو سکا بلکہ تمام مورخین، محدثین اور مفسرین کو آج تک بھی اس خفیہ نکاح کا علم نہیں ہو سکا۔ نعوذ باللہ من تلک الخرافات۔

### سیدہ۔ حضور کی مشابہ

ام المؤمنین جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهُ كَلَامًا وَحَدِيثًا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ فَاطِمَةَ وَكَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَرَحَّبَ بِهَا كَمَا كَانَتْ تَصْنَعُ هِيَ بِهِ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹، استیعاب جلد ۴ صفحہ ۳۷۷، مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۶۰) کہ میں نے حضرت فاطمہ سے زیادہ بولنے اور بات کرنے میں کسی کو جناب رسول اللہ ﷺ کے مشابہ نہیں دیکھا اور سیدہ جب حضور کے پاس آتیں تو حضور اکرم ﷺ



ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے اور پیار سے سر پر بوسہ دیتے اور ان کے  
 بٹھنے کے لئے جگہ خالی کر دیتے اور جب جناب رسول اللہ ﷺ سیدہ کے ہاں  
 شریف لے جاتے تو آپ بھی ایسا ہی کرتی تھیں نیز آپ فرماتی ہیں۔ مَا تَخْفَى  
 شَيْتُهَا مِنْ مَّشِيَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۱۲، مسلم جلد ۲  
 صفحہ ۲۹۰، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۰) کہ سیدہ خاتون جنت کی چال بھی بالکل رسول اللہ  
 ﷺ کی چال جیسی تھی (خصائص نسائی حدیث ۱۳۱) نیز ام المؤمنین فرماتی ہیں  
 مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ فَاطِمَةَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الَّذِي وَلَدَهَا  
 ﷺ (الاستیعاب جلد ۴ صفحہ ۳۷۸) کہ میں نے سیدہ فاطمہ سے زیادہ اپنی بات  
 میں سچا کسی اور کو نہیں دیکھا سوائے ان کے والد ماجد جناب رسول اللہ ﷺ  
 کے۔ اور آپ کیوں نہ سب سے سچی ہوں جبکہ آپ اللہ کی تمام مخلوق سے زیادہ سچے  
 جناب رسول اللہ کی دختر نیک اختر ہیں۔ سبحان اللہ۔ ایک مقام پر جناب امام ربانی  
 مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھرانے کی  
 فضیلت بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ”اے برادر حضرت امیر چونکہ حامل بار  
 ولایت محمدی اندلی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والقیہ تربیت مقام اقطاب وابدال وادوات  
 کہ از اولیاء عزلت اند و جانب کمالات ولایت در ایشاں غالب است، مفوض  
 بامداد و اعانت آنحضرت است سر قطب الاقطاب کہ قطب مدار است زیر قدم  
 اوست قطب مدار حکمایت و رعایت او ہم خود را سر انجام مے نماید و از عہدہ مداریت  
 بر مے آید۔ حضرت فاطمہ و امین نیز دریں مقام با حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
 شریک اند۔ (دفتر اول مکتوب ۲۵۱) ترجمہ:- اے برادر۔ چونکہ حضرت علی المرتضیٰ



رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے شرف کے حامل ہیں۔ لہذا تمام اقطاب، ابدال اور اوتادوں کے مقام کی تربیت اور امداد و اعانت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ہی کے سپرد ہے۔ اور یہ اولیاء کرام صاحب عزلت کہلاتے ہیں قطب الاقطاب جسے قطب مدار بھی کہتے ہیں۔ آپ ہی کے زیر قدم ہوتا ہے قطب مدار آپ ہی کی امداد کے ذریعہ سے اپنی ڈیوٹی سرانجام دے سکتا ہے۔ حضرت فاطمہ اور حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس کام میں آپ کے ساتھ شریک ہیں۔

### تسبیح فاطمی

آپ کی تربیت بھی سرکار ابد قرار نے اس طرح فرمائی تھی کہ اگر آپ اکیلی اپنے گھر کا کام کاج کرتی کرتی تھک گئیں اور جناب علی المرتضیٰ کے بتانے پر کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس کچھ غلام اور لونڈیاں آئی ہوئی ہیں اور ان کے فرمانے پر کہ جاؤ اور ابا جان سے گھر کے کام کاج کے لئے ایک لونڈی مانگ لاؤ۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاں حاضر ہو گئیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ خَادِمٍ تُسَبِّحُ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَ ثَلَاثِيْنَ وَ تَحْمَدِيْنَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَ ثَلَاثِيْنَ وَ تُكَبِّرِيْنَ اللّٰهَ اَرْبَعًا وَ ثَلَاثِيْنَ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ وَ عِنْدَ مَنَامِكَ** (بخاری جلد صفحہ ۱، مسلم جلد صفحہ ۲۰۱، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۳۳۴) پیاری بیٹی کیا میں تجھے لونڈی اور خادم سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ سیدہ نے عرض کیا حضور فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ بیٹی ہر نماز کے بعد اور رات کو سوتے وقت تینتیس مرتبہ سبحان اللہ تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ تیرے لئے لونڈی اور غلام سے زیادہ بہتر ہے چونکہ یہ تسبیح جناب رسول کریم



ﷺ نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو ارشاد فرمائی تھی اس لئے آج تک یہ تسبیح ”تسبیح فاطمی“ کے نام سے ہی مشہور ہے۔ سبحان اللہ۔

## دعوت فکر

قارئین کرام۔ جس مقدس ہستی کی تربیت بچپن ہی سے اس طرح دنیا سے دور رکھ کر کی گئی ہو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ بڑی ہو کر وہ دنیا کے کچھ مال کی خاطر غیر محرم لوگوں کے سامنے بھرے دربار میں سوالی بن کر جا کھڑی ہو۔ جس پیغمبر خدا کو اللہ تعالیٰ نے سونے اور چاندی کے پہاڑ عطا فرمانے کی پیش کش کی تو آپ نے ”عبودیت“ کو پسند فرما کر عرض کی۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا (الحدیث) یا اللہ محمد و آل محمد کو صرف اتنا رزق عطا فرمانا جس سے بس ان کا کھانا چل سکے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ان کی بیٹی درباروں میں جا کر دنیا کا مال مانگتی پھرے نعوذ باللہ من ذالک یہ باتیں ان کی شان کے خلاف ہیں نیز یہ بات شیعہ کی سب سے معتبر کتاب میں بھی موجود ہے کہ ”اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَدِّرْ لُوَادِرَ هَمًا وَلَا دِيْنَارًا“ (اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۸۳) یعنی انبیاء کرام کا ورثہ مال دنیا ہوتا ہی نہیں ہے تو پھر یہ تمام بحث ہی ختم ہوگئی۔

سیدہ۔ بھوک پیاس سے بے نیاز

ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار ہو گئیں۔ حضور اکرم ﷺ آپ کی عیادت کو تشریف لائے اور آپ کا حال پوچھا تو آپ نے عرض کی آقا فاقوں پر فاقے آرہے ہیں لہذا غم بڑھتا جا رہا ہے (کچھ دعا فرمادیں) تو آپ ﷺ نے



فرمایا۔ بیٹی کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ زَوْجُكَ سَيِّدٌ اَفِي الدُّنْيَا وَ  
 الْاٰخِرَةِ۔ بیٹی تیرا خاوند وہ ہے جو دنیا اور آخرت میں بھی بلند مقام کا مالک ہے۔ نیز  
 آپ ﷺ نے سیدہ کے لئے دعا فرمائی تھی اے اللہ میری لخت جگر کو بھوک سے  
 محفوظ فرما دے آپ فرماتی ہیں اس کے بعد تمام زندگی مجھے کبھی بھی بھوک سے  
 تکلیف نہیں ہوئی۔ (مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۷۸۹، نفاس المؤمن جلد ۲  
 صفحہ ۴۶، ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۳، ارنج المطالب صفحہ ۱۰۷، خصائص نسائی شرح  
 صفحہ ۳)۔

### سیدہ کو زیادہ شرف ملاقات

اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کو اس دختر نیک اختر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اتنا پیار تھا  
 کہ ”اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا سَافَرَ كَانَ اٰخِرُ النَّاسِ عَهْدًا بِهٖ فَاطِمَةُ وَاِذَا  
 قَدَّمَ مِنْ سَفَرٍ كَانَ اَوَّلُ النَّاسِ بِهٖ عَهْدًا فَاطِمَةُ۔ (متدرک جلد ۳  
 صفحہ ۵۶، الاستیعاب جلد ۴ صفحہ ۳۷۶) آپ ﷺ جب بھی کبھی کسی سفر پر تشریف  
 لے جانے کا ارادہ فرماتے تو سب سے آخر میں پیاری سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا  
 کو مل کر جاتے اور جب واپس تشریف لاتے تو پھر بھی تمام لوگوں سے پہلے سیدہ  
 فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ہی تشریف لاتے اور آپ کو مل کر پھر اپنی ازواج  
 مطہرات کے پاس اپنے گھر میں تشریف لے جاتے یہ بھی جناب رسول اللہ ﷺ  
 کی آپ کے ساتھ بہت ہی زیادہ محبت کی دلیل ہے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس بات کی تائید کرتی ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا۔ ام المومنین  
 جناب رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیار کس سے تھا؟ تو آپ نے جواب دیا ”



فَاطِمَةُ وَزَوْجُهَا“ ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۷، مشکوٰۃ صفحہ ۶۲۵ الاستیعاب جلد ۴ صفحہ ۳۷۸، صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۱) آپ ﷺ کو (عورتوں میں سے) سب سے زیادہ پیار سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھا اور آپ کی نسبت سے (مردوں میں سے) آپ کے شوہر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھا۔ ایک مرتبہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ محبوبی میں عرض کر دی آقا۔ آپ مجھ سے زیادہ پیار فرماتے ہیں یا سیدہ فاطمہ سے؟ تو آپ نے فرمایا۔ ”فَاطِمَةُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْكَ وَأَنْتَ أَعَزُّ إِلَيَّ مِنْهَا“ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۱، خصائص نسائی حدیث ۱۳۵) اے علی فاطمہ مجھے تجھ سے زیادہ پیاری ہے اور تو مجھے فاطمہ سے زیادہ عزیز ہے۔ سبحان اللہ۔ حبیب اور عزیز کا فرق کوئی باریک بین اہل محبت کی سچی محبت والا ہی جان سکتا ہے قربان آپ کی فصاحت و بلاغت پہ کہ اپنے دل کی کیفیت بھی بیان فرمادی اور دونوں پیاروں کا دل بھی رکھ لیا۔ سبحان اللہ۔ ایک مرتبہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ مَا رَأَيْتُ قَطُّ أَحَدًا أَفْضَلَ مِنْ فَاطِمَةَ غَيْرَ أَبِيهَا. اخرجہ الطبرانی فی الاسط و سندہ صحیح علی شرط الشیخین۔ (الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۳۷۸) یعنی میں نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے زیادہ مرتبہ و مقام والی کوئی شخصیت نہیں دیکھی سوائے ان کے والد ماجد جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے۔ اس روایت کو محدث طبرانی نے معجم اوسط میں نقل کیا ہے اور اس روایت کی سند کو بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح کہا ہے۔

سیدہ۔ سردار جنت

جناب حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے عشاء



کی نماز کے وقت اپنی والدہ سے اجازت طلب کی کہ امی جان آپ اجازت دیں تو میں عشاء کی نماز حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جا کر پڑھ آؤں اور آپ ﷺ سے آپ کے لئے بھی اور اپنے لئے بھی دعا کراؤں گا والدہ سے اجازت مل گئی تو میں مسجد میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ ﷺ جماعت سے فارغ ہو کر گھر کی طرف چل پڑے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا مگر احتراماً بولا کچھ نہیں۔ آپ خود ہی ٹھہر گئے اور فرمایا حدیفہ۔ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری ماں کو بخشے (سبحان اللہ بغیر عرض کئے خادم کے دل کی مراد پوری کر دی) اللہ کا ایک فرشتہ بارگاہ الوہیت سے اجازت لے کر مجھے سلام کرنے کو حاضر ہوا ہے اور مجھے یہ بشارت بھی سنائی ہے کہ ”فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ“ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹) کہ فاطمہ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہوگی۔

### حضور کی آخری سرگوشی

نیز ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہے کہ جب سید العالمین ﷺ کے انتقال شریف کا وقت قریب آیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور جیسی پیاری پیاری چال چلتی ہوئی تشریف لائیں اور آ کر آپ ﷺ کی داہنی طرف بیٹھ گئیں۔ سرکار نے آپ کے کان میں آہستگی سے کوئی بات کہی تو آپ رونے لگیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ بیٹی تو کیوں روتی ہے؟ پھر آپ نے سیدہ کے کان میں کوئی بات کی تو آپ مسکرا نے لگیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے آج تک کسی کو اتنی جلدی رونے کے بعد ہنستے ہوئے نہیں دیکھا بعد میں میں نے سیدہ سے اس رونے اور ہنسنے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا



جو بات رسول اللہ نے مجھ سے خفیہ طور پر کی ہے میں اس کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی۔ سرکارِ دو عالم کے انتقال شریف کے بعد میں نے پھر سیدہ فاطمہ سے پوچھا اور میں نے کہا بیٹی جو میرا (ماں ہونے کا) تجھ پر حق ہے میں اس کا واسطہ دیتی ہوں حضور کی آخری باتیں بتا دے خصائص نسائی حدیث (۱۳۲) تو آپ نے بتایا کہ حضور نے پہلے میرے کان میں فرمایا بیٹی ہر سال جبریل امین مجھ سے ایک مرتبہ قرآن کریم کا دور فرماتے تھے لیکن اس سال انہوں نے مجھ سے دو مرتبہ قرآن کریم کا دور کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ میرے انتقال کا وقت قریب آ گیا ہے یہ سن کر میں رونے لگی پھر آپ ﷺ نے دو باہ بلایا اور میرے کان میں فرمایا بیٹی نہ رو میرے اہل بیت میں سے تو سب سے پہلے انتقال کر کے میرے پاس آئے گی (خصائص نسائی حدیث ۱۲۹) سیدہ فرماتی ہیں پھر آپ نے فرمایا۔ اَمَّا تَرْضِيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةً نِّسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْ نِّسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَضَحِكْتُ لِذٰلِكَ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۱۲، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۰، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۲۶، دلائل انبوة بیہقی جلد ۷ صفحہ ۷۸، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۰، مستدرک جلد ۳ صفحہ ۳۸۱، الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۳۹۸، الاستیعاب جلد ۴ صفحہ ۳۷۹، خصائص نسائی حدیث ۱۲۷) یعنی بیٹی کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہوگی یا فرمایا۔ ایمان والی عورتوں کی سردار ہوگی۔ اس پر میں مسکرانے لگی (جنت کی عورتیں اور ایمان دار عورتیں ایک ہی بات ہے کیونکہ جنت میں وہی عورتیں جائیں گی جو ایماندار ہوں گی) (نیز آپ کا فرمان ہے۔ "اِنَّكَ اَوَّلُ اَهْلِ بَيْتِيْ لِحَاقَابِيْ" بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۱۲، صفحہ ۵۲۷، صفحہ ۳۶۴، اور مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۱، خصائص نسائی حدیث ۱۲۷) یعنی



میری اہل بیت میں سے تو سب سے پہلے وصال فرمانے کے میرے پاس آئے گی۔ اس سے علم مصطفیٰ ﷺ کا بھی اظہار ہو رہا ہے اور علم غیب میں سے بھی ”علوم خمسہ“ کی قسم کا۔ یعنی آپ کو خدائی عطا سے یہ بھی علم ہے کہ کس کی کتنی عمر ہے اور کون پہلے انتقال فرمائے گا۔ اور کون بعد میں اور اس بات کی نسبت آپ نے کسی فرشتے کی طرف بھی نہیں فرمائی۔ سبحان اللہ

### سیدہ۔ میدان محشر میں

جنت میں تو اور لوگ بھی جائیں گے لیکن سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں بھی خدا کے فضل اور حضور کی نسبت کی وجہ سے اس امتیازی شان سے تشریف لے جائیں گی کہ نہ کوئی ان سے پہلے اس طرح گزرا ہوگا۔ اور نہ کوئی بعد میں گزرے گا۔ حدیث شریف میں ہے۔ ”إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ (مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ) مِنْ بَطْنَانِ الْعَرْشِ يَا أَهْلَ الْجَمْعِ نَكِسُوا رُؤُوسَكُمْ وَغَضُّوا أَبْصَارَكُمْ (فَإِنَّ هَذِهِ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ ﷺ تُرِيدُ أَنْ تَمُرَّ عَلَى الصِّرَاطِ) حَتَّى تَمُرَّ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ عَلَى الصِّرَاطِ (كَالْبَرْقِ) (فیض القدر شرح جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۴۲۰، نور الابصار صفحہ ۵۱، اسعاف الراغبین صفحہ ۱۸۶، زرقانی علی المواہب، تعقیبات جوزی صفحہ ۷۱، مستدرک،) کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن ایک فرشتہ پردے کے پیچھے سے عرش معلیٰ کی طرف سے آواز دے گا۔ اے دنیا والو اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی آنکھیں بند کر لو۔ کیونکہ حبیب خدا ﷺ کی پیاری شہزادی پل صراط سے گزرنا چاہتی ہیں (چنانچہ خدا کے حکم سے تمام کائنات سر جھکا لے گی۔ اور آنکھیں بند کر لے گی) تو سیدہ



بجلی کی سی تیزی سے پل صراط پر سے گزر جائیں گی۔ سبحان اللہ۔ آپ خدا کی کتنی پیاری بندی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مزاج اور کردار کے مطابق میدان محشر میں بھی آپ کے پردے کا اس درجہ اہتمام والتزام فرمایا ہے قارئین کرام ذرا ایمان سے فیصلہ کریں کہ جس کے پردے کا خالق کائنات بھی اتنا لحاظ فرماتا ہو۔ کیا وہ سیدہ طیبہ، طاہرہ، بتول و زہرہ رضی اللہ عنہا دنیا کے معمولی مال کی خاطر غیر محرم لوگوں کے دربار میں جاسکتی ہیں نیز یہ بات حضرت علی کی غیرت نے کس طرح گوارا کر لی۔ امام حاکم نے اس روایت کو نقل فرمانے کے بعد فرمایا۔ ”صحیح علی شرط الشیخین“ یعنی یہ روایت امام بخاری اور امام مسلم دونوں محدثوں کی شرط کے مطابق صحیح ہے تعقیبات (جوزی صفحہ ۷۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخُدَيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَآسِيَةُ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ هذا حديث صحيح (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۹، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۵) قیامت تک کے لوگو۔ اگر دنیا کی کسی عورت کے تقویٰ و زہد اس کے فضائل و مناقب اور اس کی ذات کے قابل اتباع ہونے کا ذکر کرنا ہو تو زمانے کی چار عورتوں کا ذکر کافی ہے ۱ سیدہ مریم علیہا السلام (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ) ۲ حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو فرعون مردود کے گھر میں رہ کر بھی ایمان پر قائم رہیں) ۳ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جناب رسول کریم ﷺ کی پہلی زوجہ محترمہ اور آزاد عورتوں میں سے سب سے پہلے ایمان لانی والی ہستی) ۴ سیدہ زاہدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ الزہرا خاتون جنت سلام اللہ علیہا (جناب رسول کریم ﷺ کی سب



سے چھوٹی صاحبزادی، جناب امام حسن اور جناب امام حسین رضی اللہ عنہما کی والدہ  
محترمہ اور جناب علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ

### سیدہ کے خادم فرشتے

سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ تعالیٰ کی وہ پیاری بندی ہیں کہ آپ ہمیشہ  
اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں اور اگر کبھی آپ کو کوئی اور مجبوری کا کام بھی ہوتا اور چکی  
بھی پیسا ہوتی تو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیتیں اور اللہ کے فرشتے سیدہ کی  
خدمت اور معاونت کے لئے حاضر ہو جاتے تھے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ علامہ ابن  
حجر مکی نے نقل کیا ہے ”اِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ارْسَلَ اَبَا ذَرٍّ يِّنَادِي عَلِيًّا فَرَاى رَحِيًّا  
تُطْحَنُ فِي بَيْتِهِ وَكَيْسَ مَعَهَا اَحَدٌ فَاخْبَرَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذَلِكَ فَقَالَ يَا  
اَبَا ذَرٍّ اَمَا عَلِمْتَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْاَرْضِ قَدْ وُكِّلُوْا اِبْمَعُوْنَةَ  
اَلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ (صواعق محرقة صفحہ ۱۷۶) یعنی ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ نے  
حضرت ابوذر غفاری کو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلانے کے لئے بھیجا  
۔ جب جناب ابوذر دروازہ مرتضوی پر پہنچے تو دیکھا کہ صحن میں چکی چل رہی ہے اور  
کوئی بھی اس کے پاس چلانے والا نہیں ہے جب جناب ابوذر واپس آئے تو تمام  
واقعہ بارگاہ محبوبی میں عرض کیا تو سرور دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ابوذر  
۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور جب کبھی آل محمد کو کوئی  
خدمت کی ضرورت ہو لو وہ ان کی معاونت کرتے ہیں (یعنی چکی خود بخود نہیں اسے  
فرشتہ چلا رہا تھا سبحان اللہ۔ حدیث مصطفیٰ ﷺ پر دقیق نگاہ رکھنے والے کو اس  
واقعہ کو ماننے میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی کیونکہ احادیث میں بلکہ خود قرآن پاک میں



ملائکہ کے ذریعے اللہ والوں کی امداد استعانت ثابت ہے نیز حدیث شریف میں ہے  
 - الْمُؤْمِنُ أَكْرَمُ عَلَى اللَّهِ مِنْ بَعْضِ مَلَائِكَتِهِ - (ابن ماجہ، مشکوٰۃ  
 صفحہ ۵۰۲) یعنی کامل ایمان والا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک عام فرشتوں سے زیادہ  
 عزت و مرتبے والا ہوتا ہے اور یہ عام ہوتا ہے کہ کوئی آقا اپنے کسی خصوصی خادم کی  
 خدمت کیلئے کسی عام خادم کو حکم فرمادے۔ لہذا اس واقعے میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔  
 زہرا، بتول، طاہرہ۔ ان کے خطاب ہیں حجرے میں ان کے حور و ملک باریاب ہیں

### سیدہ۔ نبی کے جگر کا ٹکڑا

ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ نے سیدہ کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار اور رامت کو  
 ان الفاظ میں تبیہ فرمائی۔ اِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِّنِّي وَاِنِّي اَكْرَهُ اَنْ يَسُوْءَ هَا  
 (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۸) فَمَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِي (بخاری جلد ۱  
 صفحہ ۵۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۲۶، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۰) يُرِيْبُنِي مَا اَرَابَهَا  
 وَيُوْذِيْبُنِي مَا اَذَاهَا هَكَذَا۔ بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۸۶، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۰، ابوداؤد  
 جلد ۱ صفحہ ۲۸۳، متدرک جلد ۲ صفحہ ۱۵۹، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۰) وَ يَنْصِبُنِي مَا اَنْصَبَهَا  
 . هذا حديث صحيح (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۷) وَمَنْ اَذَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ  
 فَقَدْ حَبَطَ عَمَلُهُ (خصائص نسائی حدیث ۱۳۳) یقیناً فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ  
 (میرے جگر کا ٹکڑا) ہے اور میں یہ بات گوارا نہیں کر سکتا کہ میری لخت جگر کو کوئی  
 صدمہ پہنچے۔ جس نے میری پیاری فاطمہ کو غصے کیا۔ یقیناً اس نے مجھے غصے کیا اور  
 جس نے پیاری فاطمہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے انہیں کسی قسم کی  
 تکلیف پہنچائی اس نے درحقیقت مجھے تکلیف پہنچائی۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا۔ ہئی



قَلْبِي وَرُوحِي (نور الابصار صفحہ ۵۶) یہ فاطمہ میرا دل ہے اور میری جان ہے ایک دفعہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَغْضَبُ بِغَضَبِ فَاطِمَةَ وَيَرْضٰ بِرَضَائِهَا۔ مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۵۲، تہذیب التہذیب جلد ۱۲ صفحہ ۴۴۲، الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۷۸) یعنی میری دختر نیک اختر پیاری فاطمہ بارگاہ خداوندی میں اتنی مقبول ہے کہ اس کے راضی ہونے سے اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو جاتا ہے اور اس کے ناراض ہونے سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ فرمایا۔ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ اَذَانِيْ فِيْ عُمُرَتِيْ۔ (اسعاف الراغبین صفحہ ۱۲۳) مسند فردوس (یونی جو بد بخت میری عمرت کے بارے میں مجھے ایذا دے گا اللہ تعالیٰ اس ظالم پر بہت سخت ناراض ہوگا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

### سیدہ۔ قبر نبوی پر

آپ کی اسی محبت کا تقاضا تھا کہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال پر ملاں ہوا تو سیدہ قبر نبوی پر گئیں ”فَاخَذَتْ قَبْضَةً مِّنْ تُرَابِ الْقَبْرِ فَوَضَعَتْهُ عَلٰی عَيْنَيْهَا وَبَكَتْ وَ اَنْشَدَتْ۔

مَاذَا عَلٰی مِنْ شَمِّ تَرْبَةِ اَحْمَدًا      اَنْ لَا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا  
صَبَّتْ عَلٰی مَصَائِبٍ لَوْ اَنَّهَا      صَبَّتْ عَلٰی الْاَيَّامِ صِرُنَ لِيَالِيَا

(زرقانی علی الموهب جلد ۸ صفحہ ۲۹۳، مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۴۴۲) اور آپ نے قبر نبوی سے مٹی کی ایک مٹھی لی اور اس کو اپنی آنکھوں پر رکھا اور آپ نے لگیں پھر آپ نے یہ شعر کہے جس شخص نے حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی مٹی کو سونگھا عرصہ دراز تک اس کو پھر کسی خوشبو کو سونگھنے کی ضرورت نہیں اور مجھ پر ایسی مصیبتیں آپڑی ہیں کہ



اگر وہ مصیبتیں دنوں پر پڑتیں تو وہ رات ہو جاتے۔ اور اس صدمہ جانکاہ کو ایسا دل سے لگایا کہ۔ مَا رَأَيْتُ فَاطِمَةَ ضَاحِكَةً بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَّا يَوْمًا افْتَرَتْ بِطَرْفِ نَابِهَا قَالَتْ وَمَكَثَتْ بَعْدَهُ سِتَّةَ أَشْهُرٍ۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۲ صفحہ ۴۳، الاستیعاب جلد ۴ صفحہ ۳۷۵) یعنی سید عالم ﷺ کی وصال شریف کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کبھی نہیں ہنسیں۔ ہاں البتہ جب آپ بہت سخت بیمار ہو گئیں اور زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اس وقت خوش تھیں کہ اب یہ امتحان ختم ہونے والا ہے اور جلد ہی اپنے والد ماجد، اپنے دل کے قرار جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والی ہوں اور آپ رسول خدا کے انتقال کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہیں۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

### سیدہ کو اپنے پردے کا فکر

جناب ابو بکر صدیق کی بیوی جنابہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان پریشانی کے لمحات میں بھی سیدہ کی مولس و غمگسار تھیں۔ اس شرم و حیا کی پیکر۔ اس عفت و عصمت کی مجسمہ سیدہ کائنات کو اس آخری وقت میں بھی فکر تھی تو اپنی عفت و نزہت کی۔ سیدہ فرمانے لگیں۔ اسماء جب کوئی عورت فوت ہو جاتی ہے اور اس کا جنازہ لے کر چلتے ہیں تو ساتھ غیر محرم مرد بھی ہوتے ہیں اور ان غیر محرم مردوں کی نظریں عورت کے جسم پر پڑتی ہیں مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی۔ میں چاہتی ہوں کہ کوئی ایسی ترکیب کی جائے کہ میرے جسم کا باہر سے بالکل پتہ ہی نہ چلے۔ حضرت اسماء نے عرض کی ”يَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ إِلَّا أُرِيكَ شَيْئًا رَأَيْتُهُ بَارِضِ الْحَبْشَةِ فَدَعَتْ بِجَرَائِدِ رَطْبَةٍ فَحَنَّتَهَا ثُمَّ طَرَحَتْ عَلَيْهَا ثُوبًا فَقَالَتْ فَاطِمَةُ مَا أَحْسَنَ هَذَا



وَأَجْمَلَهُ تُعْرِفُ بِهِ الْمَرْأَةَ مِنَ الرَّجُلِ فَإِذَا أَنَامْتَ فَأُغْسِلُنِي أَنْتِ وَعَلِيٌّ  
وَلَا يَدْخُلُ عَلَيَّ أَحَدٌ (وَلَا تَدْخُلِي فَلَمَّا تُوَفِّيتُ غَسَلَهَا عَلِيٌّ وَأَسْمَاءُ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما) تہذیب التہذیب جلد ۱۲ صفحہ ۴۴۲، رحمۃ للعالمین۔

قاضی سلیمان اہلحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۳۲، حلتہ الاولیاء جلد ۲ صفحہ ۴۳، خصائص کبریٰ جلد

۲ صفحہ ۲۷۲) یعنی سیدہ جب میں نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی تو وہاں میں

نے لوگوں کو عورتوں کے لئے ایک باپردہ ڈولی سی بناتے دیکھا ہے اگر آپ فرمائیں تو

میں وہ آپ کو بنا کر دکھاؤں؟ سیدہ نے اجازت دی تو حضرت اسماء نے کھجور کی چند

تازہ شاخیں منگوائیں اور ان کو ایک چار پائی کے ارد گرد باندھ دیا پھر ان شاخوں کو

اوپر سے پکڑ کر آپس میں باندھ دیا۔ پھر اوپر ایک کپڑا ڈال دی۔ سیدہ نے دیکھا تو

بہت خوش ہوئیں اور فرمایا یہ کتنی اچھی ہے اور اس طرح مرد کے جنازے سے عورت

کے جنازے کا امتیاز بھی ہوتا ہے پھر فرمانے لگیں اسماء جب میرا وصال ہو جائے تو۔

تو اور جناب علی مل کر مجھے غسل دینا۔ تم دونوں کے علاوہ میرے غسل کے وقت اور

کوئی نزدیک نہ آئے چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو حضرت علی اور حضرت

اسماء ہی نے مل کر غسل دیا (وہ اس طرح کہ حضرت علی پانی دیتے جاتے تھے اور

حضرت اسماء غسل دیتی جاتی تھیں) سیدہ کی اس وصیت کا ذکر ”الاصابہ فی تمیزا

لصحابہ جلد ۴ صفحہ ۳۹۸ اور استیعاب جلد ۲ صفحہ ۳۷۹ پر بھی ہے سبحان اللہ۔

### سیدہ کا آخری غسل

قربان جائیں اس سچی اور مخلص خادمہ کے کہ ”فَلَمَّا تُوَفِّيتُ جَاءَتْ عَائِشَةُ

تَدْخُلُ فَقَالَتْ أَسْمَاءُ لَا تَدْخُلِي <sup>فَسَمَّكَتِ</sup> إِلَيَّ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ إِنَّ هَذِهِ



الْخُثَمِيَّةُ تَحَوَّلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ وَقَدْ جَعَلْتُ لَهَا مِثْلَ  
 هَوْدَجِ الْعُرُوسِ فَجَلَّهَا أَبُو بَكْرٍ فَوَقَفَ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ يَا سَمَاءُ  
 مَا حَمَلَكَ عَلَى أَنْ مَنَعْتَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يَدْخُلْنَ عَلَى بِنْتِ  
 رَسُولِ اللَّهِ وَجَعَلْتَ لَهَا مِثْلَ هَوْدَجِ الْعُرُوسِ فَقَالَتْ أَمَرْتَنِي أَنْ لَا يَدْ  
 خُلَ عَلَيْهَا أَحَدٌ وَأَرِيتَهَا هَذَا الَّذِي مَنَعْتَ وَهِيَ حَيَّةٌ فَأَمَرْتَنِي أَنْ أَصْنَعُ  
 ذَلِكَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَاصْنَعِي مَا أَمَرْتُكِ (الاستيعاب جلد ۴ صفحہ ۳۷۹)

جب سیدہ کا انتقال ہو گیا تو آپ کی وصیت کے مطابق حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہا نے آپ کے غسل کا انتظام شروع کر دیا ادھر جب سیدہ کے انتقال کی خبر ام  
 المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہنچی تو آپ دوڑتی ہوئی آئیں اور  
 آپ نے سیدہ کے غسل میں شریک ہونا چاہا تو حضرت اسماء نے روک دیا۔ حضرت  
 عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افسردہ ہو کر جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اپنے  
 والد ماجد) کے پاس شکایت لے کر گئیں۔ جناب ابو بکر صدیق۔ سیدہ کے دروازے  
 پر کھڑے ہوئے اور زور سے اپنی بیوی کو باہر ہی سے آواز دی اسماء تم (اپنی بیٹی اور)  
 جناب رسول اللہ ﷺ کی بیوی کو جناب رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے پاس جانے  
 سے کیوں روکتی ہو اور تم نے وہ ڈولی سی کیا تیار کی ہے (ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا تھا) حضرت اسماء نے اندر ہی سے جواب دیا۔ جو ڈولی  
 میں نے بنائی ہے وہ سیدہ کی زندگی میں ہی میں میں نے آپ کو بنا کر دکھائی تھی تو  
 آپ نے فرمایا تھا میری لئے ایسی ہی ڈولی بنا کر اس میں میرا جنازہ رکھنا۔ باقی  
 (سیدہ کے غسل میں اپنی بیٹی کو اور) رسول اللہ کی بیوی کو جو میں شریک نہیں کر رہی تو



اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدہ نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ اسماء تیرے اور جناب علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے علاوہ اور کوئی میرے غسل میں شامل نہ ہو۔ تو جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باہر سے ہی فرما دیا اسماء جس طرح تجھے سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے حکم دیا گیا ہے تو اسی طرح کر“ (ہم آپ کی وصیت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں) قربان جائیں اس خاندان کے۔ کہ بیٹی سیدہ کی خدمت کے لئے بے چین ہے۔ ماں سارے رشتے بھلا کر صرف سیدہ کے حکم کو سینے سے لگا کر بیٹھی ہے باپ جو پہلے بیٹی کی بات سن کر اپنی بیوی پر غصہ میں بھرے آئے تھے وہ بھی سیدہ کا حکم سن کر سب کچھ بھول گئے اور پیارے محبوب ﷺ کی پیاری لخت جگر نور نظر کا بیان سن کر وہیں۔ سمعنا واطعنا کہہ کر بیٹھ گئے بلکہ اپنی بیوی کو خود حکم فرما دیا کہ تم ویسے ہی کرنا جیسے سیدہ نے تمہیں حکم فرمایا ہے۔ اللہ اکبر۔ ہے کوئی دل والا جو تعصب کی عینک اتار کر اس واقعہ کو بار بار پڑھے اور پھر محسوس کرے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھرانہ کو اہل بیت کرام علیہم الرضوان سے کتنی محبت اور عقیدت تھی۔ یہ گھرانہ اہل بیت کرام کا کیسا خادم تھا اور اہل بیت کرام بھی اس گھرانے پر کتنا اعتماد کرتے تھے۔ یقیناً کوئی عقل مند جو کہ تعصب اور عناد سے پاک ہو۔ وہ یہ واقعہ پڑھ کر کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اہل بیت کرام اور جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان کوئی اختلاف یا ناراضگی تھی بلکہ وہ تو آپس میں ایک کنبے کی طرح رہتے تھے اور بقول قرآن کریم وہ ”رحماء بینہم“ کی مکمل واکمل تفسیر اور تصویر تھے۔ نیز نبی کریم ﷺ نے پہلے ہی ارشاد فرمایا تھا۔ فَاطِمَةُ صَدِيقَةٌ لَمْ يَغْسُلْهَا إِلَّا صَدِيقٌ (لغات الحدیث جلد ۳ صفحہ ۳۰) یعنی



میری بیٹی فاطمہ ”صدیقہ ہے لہذا اسے غسل بھی کوئی صدیق ہی دے سکتا ہے (جو کہ محرم بھی ہو)۔ چنانچہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غسل میں شامل ہوئے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

بزرگی کس قدر ثابت ہوئی اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تیری تیری عفت کی خود اس ذات برتر نے شہادت دی کہ دنیا جانتی ہے کہ کوئی معزز و مکرم شخص اپنا نکاح کسی غلط عورت یا کسی غلط اور برے خاندان میں کرنا پسند نہیں کرتا۔ لہذا اس اعتبار سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھی بہت فضیلت نکلتی ہے کہ کائنات کے تاجدار نے انہیں اپنی زوجیت میں قبول فرمایا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے گھرانے کی بھی شان نکلتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس خاندان میں نکاح کرنا پسند فرمایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آپ نے خود رشتہ طلب فرمایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ بھی فرمادیا گیا تھا ”هَذِهِ زَوْجُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۳۲، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۲۸، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۶ وغیرہ) یعنی اے محبوب ﷺ یہ عائشہ دنیا میں بھی آپ کی بیوی ہے اور جنت میں بھی یہ آپ کی بیوی ہوں گی۔ سبحان اللہ۔ ایک مرتبہ بعض ازواج مطہرات نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے بارگاہ محبوبی میں عرض کی حضور۔ آپ حضرت عائشہ سے زیادہ محبت فرماتے ہیں ہم بھی ویسے ہی التفات کی خواہاں ہیں۔ آپ نے جواب فرمایا۔ ”لَا تُؤْذِنِي فِي عَائِشَةَ فَإِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَأْتِنِي وَأَنَا فِي ثَوْبِ امْرَأَةِ الْإِعَائِشَةَ“ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۳۲، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۸۵، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۷، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۵) اے ام سلمہ



- عائشہ کے خلاف بات کر کے مجھے ایذا نہ دو۔ اپنی ازواج مطہرات میں سے (حضرت) عائشہ کے علاوہ کسی کے بستر پر بھی مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ خاموشی سے واپس چلی گئیں پھر ان ہی ازواج مطہرات نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اپنی طرف سے بارگاہِ محبوبی میں عرض پیش کرنے کے لئے بھیجا۔ سیدہ نے عرض پیش کی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”يَا بَنِيَّةَ الْاَتْحَبِيْنَ مَا اَحَبُّ قَالَتْ بَلَىٰ قَالَ فَاَحَبِّيْ هٰذِهِ“ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۲، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۸۵، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۵ وغیرہ) یعنی۔ اے بیٹی۔ کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی جس سے میں محبت رکھتا ہوں۔ سیدہ نے دست بستہ عرض کی آقا کیوں نہیں۔ ابا حضور جس سے آپ محبت فرماتے ہیں میں بھی اس سے ضرور محبت رکھوں گی۔ تو آپ نے فرمایا۔ بیٹی پھر عائشہ سے محبت رکھ (کیونکہ میں عائشہ سے محبت فرماتا ہوں) سبحان اللہ اس روایت سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ حضور اکرم ﷺ بھی حضرت عائشہ سے محبت فرماتے تھے اور سیدہ خاتونِ جنت بھی حضرت عائشہ سے محبت فرماتی تھیں نیز ام المومنین جنابہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق کسی طرح کی بھی اعتراضی بات کرنے سے اللہ کے رسول کو ایذا پہنچتی ہے اور قرآن کا فیصلہ ہے کہ اللہ کے رسول کو ایذا دینے والا دنیا و آخرت میں لعنتی اور جہنمی ہے لہذا اس حدیث شریف کے مطابق ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گستاخ پکا لعنتی اور یقینی دوزخی ہے نعوذ باللہ من ذالک ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا۔ يَا عَائِشُ هَذَا جِبْرِيلُ يَقْرُنُكَ السَّلَامُ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۱۵، ۹۲۳، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۸۷، ترمذی جلد ۲



صفحہ ۹۴، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۳۰، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۵ وغیرہ) یعنی اے پیاری عائشہ۔ یہ جبریل حاضر ہوئے ہیں اور تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ سبحان اللہ۔ بہر حال ام المؤمنین جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل میں کئی آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ موجود ہیں لیکن اختصار ملحوظ ہے اسی طرح آپ کی باقی ازواج مطہرات بھی نسبت زوجیت کے سبب سے بہت بلند عظمت و شان کی مالک ہیں۔ خود قرآن مجید کا فرمان ہے ”يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ“۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے نبی ﷺ کی بیویوں دنیا کی کوئی بھی عورت (زوجیت کے لحاظ سے) تم جیسی نہیں ہے (احزاب جلد ۳۲) یعنی جو حرم رسول اور ام المؤمنین ہونے کا شرف تمہیں حاصل ہے وہ کائنات کی کسی اور عورت کو حاصل نہیں ہے۔ لہذا اس شرف میں تم دنیا جہاں کی تمام عورتوں سے افضل ہو۔

### باغ فدک کا مسئلہ

کوئی عقل مند اور صاحب ایمان شخص کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ اپنے جنازے کی اتنی پردہ داری فرمانے والی ہستی حقیر مال دنیا کی خاطر غیر محرم مردوں کے سامنے کبھی بھرے دربار میں بھی جاسکتی ہیں اور پھر آپ کا ایک لقب ”بتول“ بھی ہے اور بتول کا معنی ہے ”دنیا سے مکمل طور پر بے نیاز“ اور اگر آپ واقعی بتول تھیں جیسا کہ ہیں تو پھر دنیا کے پیچھے آپ کو درباروں میں پہنچانا کسی ایسے شخص کا کارنامہ ہے جو آپ کی عفت و عصمت اور مقام ”بتول“ کا منکر ہے۔ ہاں اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے کسی خادمہ کو دربار صدیقی میں بھیجا تھا جیسا کہ بخاری شریف میں بھی ہے ”ان فاطمة بنت النبى ﷺ أرسلت الى ابي بكر (بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ جلد ۱



صفحہ ۵۲۶ وغیرہ) تو جب سیدہ نے دربار صدیقی میں کسی خادم کو اور بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وساطت سے پیغام پہنچایا تو خلیفۃ الرسول جناب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "قَالَ لَانُورَتْ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً" (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۳۵، صفحہ ۵۲۶، ۶۰۹، ۹۹۵) اِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا لِمَالِ وَاِنِّي وَاللَّهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا عَمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۰۹) لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِ اِلَّا اِنِّي عَمِلْتُ بِهِ فَاِنِّي اَخْشَى اِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِهِ اَنْ اُزِيغَ (بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۴۳۵) یعنی۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان فیض نشان ہے کہ ہم انبیاء کرام کا کوئی مالی وارث نہیں ہوتا ہم جو بھی چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (ہمارا ورثہ صرف علم ہوتا ہے لہذا میرے وارث صرف علماء ہیں) باقی اس مال میں سے نبی پاک ﷺ اپنے گھر والوں کا پورے سال کا خرچہ نکال لیتے تھے اور بقیہ مال مسلمانوں کی ضرورت اور سامان جنگ پر صرف فرماتے تھے (جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَنْفِقُ عَلَى اَهْلِهِ نَفَقَةً سَنَتِهِمْ مِنْ هَذَا الْمَالِ ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلِ مَالِ اللّٰهِ فَعَمِلَ بِذَلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَيَاتِهِ" (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۰۶، شرح نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی صفحہ ۵۴۳) یعنی جناب رسول اللہ ﷺ اس مال میں سے اپنے اہل بیت کرام کا پورے سال کا خرچہ لے لیا کرتے تھے اور باقی مال کو بیت المال میں جمع فرما دیا



کرتے تھے اور خدا کی قسم میں اس مال کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ کے حکم اور طریقے کو کبھی نہیں بدلوں گا۔ اور میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہے اور ہر وہ کام ضرور کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔ کیونکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ چھوڑ دیا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ سبحان اللہ۔ کوئی انصاف پسند، بغض صحابہ سے پاک ذہن والا شخص اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر یہ کہہ سکتا ہے کہ ان الفاظ میں جناب ابو بکر صدیق نے کوئی غلطی کی ہے۔ یا ان باتوں میں سے کوئی بات ناراض ہونے والی بھی ہے۔ اس بات پر تو سیدہ خوش ہوئی ہوں گی کہ انہوں نے میرے والد ماجد ہی کا طریقہ اختیار کیا ہوا ہے اور اگر تمام زندگی جناب رسول اللہ ﷺ ایک طریقہ پر عمل فرماتے رہے ہیں تو بعد میں اسی طریقے پر چلنے والا معتوب کیوں کر ہوگا اور پھر یہ حدیث وراثت جو جناب ابو بکر نے سنائی ہے یہ بخاری شریف ہی میں اور الفاظ کے ساتھ کئی اور مقامات پر بھی موجود ہے۔ مثلاً فرمان رسالت ہے۔ لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا مَا تَرَكَتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَ مُونِتُ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۸۹، ۴۳۷، ۹۹۶)

مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَ سَلَاحَهُ وَ أَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةٌ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۰۲، ۴۰۸)

مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً إِلَّا بَغْلَتًا الَّتِي كَانَ يَرْكَبُهَا وَ سَلَامَتَهُ وَ أَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيلِ صَدَقَةٌ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۳۱)

یعنی جناب رسول خدا ﷺ نے روپیہ، پیسہ، چاندی، سونا، غلام لونڈی وغیرہ کچھ بھی پیچھے نہ چھوڑا تھا۔ البتہ ایک آپ



کی سواری کا جانور، آپ کا کچھ سامان حرب اور کچھ زمین تھی اور یہ سب کچھ آپ نے صدقہ کر دیا تھا۔ نیز جناب رسول کریم ﷺ کا فرمان ذیشان ہے درہم و دینار، سونا چاند کو میری وراثت میں تقسیم نہ کرنا حاصل سے جو کچھ حاصل ہو اس میں سے میرے گھر والوں کا خرچہ اور عاملوں کی تنخواہ سے جو کچھ بچ رہے وہ سب صدقہ ہے۔

### جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً صرف بخاری ہی میں جلد ۱ صفحہ ۴۳۶، جلد ۲ صفحہ ۵۷۵، ۹۶، ۱۰۸۶ وغیرہ پر موجود ہے کہ جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصدیق فرماتے ہیں کہ واقعی جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث شریف بیان فرمائی تھی۔

### منکرین بھی قائل

نیز شیعہ کتب میں بھی مثلاً اصول کافی باب صفۃ العلم و فضلہ صفحہ ۱۶ اور باب العالم و المتعلم صفحہ ۱ میں جناب امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی حدیث بیان فرمائی ہے نیز یہ حدیث احتجاج طبری صفحہ ۶۴ اور من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۶ وغیرہ پر بھی موجود ہے۔ اور یاد رہے اصول کافی شیعہ حضرات کے نزدیک حدیث کی سب سے بڑی اور سب سے صحیح کتاب ہے اور شیعہ حضرات کے نزدیک اس کتاب کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اس کتاب کا نام بھی حضرت امام مہدی ہی نے رکھا تھا اور آپ نے تمام کتاب پڑھ کر اس پر ”ہَذَا كَافٍ لِشِيعَتِنَا“ (یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے) کے الفاظ کے ساتھ مہر تصدیق بھی لگائی



تھی بلکہ شیعہ کتاب شرح نہج البلاغہ میں تو یہ بھی ہے کہ ابوبکر غلہ و سود آنرا  
 گرفتہ بقدر کفایت باہل بیت علیہم السلام میدا دو خلفاء بعد از  
 وہم بران اسلوب رفتار نمودند (شرح نہج البلاغہ جلد ۵ صفحہ ۹۶۰ از سید علی نقی  
 ) یعنی جناب ابوبکر صدیق فدک کی آمدنی میں سے اہل بیت اطہار کو ان کی ضرورت  
 کے مطابق سال بھر کا خرچہ پیش کیا کرتے تھے پھر اسی طرح بعد کے خلفاء بھی اہل  
 بیت اطہار کی خدمت میں خرچہ پیش کرتے رہے۔ اسی طرح ابن حدید شرح نہج  
 البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ پر بھی ہے وَ كَانَ أَبُو بَكْرٍ يَأْخُذُ غَلَّتَهَا فَيَدْفَعُ إِلَيْهِمْ مِنْهَا  
 مَا يَكْفِيهِمْ۔ یعنی جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر کی آمدنی وصول کر کے  
 اہل بیت کرام (حضور کی بیویاں اور حضرت علی کا گھرانہ) کو اتنا دیتے تھے جو ان کی  
 ضرورت کے لئے کافی ہو جاتا تھا۔ تقریباً یہی عبارت۔ ابن میثم شرح نہج البلاغہ  
 صفحہ ۵۲۳ اور درہ نجفیہ صفحہ ۳۳۲ پر بھی موجود ہے غالباً ان دلائل کے بعد تو کوئی  
 انصاف پسند اور غیر متعصب شخص جناب سیدنا صدیق اکبر پر کوئی الزام نہیں لگا سکتا  
 ، ہاں البتہ

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

### فدک اہل بیت کے تصرف میں

علاوہ ازیں حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ ”فَكَانَتْ هَذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ  
 مَنَعَهَا عَلِيُّ عَبَّاسًا فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ  
 حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَ حَسَنِ بْنِ حَسَنِ كِلَيْهِمَا كَانَا  
 يَتَدَاوَلَانِهَا ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنِ وَ هِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَقًّا



(بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۷۶) یعنی اس زمین کا انتظام پہلے تو حضرت علی اور حضرت عباس کے سپرد تھا پھر حضرت علی اور حضرت عباس کا تنازعہ ہو گیا اور حضرت علی اکیلے اس کے منتظم بن گئے ان کے بعد یہ زمین ان کے بیٹے جناب امام حسن پھر جناب امام حسین پھر جناب امام زین العابدین اور حضرت حسن ثنیٰ پھر حضرت زید بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زیر انتظام رہی، تو جب یہ زمین اور اس کا انتظام ہمیشہ ہمیشہ حضرت علی کے گھرانے ہی میں رہا ہے تو پھر خلفاء ثلاثہ پر الزام کس بات کا؟ بلکہ حدیث شریف میں تو یہ بھی ہے۔ کہ ایک دفعہ جب سیدہ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے فدک کی زمین انہیں ہبہ کر دینے کے لئے عرض کی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فدک کی زمین ہبہ کر دینے سے انکار کر دیا تھا۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَتْ لَهٗ فَدَكٌ فَكَانَ يَنْفِقُ مِنْهَا وَيُعَوِّدُ مِنْهَا عَلٰى صَغِيْرِ بَنِي هٰشِمٍ وَيُزَوِّجُ مِنْهَا اَيْمَهُمْ وَاِنَّ فَاطِمَةَ سَاَلَتْهُ اَنْ يَّجْعَلَهَا لَهَا فَاَبٰى فَكَانَتْ كَذٰلِكَ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهِ فِيْ حَيَاتِهِ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۵۹، مشکوٰۃ صفحہ ۳۴۸، معجم البلدان صفحہ ۲۴۰ وغیرہ) اسی لئے بہت ہی وقت ثناء اللہ پتی نے کہہ دیا۔ لَوْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَعْطَاَهَا فَاطِمَةَ لَمَا مَنَعَهَا عَنْهَا الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ لَا سِيْمَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ خِلَافَتِهِ (تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۳۸) یعنی اگر جناب رسول خدا نے سیدہ کو وہ زمین ہبہ فرمادی ہوتی تو خلفاء راشدین کبھی بھی اس زمین کو سیدہ کے وارثوں کے حوالے کرنے میں دیر نہ کرتے بالخصوص حضرت علی اپنے دور خلافت میں تو فدک کی زمین کو ضرور اپنے



قبضے میں لے لیتے اگر کوئی کہے کہ اہل بیت غصب شدہ چیز واپس نہیں لیتے تو عرض ہے کہ آپ کے خیال کے مطابق تو حضرت علی کی خلافت بھی غصب کر لی گئی تھی پھر وہ آپ نے کیوں قبول کر لی اور جو ”غضبت فاطمہ“ والی روایت بیان کی جاتی ہے وہ ”مدرج“ روایت ہے۔ اس میں کسی راوی کے یہ الفاظ ہیں جو کبھی غلطی سے روایت میں داخل ہو گئے ہیں اور بعد میں پھر روایت در روایت اسی طرح آگے نقل در نقل ہوتے چلے آئے ہیں۔ ثبوت یہ ہے کہ یہ روایت بخاری شریف میں تقریباً پانچ مقامات پر ہے یعنی بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۳۵، ۵۲۶ اور جلد ۲ صفحہ ۵۷۶، ۶۰۹ اور ۹۹۶ پر لیکن ”غضبت“ کے الفاظ صرف صفحہ ۴۳۵ اور ۶۰۹ پر ہیں باقی روایات میں ان الفاظ کا نام و نشان تک نہیں ہے اسی طرح باقی کتب احادیث میں بھی صرف ابن شہاب زہری کی روایت میں یہ الفاظ نظر آتے ہیں اس کے علاوہ یہ الفاظ کہیں نہیں ملتے لہذا معلوم ہوا کہ یہ الفاظ اصل روایت کے نہیں ہیں بلکہ روای کا ادراج ہے باقی تمام مقامات پر اس طرح ہے کہ جناب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب کے بعد سیدہ نے پھر کبھی بھی اس مسئلے پر گفتگو نہ فرمائی یعنی آپ کا اصولی جواب سن کر آپ بالکل مطمئن ہو گئیں اور یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے کہ جب جناب ابو بکر صدیق نے صحیح حدیث پیش کر دی تو پھر دوبارہ سیدہ اس مسئلے کو کیوں چھیڑتیں اور اگر فرض محال آپ ناراض ہو ہی گئی تھیں تو شیعہ سنی روایات میں موجود ہے کہ جناب ابو بکر صدیق نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے ان کے گھر جا کر انہیں راضی کر لیا تھا اور سیدہ بالکل راضی ہو گئی تھیں۔ دیکھیں درج ذیل شرح نہج البلاغہ صفحہ ۳۳۲، حدیدی شرح نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۶، شرح نہج البلاغہ از سید علی نقی



جلد ۵ صفحہ ۹۶۰، ابن میثم شرح نہج البلاغہ جلد ۵ صفحہ ۵۴۳، ریاض النضرہ جلد ۱  
 صفحہ ۱۵۶، ۱۵۷، البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۴۸۹، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۶  
 صفحہ ۳۰۱، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲، زرقانی علی المواہب جلد ۷ صفحہ ۸، دلائل  
 النبوة جلد ۷ صفحہ ۲۸۱، طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۷، فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۱۵۱ وغیرہ  
 ۔ اگر فرض محال سیدہ کسی بات پر ناراض ہوئیں پھر جناب ابو بکر نے گھر جا کر معذرت  
 کر لی اور سیدہ راضی ہو گئی تھیں اور حدیث شریف ہے ”انما الاعمال  
 بالخواتیم“ یعنی اعمال کا دار و مدار خاتمے پر ہوتا ہے تو پھر اب تک یہ لوگ جناب  
 صدیق اکبر پر کیوں ناراض ہیں۔ معلوم ہوا کہ انہیں سیدہ کے راضی یا ناراض ہونے  
 کا کوئی فکر نہیں ہے بلکہ محض بغض صحابہ میں یہ لوگ اہل بیت اطہار کا نام استعمال  
 کرتے ہیں باقی جب سیدہ ان پر راضی ہیں تو کسی اور کی ناراضگی کی کوئی حیثیت اور  
 اہمیت بھی نہیں ہے۔ فاعتبروا یا اولو الالباب۔

### حضور اکرم ﷺ کا معمول

ایک حدیث شریف میں ان تمام اموال نے میں نبی کریم ﷺ کا معمول اس طرح  
 بیان کیا گیا ہے کَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثٌ صَفَايَا بَنُو النَّضِيرِ  
 وَ خَيْبَرٍ وَ فَدَكٍ فَأَمَّا بَنُو النَّضِيرِ فَكَانَتْ حَسَابِلِنَوَائِبِهِ وَأَمَّا فَدَكٌ  
 فَكَانَتْ حَسَابِلِأَبْنَاءِ السَّبِيلِ وَأَمَّا خَيْبَرٌ فَحَزَّاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
 ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ جُزْئَيْنِ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَ جُزْءٌ لِنَفَقَةِ أَهْلِهِ فَمَا فَضَلَ عَنْ  
 نَفَقَةِ أَهْلِهِ جَعَلَهُ بَيْنَ فَقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۵۷) یعنی جناب  
 رسول اللہ ﷺ کی ملکیت میں تین زمینیں تھیں ۱۔ بنو نضیر کی زمین۔ اس کی



آمدن کو آپ اپنے خاص حوائج و ضروریات کے لئے محفوظ رکھتے تھے اور فدک کی آمدنی کو آپ مسافروں پر خرچ فرماتے تھے اور خیبر کی آمدنی کے آپ تین حصے فرمایا کرتے تھے ان میں سے دو حصے تو آپ مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کرتے تھے اور ایک حصہ اپنے اہل بیت کی ضروریات کے لئے بچا رکھتے تھے اور اگر اہل بیت کے خرچہ کے بعد بھی کچھ بچ جاتا تو اسے بھی مہاجرین و انصار میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ ان تمام وضاحتوں کے باوجود اگر پھر بھی کوئی کہے کہ جی نہیں حضرت ابو بکر نے اہل بیت کی دشمنی کی وجہ سے انہیں فدک نہیں دیا تھا (معاذ اللہ) تو گزارش ہے کہ جب سیدہ کو جناب رسالت مآب ﷺ نے فدک دینے سے انکار کر دیا تھا تو جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ کو رسول کریم ﷺ کی مخالفت کر کے فدک کیسے دے سکتے تھے اور اگر جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دشمنی اہل بیت اطہار کا الزام ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کیا کہو گے؟ اور پھر فدک مانگنے کا جہاں بھی ذکر ہے وہاں کسی اور عزیز کے ذریعہ سے دربار خلافت میں سیدہ کی طرف سے مطالبہ پہنچایا جاتا ہے کہیں بھی یہ مذکور نہیں ہے کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مطالبہ کیا ہو۔ معلوم ہوا کہ جناب حیدر کرار بھی اس حق میں نہیں تھے اور مولا علی شیر خدا کسی بھی مسئلہ میں کبھی بھی کسی وقتی مصلحت یا کسی کے خوف سے حق چھپانے یا کسی سے دبنے والے بھی نہیں تھے آپ تو شیر خدا ہیں۔ حیدر کرار ہیں اسد اللہ الغالب ہیں۔ آپ تو اکثر فرمایا کرتے تھے۔ اِنِّیْ اِذَا اَبْصَرْتُ شَیْئًا مُّنْکَرًا اَوْ قَدْتُ نَارًا وَا دَعَوْتُ قَنْبِرًا (رجال کشی صفحہ ۱۹۹) یعنی میں جب بھی کوئی خلاف شرع کام دیکھتا ہوں تو اس کے خلاف جہاد کی آگ بھڑکا دیتا ہوں



اور اپنے خادم خصوصی قنبر کو بھی آواز دے دیتا ہوں۔ تو شیر خدا۔ اسد اللہ الغالب۔ حیدر کرار جیسے شجاع اور حق پرست باغیرت انسان سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ معاذ اللہ آپ کی پردہ دار بیوی اپنا حق ورثہ مانگنے کے لئے درباروں میں جا کر کھڑی ہو اور آپ گھر ہی میں دیکھے بیٹھے رہیں نعوذ باللہ من ذالک۔ ہمارا ایمان۔ ہماری سوچ اور ہماری غیرت تو اس بات کو قبول ہی نہیں کرتی اور یقیناً ہم میں سے کوئی باغیرت شخص اپنے گھر کے متعلق بھی ایسا کبھی بھی گوارا نہیں کرے گا۔

### حضور کا ترکہ اور ازواج رسول

علاوہ ازیں جناب رسول مقبول ﷺ کے وصال شریف کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے بھی دربار خلافت صدیقی میں جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے اپنی وراثت زوجیت کا مطالبہ کرنا چاہا تھا (یاد رہے کہ ازواج مطہرات میں خود جناب ابو بکر صدیق کی صاحبزادی ام المومنین عائشہ صدیقہ اور جناب عمر فاروق کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شامل تھیں) لیکن ام المومنین عائشہ صدیقہ نے انہیں سمجھایا کہ ہمارے آقا مولا جناب محمد مصطفیٰ نے فرمایا تھا۔ ”ہم انبیاء کرام کے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ ہم انبیاء جو کچھ بھی چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے“ ہاں نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کا نان و نفقہ اس مال سے لیا جائے گا۔ (اور وہ ہمیں متواتر مل رہا ہے) پس نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات اپنے اس ارادے سے باز آگئیں (بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۷۶) ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۶۰ وغیرہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب ابو بکر صدیق نے ازواج مطہرات کو بھی وراثت بنوی کا مروجہ حصہ عطا نہیں فرمایا تھا۔ سیدہ



کو تو معاذ اللہ دشمنی کی بنا پر نہ دیا اپنی بیٹی کو تو کم از کم دے دیا ہوتا۔ نیز جناب عمر فاروق ہی اپنے دور خلافت میں اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ کو تو ان کا حصہ سے دیتے جس شریعت کے مطابق باپ کی جائیداد میں بیٹی کا حصہ ہوتا ہے اسی شریعت اور حکم قرآنی کے مطابق خاوند کے مال میں بیوی کا بھی حصہ ہوتا ہے حضور اکرم ﷺ کے مال میں اگر قانون وراثت جاری کرنا ہی ہے تو پھر بیویوں کو بھی ان کا حق ملنا چاہیے تھا یہ کس اسلام کا قانون ہے کہ بیٹی کو تو حصہ دیا جائے لیکن بیویوں کو محروم رکھا جائے فافہمو ایا اولو الابصار۔ لیکن نہیں ایسا نہیں ہوا۔ اور ہوتا بھی کیسے وہ عاشقان مصطفیٰ تو صرف فرمان مصطفیٰ پر قربان ہو رہے تھے بلکہ ایک شیعہ کتاب میں تو یہ بھی ہے کہ جناب ابوبکر صدیق نے عرض کی۔ آقا زادی۔ میرا تمام مال حاضر ہے اس میں سے آپ جتنا چاہیں لے لیں لیکن فیصلہ مصطفوی میں رد و بدل کرنے کی مجھ میں جرأت نہیں ہے (بیت الاحزان صفحہ ۱۲۶، حق الیقین صفحہ ۱۲۷، ناسخ التواریخ صفحہ ۱۳۸) القصہ مختصر۔ سیدہ خاتون جنت جناب ابوبکر صدیق سے بالکل راضی تھیں خوش تھیں اور جناب ابوبکر صدیق کے پورے گھرانے نے اہل بیت کی خدمت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ نیز جناب ابوبکر نے اہل بیت کا کوئی حق غصب نہیں کیا تھا بلکہ آپ نے وہی طریقہ برقرار رکھا۔ جو جناب رسول اللہ ﷺ کرتے رہے تھے اور جس کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا تھا۔

امام زادے کا فیصلہ

چنانچہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہدایت نشان ہے ”أَمَا أَنَا فَلَوْ كُنْتُ مَكَانَ أَبِي بَكْرٍ“



لَحَكَمْتُ بِمِثْلِ مَا حَكَمَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ فِي فَدَكٍ (سنن الکبریٰ جلد ۶ صفحہ ۳۰۱،  
 دلائل النبوة بہیقی جلد ۷ صفحہ ۶۸۱، صواعق محرقة)، یعنی جب میری نانی جان سیدہ  
 خاتون جنت علیہا السلام کی طرف سے دربار خلافت صدیق میں فدک کی وراثت کا  
 مطالبہ کیا گیا تھا تو (جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنا بہترین فیصلہ فرمایا  
 تھا کہ) اگر ان کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی وہی فیصلہ کرتا جو جناب ابوبکر صدیق  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا۔ اللہ اکبر۔ فیصلہ صدیقی کی صداقت اور حقانیت کی  
 اس سے بڑی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو حق واضح ہو جانے پر اس کو  
 مان لینے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

اتباع اہل بیت پاک کر سکتے نہیں عشق کا دعویٰ ہے اور تقلید کر سکتے نہیں

### وفات

سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۱ھ تین رمضان المبارک کو منگل کی رات  
 اس دنیائے فانی سے انتقال فرما کر دار بقا کی طرف روانہ ہوئیں (الاصابہ جلد ۴  
 صفحہ ۳۸۰، الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۳۸۰، ابن الحدید شرح نہج البلاغہ جلد  
 ۴ صفحہ ۸۲) اور آپ کی وصیت کے مطابق جناب ابوبکر صدیق کی بیوی حضرت اسماء  
 بیت عمیس نے آپ کو غسل دیا اور جناب علی المرتضیٰ نے غسل میں ان کی معاونت  
 فرمائی۔ چونکہ سیدہ کی خدمت کے لئے ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی جناب ابوبکر  
 صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی آستانہ سیدہ پر حاضر تھیں جو کہ یقیناً جناب ابوبکر  
 صدیق کی اجازت سے ہی آئی ہوئی تھیں۔ نیز بعد میں جناب عائشہ صدیقہ کو بمطابق  
 وصیت سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا حضرت اسماء نے غسل سیدہ میں شریک نہ کیا



تو وہ جناب ابوبکر کے ہاں شکوہ کناں ہوئیں اور آپ ان کے ساتھ سیدہ کے دروازے پر آئے اور اپنی بیوی سے گفتگو کی۔ لہذا سیدہ کی بیماری، انتقال اور جنازہ کچھ بھی جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوشیدہ نہیں تھا اور چونکہ آپ کو پہلے ہی علم تھا اس لئے آپ کو پیغام بھیج کر بلانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ سیدہ کی وصیت کے مطابق رات کے وقت اندھیرے میں ہی آپ کا جنازہ اٹھایا گیا اور حضرت اسماء کی بنائی ہوئی آپ کی پسندیدہ اس ڈولی نما باپردہ چار پائی پر آپ کا جنازہ لے جایا گیا اور اسی وقت نماز جنازہ ادا کر کے آپ کو دفن کر دیا گیا۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

### جنازہ کس نے پڑھایا

جنازہ پڑھانے کے متعلق مختلف اقوال ہیں بعض کا قول ہے کہ جنازہ حضرت عباس نے پڑھایا تھا۔ بعض کا قول ہے کہ جنازہ جناب علی المرتضیٰ نے پڑھایا تھا اور بعض احادیث میں ہے کہ جنازہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت سے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھایا تھا روایت کے الفاظ ہیں۔ صلی ابوبکر الصدیق علی فاطمة بنت رسول اللہ ﷺ فکبر علیہا اربعاً۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۹، الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۷۹، بدائع الصنائع صفحہ ۳۱۳، ابن الحدید شرح نہج البلاغہ شیعہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰، کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۷۰۹) اور یہ بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس وقت اصول یہ تھا کہ جو خلیفہ وقت ہوتا تھا وہی دار الخلافہ کی مرکزی جامع مسجد میں امامت اور خطابت کے فرائض انجام دیتا تھا اور وہی وہاں کے جنازوں کی امامت بھی کرایا کرتا تھا بلکہ اگر



فرض محال میت کے وارث اس حاکم وقت سے جنازہ نہ بھی پڑھوانا چاہتے تو پھر بھی اس اصول کے مطابق وہ اپنے جنازے اسی حاکم ہی سے پڑھواتے تھے جیسا کہ جب جناب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے اس وقت مدینہ منورہ کے گورنر سعید بن العاص تھے تو جب جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں جنازہ پڑھانے کے لئے آگے کیا تو فرمایا۔ اگر یہ طریقہ نہ ہوتا کہ یہاں حاکم وقت ہی امامت کرائے گا تو میں آپ کو امامت کرانے کے لئے نہ کہتا (بلکہ خود جنازہ پڑھاتا) عبارت اس طرح ہے۔ رُوِيَ أَنَّ الْحُسَيْنَ قَدَّمَ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ لِمَامَاتِ الْحَسَنِ وَقَالَ لَوْلَا السُّنَّةُ لَمَا قَدَّمْتُكَ وَكَانَ سَعِيدٌ وَالِيًا بِالْمَدِينَةِ۔

(فتاویٰ شامی جلد ۱ صفحہ ۸۲۳) چونکہ سیدہ کے وصال شریف کے وقت مدینہ شریف میں جناب ابوبکر صدیق ہی امیر المؤمنین تھے لہذا اصول کے مطابق بھی سیدہ کا جنازہ جناب ابوبکر صدیق نے ہی پڑھایا ہوگا اور اگر بالفرض جنازہ کسی اور نے بھی پڑھایا ہو تب بھی اتنی بات یقینی ہے کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ بتول سلام اللہ علیہا کے جنازے میں شامل ضرور تھے اور ان مقدس بزرگوں کے مابین کسی قسم کا کوئی اختلاف یا ناراضگی نہیں تھی اور اس کے خلاف جو کچھ بتایا جاتا ہے وہ محض جھوٹے اور من گھڑت افسانے ہیں نیز یاد رہے کہ سیدہ خاتون جنت ایک جلیل القدر صحابیہ بھی ہیں لہذا قرآن و حدیث میں صحابہ کرام کے جو فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں وہ سب آپ کو بھی حاصل ہیں

امیر المؤمنین سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ



نام

جب جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ہاں پہلے صاحبزادے کی ولادت باسعادت ہوتی ہے تو محبوب خدا تشریف لاتے ہیں آپ کے دائیں کان میں آذان (ابوداؤد جلد ۳ صفحہ ۳۴۰) اور بائیں کان میں اقامت فرمائی اور ایک کھجور منہ میں چبا کر پیارے نواسے کو گڑھتی دی۔ پھر نواسے کے نام کا مسئلہ زیر بحث آیا تو جناب جبریل حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آقا آپ اس نواسے کا نام ”شبر“ رکھیں جو حضرت ہارون علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے کا نام تھا تو جناب رسول کریم نے اس نام کو عربی میں بدل کر ”حسن“ نام رکھا تو جبریل نے عرض کی کہ آقا یہ ایک جنتی نام ہے جو آج سے پہلے دنیا میں کہیں نہیں رکھا گیا (الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۸، الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۶۹، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۸۸، تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

ولادت

آپ کی ولادت ۳ھ میں ۱۵ رمضان المبارک کو غزوہ بدر کے بعد مدینہ منورہ میں ہوئی۔ جناب رسول خدا نے ساتویں دن ایک مینڈھے سے (بعض روایات کے مطابق دو مینڈھے) آپ کا عقیقہ کیا۔ آپ کا سر منڈایا (جھنڈ) اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی تول کر صدقہ کی۔ آپ شکل و صورت میں تمام خاندان میں سے رسول کریم ﷺ کے زیادہ مشابہ تھے اسی لئے آپ ”شبیبہ مصطفیٰ“ کے نام سے مشہور تھے (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۹۶، الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۲۹۶، الاستیعاب



## حالات

آپ سے آقائے نامدار کو از حد محبت تھی۔ ایک دن آپ نے پیارے حسن کو کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور فرمایا۔ دنیا والو۔ جس کو مجھ سے محبت ہو وہ میرے اس پیارے نواسے بھی ضرور محبت کرے لوگو۔ میرا یہ فرمان تمام (دنیا کے) ان لوگوں تک پہنچا دو جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں (الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۰، تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۹۷، مستدرک جلد ۲ صفحہ ۱۶۹، مواہب لدنیہ جلد ۳ صفحہ ۳۴۱، زرقانی علی المواہب جلد ۷ صفحہ ۲۰) ایک دفعہ نبی مکرم ﷺ نے پیارے حسن (یا جناب حسین) کے ننھے ننھے اور پیارے پیارے دونوں ہاتھ پکڑے اور اپنے نزدیک کر لیا شہزادے نے آپ کے پاؤں پر پاؤں رکھ لئے پھر آپ نے فرمایا اوپر چڑھا۔ آپ ہاتھ اوپر کرتے جاتے۔ شہزادہ آپ کے جسم اطہر پر پاؤں رکھتا اوپر چڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ آپ کے قدم حضور اکرم ﷺ کے سینے پر آگئے اور چہرہ آپ کے چہرے کے سامنے تو آپ نے فرمایا بیٹا منہ کھولو۔ (شہزادے نے منہ کھولا تو آپ نے لعاب دہن ڈالا) اور پیارے شہزادے کا منہ چوم لیا۔ پھر عرض کی اے میرے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ (الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۹، الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۸۳ وغیرہ) ایک دفعہ جناب رسول کریم ﷺ منبر شریف پر تشریف فرما تھے اور شہزادہ حسن آپ کی آغوش مقدسہ میں بیٹھا تھا آپ کبھی پیارے حسن کو پیار سے دیکھتے اور کبھی آپ صحابہ کی طرف متوجہ ہو جاتے اسی اثنا میں آپ نے فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو عظیم



گروہوں میں صلح ہو جائے گی (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۰، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۹۶، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۱، الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۲۸، الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۷۰) جناب رسول اللہ ﷺ کا اشارہ اس واقعہ کی طرف تھا جب جناب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب امیر معاویہ کو خلافت تفویض کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی جس سے ان دونوں مسلمان فوجوں کے درمیان جنگ رک گئی اور صلح ہو گئی غور طلب بات یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جناب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے لشکر کو بھی ایمان والا فرمایا ہے ایک مرتبہ سید الانبیاء ﷺ پیارے حسن کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے ایک صحابی (جناب عمر فاروق) نے خوش ہو کر فرمایا۔ اے بچے مبارک ہو تمہیں کتنی بہترین سواری ملی ہے تو حضور نے فوراً فرمایا (پیارے عمر سواری تو واقعی بڑی شان والی ہے لیکن) سوار بھی تو بہت خوب ہے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۳، صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۷) ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے جب آپ سجدہ میں گئے تو جناب امام حسن کھیلتے کھیلتے آئے اور نانا جان کی پشت پر بیٹھ گئے اور جناب رسول کریم ﷺ نے اس وقت تک سجدہ سے سر نہیں اٹھایا جب تک کہ امام حسن خود پشت پر سے نہ اتر گئے (نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۱، الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۰، تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۹۶، نور الابصار صفحہ ۱۳۲، صواعق محرقہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۷، اسعاف الراغبین صفحہ ۱۹۳، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۸۹) ایک دن جناب امام حسن بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ جناب ابو بکر صدیق اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کی نماز ادا فرمانے کے بعد اکٹھے تشریف لے آئے۔ جناب ابو بکر نے



حضرت امام حسن کو پیار سے اٹھا کر اپنے کندھوں پر بٹھالیا اور فرمایا اس شہزادے کی شکل حضرت علی سے نہیں بلکہ جناب رسول اکرم ﷺ سے ملتی ہے یہ سن کر حضرت علی ہنسنے لگے (بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۳۰، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۳، تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۹۶) آپ کے فضائل تو بہت ہیں لیکن اختصار ملحوظ ہے لہذا ان ہی چند سطور پر اکتفا کرتا ہوں۔ بہر حال آپ نہایت عابد و زاہد، حد درجہ سخی، بہت زیادہ رحم دل اور صلح جو۔ شیبہ رسول اور اہل بیت مصطفیٰ میں ایک درخشندہ ستارہ تھے جناب علی المرتضیٰ کی شہادت کے بعد آپ چھ ماہ تک خلفیۃ المسلمین کے اعلیٰ منصب پر فائز رہے۔ ۳۱ھ ربیع الاول میں آپ نے جناب امیر معاویہ کو خلافت تفویض فرمائی اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ جناب امیر معاویہ نے سفید کاغذ پر اپنی مہر لگا کر آپ کے پاس بھیج دیا کہ جو بھی شرائط آپ لکھ دیں مجھے منظور ہوں گی۔ آپ نے پچیس حج پیدل گئے (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۹۹، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۲، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۰، الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۷۱)۔ نیز جناب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ صحابی رسول بھی ہیں۔ لہذا قرآن و حدیث میں صحابہ کرام کے جو مناقب بیان کئے گئے ہیں وہ تمام فضائل و مناقب آپ کو بھی بدرجہ اتم حاصل ہیں۔

### شہادت

تقریباً پچاس ہجری میں آپ کو تیسری بار زہر دیا گیا۔ جس سے آپ چالیس روز بیمار رہ کر واصل بحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپ نے اپنی زندگی میں ہی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روضہ نبوی میں قبر کی جگہ مانگ لی تھی اور ام المومنین نے اجازت بھی دے دی تھی لیکن جب جنازہ وہاں لایا گیا تو مروان بد



بخت بمع اپنے چیلوں کے مسلح ہو کر مانع ہوا اور جناب امام حسین نے فساد کے خطرے سے آپ کی دوسری وصیت کے مطابق آپ کو ان کی والدہ محترمہ کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن کر دیا (الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۷۵، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۴) آپ کی وفات پر صحابہ کرام دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے کہ شبیہ مصطفیٰ ہم سے بچھڑ گئے اور آپ کے جنازے پر اتنا جم غفیر جمع تھا کہ بقیع غرقہ کے میدان میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ آپ کا جنازہ رواج کے مطابق (کہ جنازہ والی شہر ہی پڑھاتا تھا) سعید بن العاص نے پڑھایا۔ جناب امام حسین نے فرمایا تھا کہ اگر یہ طریقہ نہ ہوتا تو میں تمہیں امامت کے لئے نہ کہتا (بلکہ خود جنازہ پڑھاتا) (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۳۰۱، الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۷۴، الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۱)

### اولاد

جناب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں ان میں سے آپ کے چار صاحبزادے یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میدان کربلا میں سیدنا امام حسین کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔ آپ کے باقی صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔ حضرت زید، حضرت حسن ثنی، حضرت حسین الاثرم، حضرت طلحہ، حضرت اسماعیل، حضرت حمزہ، حضرت یعقوب، حضرت عبدالرحمان اور صاحبزادیاں۔ حضرت فاطمہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ام عبداللہ، حضرت رملہ (ام الحسین) اور حضرت ام الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ جناب سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے صاحبزادوں کے نام جناب ابوبکر اور جناب عمر۔ رکھنا۔ آپ کی جناب سیدنا ابوبکر صدیق اور جناب



سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کیونکہ کوئی بھی شخص اپنی اولاد کے نام کبھی بھی کسی برے شخص کے نام پر نہیں رکھتا۔ مقام فکر ہے۔

## سید الشہداء جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شاہ است حسین بادشاہ است حسین دین ہت حسین دین پناہ ہست حسین

سرداد۔ نہ داد دست در دست یزید حقا کہ بناء لا الہ ہست حسین

نام۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی بھی جناب رسول اکرم ﷺ نے حضرت جبریل کے مشورہ سے حضرت ہارون علیہ السلام کے دوسرے بیٹے ”شبیر“ کو عربی میں بدل کر حسین رکھا جو کہ ایک جنتی نام ہے اور آپ سے پہلے یہ نام کسی کا نہیں رکھا گیا تھا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۸۸، الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۶۹ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۹۸)۔

### ولادت

آپ کی ولادت باسعادت پانچ شعبان چار ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی (الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۲، الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۷۸) جناب امام حسن ہی کی طرح ساتویں دن آپ کے بال اتارے گئے (جھنڈ) اور بالوں کے برابر وزن کر کے چاندی راہ خدا میں تصدق کی گئی اور آپ کا عقیقہ کیا گیا (الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۲، الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۷۲)

### حالات



امام عالی مقام جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرور کائنات ﷺ کو بہت  
 محبت تھی حتیٰ کہ آپ کا فرمان ہے ”حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ أَحَبَّ اللَّهُ  
 مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا“ یعنی پیارا حسین مجھ میں سے ہے اور میں حسین میں سے ہوں (یعنی  
 حسین میرا ہے اور میں حسین کا ہوں جو حسین کا ہوگا وہی میرا بھی ہوگا اور جو حسین  
 کا نہیں وہ میرا بھی نہیں) جو پیارے حسین سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ بھی اس سے  
 محبت فرمائے گا (ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۹، ابن ماجہ صفحہ ۱۲، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۳) نیز  
 چونکہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی بھی ہیں لہذا قرآن و حدیث میں صحابہ کرام  
 کے جو فضائل بیان ہوئے ہیں وہ سب آپ کو بھی حاصل ہیں ایک دفعہ جناب امام  
 حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ کے دونوں زانو ہائے مبارک پر  
 بیٹھے تھے کہ سرکار نے ارشاد فرمایا ”هَذَا نِ ابْنَايَ وَ ابْنَا ابْنَتِيْ . اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ  
 اَحْبُهُمَا فَاَحْبَهُمَا وَاَحَبَّ مِنْ يُحِبُّهُمَا“ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۸، مشکوٰۃ  
 صفحہ ۵۶۲، صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۷) یہ میرے شہزادے ہیں اور میری بیٹی کے  
 صاحبزادے ہیں پھر دعا فرمائی۔ اے میرے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں  
 پس تو بھی ان سے محبت رکھ اور اے میرے اللہ جو ایمان والا ان سے محبت رکھے تو  
 بھی اس سے بھی محبت فرمانا۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ مَنْ اَحْبَهُمَا فَقَدْ اَحْبَنِيْ وَ  
 مَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ (الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۰) جو شخص ان دونوں سے  
 محبت کرے گا پس تحقیق اس نے مجھ سے محبت کی اور جو ان کے ساتھ بغض رکھے گا  
 اس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ اَلْحَسَنُ  
 وَالْحُسَيْنُ هُمَا رِيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۰، ترمذی جلد ۲



صفحہ ۲۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۰، صواعق محرقة ۱۳۷، مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۱ (یعنی پیارا حسن اور پیارا حسین یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں (جنت کے) چنانچہ آپ ان شہزادوں کو بلا کر پیار سے اپنے سینے سے لگاتے اور انہیں پھولوں کی طرح سونگھا کرتے تھے) (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۸) ایک دفعہ ارشاد فرمایا۔ مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي فَقَدْ أَحَبَّ اللَّهَ وَمَنْ أَحَبَّ اللَّهَ ادَّخَلَهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي وَمَنْ أَبْغَضَنِي فَقَدْ أَبْغَضَ اللَّهَ وَمَنْ أَبْغَضَهُ اللَّهُ ادَّخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ (متدرک جلد ۳ صفحہ ۱۶۶) یعنی جس نے ان دونوں سے محبت کی تحقیق اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت رکھی درحقیقت اس نے اللہ سے محبت رکھی اور جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ ضرور اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس سے اللہ تعالیٰ بھی بغض رکھے گا اور جس سے اللہ تعالیٰ نے بغض رکھا اللہ تعالیٰ ضرور اسے دوزخ میں داخل فرمائے گا۔ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ نے دونوں نواسوں کو کندھوں پر بٹھایا ہوا تھا اور انصار کی ایک مجلس کے پاس سے گزرے۔ لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ یہ سواری کتنی افضل ہے تو آپ نے فرمایا۔ نَعَمْ الرَّأْيَانِ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۲) یہ سواری کرنے والے بھی بہت شان والے ہیں ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ سجدہ میں تھے کہ جناب امام حسن اور جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھیلتے کھیلتے آگے اور حضور کی پشت پر چڑھ بیٹھے صحابہ جو پاس تھے انہوں نے شہزادوں کو اتارنا چاہا تو حضور نے (اشارے سے



(منع فرما دیا) حتیٰ کہ شہزادے خود اترے اور حضور نے نماز مکمل کی) تو آپ نے انہیں جھولی میں بٹھالیا پھر آپ نے فرمایا۔ بِأَبِي هِمَا وَأُمِّي مَنْ أَحَبَّنِي فَلْيُحِبُّ هَذَيْنِ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۹۵، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۷۹، الاصابہ صفحہ ۳۳۰) میرے ماں باپ ان دونوں پر قربان۔ لوگو جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ ان دونوں سے بھی محبت کرے ایک مرتبہ اکیلے امام حسین بھی سجدہ میں حضور کی پشت پر سوار ہو گئے تھے (متدرک جلد ۱ صفحہ ۱۶۶) ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے دونوں شہزادے کشتی کرنے لگے جناب رسول اللہ ﷺ خوش ہو کر فرمانے لگے یہ حسین ہے اس کو گرانا کوئی آسان کام نہیں) تو سیدہ نے عرض کی آقا۔ لِمَ تَقُولُ هَذَا حُسَيْنٌ فَقَالَ إِنَّ جَبْرِئِلَ يَقُولُ هَذَا حَسَنٌ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۲، ابن عساکر جلد ۲ صفحہ ۳۱۷، الاصابہ صفحہ ۳۳۲) آپ حسین کی حوصلہ افزائی فرما رہے (کیا حسن سے آپ کو پیار نہیں ہے آپ نے فرمایا یہ بات نہیں بلکہ بات دراصل یہ ہے) ادھر سے جبریل امین پیارے حسن کے ساتھ کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں یہ حسن ہے (اس کو گرانا آسان نہیں ہے) ایک مرتبہ سیدہ خاتون جنت دونوں شہزادوں کو لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئیں اور عرض کی ابا حضور یہ آپ کے نواسے ہیں انہیں کچھ ورثہ عنایت فرما دیجئے۔ قَالَ أَمَا حَسَنٌ فَإِنَّ لَهُ هَيْبَتِي وَسُودِدِي وَأَمَا حُسَيْنٌ فَإِنَّ لَهُ جُرْأَتِي وَجُرْودِي۔ (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۳۲۵، ابن الحدید شرح نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۱، دلائل الامامت طبری صفحہ ۳) تو آپ نے فرمایا پیارے حسن کو میری طرف سے ہیبت اور سرداری کا ورثہ ہے اور پیارے حسین کو میں اپنی طرف سے جرات اور



سختی کا ورثہ دیتا ہوں۔ (اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ کا کوئی مالی ورثہ نہیں تھا) ایک مرتبہ جناب رسول خدا ﷺ سے پوچھا گیا۔ اَيُّ اَهْلِ بَيْتِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۸، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۳) یعنی یا رسول اللہ ﷺ آپ کی اہلیت میں سے آپ کو سب سے پیارا کون ہے آپ نے فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ سیدہ کے خانہ اقدس کے پاس سے گزر رہے تھے کہ جناب امام حسین کے رونے کی آواز آئی آپ نے دروازے پر کھڑے کھڑے ہی فرمایا بیٹی حسین کو رونے نہ دیا کرو۔ اَلَمْ تَعْلَمِيْ اَنَّ بُكَاءَ الْحُسَيْنِ يُؤْذِنِيْ (نور الابصار صفحہ ۱۳۹) تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ پیارے حسین کے رونے سے مجھے ایذا پہنچتی ہے (تکلیف ہوتی ہے) یزید اور یزیدیوں کی وکالت کرنے والے حضرات اس حدیث کو بار بار پڑھیں اور پھر آیت کریمہ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا (احزاب آیت ۵۷) یعنی اللہ کے رسول ﷺ کو ایذا دینے والا پکا لعنتی اور یقینی دوزخی ہے کو بھی زیر نظر رکھیں اور اپنی عاقبت کی فکر کریں اور اپنے ایمان کی خیر منائیں۔ ایک مرتبہ دونوں شہزادے گھر سے نکلے تو دیکھا کہ نانا جان منبر شریف پر خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں شہزادے گرتے اٹھتے نانا جان کی طرف چل پڑے۔ حضور اکرم ﷺ نے دیکھا تو خطبہ چھوڑ کر منبر شریف سے اتر کر جلدی جلدی نواسوں کے پاس پہنچے اور انہیں اٹھا کر واپس منبر پر جلوہ افروز ہو گئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہاری اولاد میں ایک آزمائش ہیں۔ نَظَرْتُ اِلَى هٰذِيْنَ الصَّبِيّٰنِ يَمْشِيَانِ وَيَعِشْرَانِ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ



حَدِيثِي - میں نے ان بچوں کو گرتے اٹھتے دیکھا تو میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنا خطبہ بند کر دیا (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۳)۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنے نواسوں کی معمولی سی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے تو وقعہ کر بلا سے آپ کو کتنی اذیت ہوئی ہوگی۔ شاید کوئی بد بخت یہ سوچے کہ آپ انتقال فرما گئے تھے اب بعد کے واقعات کا آپ کو کیا علم اور اس سے آپ کو کیا ایذا پہنچ سکتی ہے آئیے جھگڑا کرنے کے بجائے حدیث شریف کا مطالعہ کرتے ہیں جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ۔

رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِيمَا يَرَى النَّائِمُ ذَاتَ يَوْمٍ بِنِصْفِ النَّهَارِ اشْعَثَ أُغْبِرَ بِيَدِهِ قَارُورَةً فِيهَا دَمٌ فَقُلْتُ بِأَبِي أَنْتَ دَامِي مَا هَذَا قَالَ هَذَا أَدَمُ الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهِ وَلَمْ أَزَلْ التَّقِطَهُ مُنْذُ الْيَوْمِ فَاحْصِي ذَلِكَ الْوَقْتَ فَاجِدُ قِتْلَ ذَلِكَ الْوَقْتِ (مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۹۴۲، دلائل النبوة بیہقی جلد ۷ صفحہ ۴۸، الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۵، الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۸۱، تہذیب الہندی جلد ۲ صفحہ ۳۵۵) یعنی ایک دن دوپہر کو میں خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کا جسم اطہر، سر مبارک اور آپ کی داڑھی مبارک پر غبار پڑا تھا اور آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی۔ میں نے عرض کی۔ آقا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ یہ آپ کی کیا حالت ہو رہی ہے اور یہ آپ کے ہاتھ میں شیشی کیسی ہے تو آپ نے فرمایا۔ یہ پیارے حسین اور اس کے ساتھیوں (شہداء کربلا) کا خون ہے جس کو میں سارے دن سے اکٹھا کر رہا ہوں۔ جناب ابن عباس فرماتے ہیں۔ میں نے وہ وقت نوٹ کر لیا۔ جب بعد میں مدینہ طیبہ میں شہادت حسین کی خبر پہنچی تو عین وہی



وقت تھا جس وقت خواب میں میں نے جناب رسول اللہ کو اس حالت میں دیکھا تھا اسی طرح ایک مرتبہ ام المومنین جنابہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر میں بیٹھی رو رہی تھیں ایک عورت کے پوچھنے پر بیان فرمایا۔ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَنَامِ وَعَلَى رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۳۵۶، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۸ مطبرانی کبیر جلد ۲۳ صفحہ ۳۷۳، دلائل البیوۃ بیقی جلد ۷ صفحہ ۴۸) کہ میں نے خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ آپ کے سر مبارک اور آپ کی داڑھی مبارک پر غبار پڑا ہوا تھا میں نے عرض کی کہ حضور کیا بات ہے؟ تو آپ نے بتایا کہ میدان کربلا میں حسین کی شہادت کا منظر دیکھ رہا تھا (اور یہ خاک وہیں سے اڑ کر مجھ پر پڑی ہے) غالباً اب تو کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ گئی ہوگی۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے شہادت حسین کی خبر حضرت ام فضل کو سنائی تھی اس وقت بھی آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئی تھیں۔ ظاہر بات ہے کہ اس واقعہ فاجعہ کو یاد کر کے جناب رسول اللہ ﷺ کے دل کو ایذا پہنچی تھی تبھی آپ کے آنسو نکلے تھے حوالہ کیلئے دیکھے (دلائل البیوۃ بیہقی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۴، مستدرک جلد ۳ صفحہ ۷۷، مسند امام احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۹۹، طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۱۲۲ تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۳۴۷، وغیرہ) اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یزید اور یزیدیوں نے مولا حسین کو شہید کر کے اللہ کے رسول کو ایذا دی ہے اور اللہ کے قرآن کے مطابق اللہ کے رسول کو ایذا دینے والا لعنتی اور یقینی دوزخی ہے۔ یہ روایات پڑھ کر کوئی عقل کا اندھا یہ نہ کہدے کہ حضور



واقعہ کربلا کو ملاحظہ فرماتے رہے تمام لوگ شہید ہو گئے اور آپ نے ان کی کچھ امداد نہ کی یا انہیں بچانہ سکے گذارش ہے کہ یہ امام عالی مقام کا امتحان تھا جس میں کامیاب ہونے پر آپ کے مراتب میں ترقی ہونی تھی اس لئے آپ نے یا اہل بیت کے کسی بھی فرد نے امام عالی مقام کو شہادت کے عظیم منصب سے محروم رکھنے کی کبھی بھی خواہش یادعا نہیں کی تھی۔ حالانکہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے۔ مَا كُنَّا نَشْكُ وَاهْلَ الْبَيْتِ مُتَوَاتِرُونَ اَنَّ الْحُسَيْنَ ابْنَ عَلِيٍّ يُقْتَلُ بِالطَّفِّ (متدرک جلد ۳ صفحہ ۱۷۹) کہ ہمیں اور اہل بیت کرام کے کسی بھی فرد کو اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ طف کے علاقہ میں (کربلا میں) شہید ہوں گے، کون بے وقوف باپ ہوگا جو دعا کرے یا اللہ میرے بیٹے کو امتحان سے بچالے، ہاں البتہ ہر عقل مند اور رحم دل باپ کی طرح آپ نے بھی امام پاک کی امتحان میں کامیابی کی دعا کی تھی۔ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ الْحُسَيْنَ صَبْرًا وَاَجْرًا۔ حضرت علی بھی جب میدان کربلا سے گزرے تھے تو باواز بلند دو مرتبہ فرمایا تھا۔ اے حسین صبر کرنا (تہذیب جلد ۲ صفحہ ۳۵۴) البتہ یزیدیوں کی طرف سے ظلم دیکھ کر آپ کو ضرور دکھ ہوتا تھا۔ چنانچہ یزیدیوں کو ان کے ظلم پر جو عذاب ہوگا وہ تو اپنی جگہ قائم ہے لیکن دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے پیارے محبوب کو خبر دے دی تھی۔ اِنِّيْ قَدْ قَتَلْتُ بِيْحَىٰ بِنَ زَكْرِيَّا سَبْعِيْنَ وَاِنِّيْ اَقْتُلُ بِابْنِ بَنْتِكِ سَبْعِيْنَ الْفَاوَّ سَبْعِيْنَ الْفَا (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۳۵۴) یعنی جناب تکلی علیہ السلام کے بدلے میں نے ستر ہزار جان کا بدلہ لیا تھا اور پیارے حسین کے بدلے میں میں ستر ہزار اور ستر ہزار جانوں سے بدلہ لوں گا چنانچہ واقعہ کربلا کے بعد دشمنان



حسین کا قتل عام ہوا تھا۔ اور ان میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا تھا۔ اس کی تفصیل میری کتاب ”کردار یزید“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ایک دفعہ سفر میں جبکہ سیدہ اور ان کے دونوں صاحبزادے بھی ساتھ تھے۔ جناب رسول مقبول ﷺ کو شہزادوں کے رونے کی آواز آئی آپ نے سبب پوچھا تو عرض کی گئی۔ حضور انہیں پیاس لگی ہے اور پانی موجود نہیں ہے آپ نے صحابہ سے پوچھا اس وقت ان کے پاس بھی پانی کا ایک قطرہ تک نہ تھا تو آپ نے فرمایا۔ باری باری دونوں شہزادے میرے پاس آئیں چنانچہ دونوں شہزادے باری باری نانا جان کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے شہزادوں کو سینے سے لگایا اور باری باری ان کے منہ میں اپنی زبان ڈالی۔ شہزادے چوسنے لگے اور دونوں سیراب ہو گئے (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۹۸) سبحان اللہ صحابہ کرام بھی اہل بیت کرام کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کام سے حضرت عمر فاروق کے پاس گئے جب دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت عمر فاروق کے صاحبزادے دروازے پر کھڑے ہیں اور اجازت طلب کر رہے ہیں لیکن انہیں اجازت نہیں مل رہی تھی یہ دیکھ کر امام حسین خود ہی واپس چلے گئے بعد میں جناب عمر فاروق سے ملاقات ہوئی تو جناب عمر فاروق نے نہ ملنے کا شکوہ کیا تو امام حسین نے تمام واقعہ سنا دیا یہ سن کر جناب عمر فاروق نے فرمایا۔ انت احق من ابن عمر فانما اتیت ماتری فی رؤوسنا اللہ ثم انتم۔ (الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۳۳) یعنی پیارے حسین آپ کی اور بات ہے آپ جب چاہیں بغیر اجازت کے اندر تشریف لے آیا کریں کیونکہ آپ میرے بیٹے سے زیادہ اس عزت کے مستحق ہیں کیونکہ آج جو ہمارے سر پر بال ہیں (یعنی



آج جو ہمیں عزت ملی ہوئی ہے) یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور آپ ہی کی مہربانی سے ہے) آپ سے مراد ان کے نانا جان جناب رسول اللہ ﷺ ہیں) ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۰، دلائل النبوة بیہقی جلد ۷ صفحہ ۷۸، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۳، ابن ماجہ صفحہ ۱۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۹۶، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۲، صواعق محرقة ۱۳۷، خصائص نسائی آیت ۱۴۰، ۱۳۰) یعنی پیارا حسن اور پیارا حسین۔ یہ دونوں شہزادے جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ ویسے تو جنت میں سب ہی جوان ہوں گے وہاں کوئی بھی بوڑھا نہیں ہوگا لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جو عالم شباب میں ہی فوت ہو گئے ہوں یعنی جو لوگ بوڑھا ہونے سے پہلے وفات پا جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اور حدیث شریف میں فرمان مصطفوی ہے۔ اَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ سَيِّدَا كَهْوَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ إِلَّا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۷، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۲، ابن ماجہ صفحہ ۱۱) یعنی انبیاء و مرسلین کے علاوہ تمام پہلے اور پچھلے جنتی لوگ جو جوانی گزار کر بڑھاپے میں داخل ہونے کے بعد فوت ہو جاتے ہیں جنت میں ان لوگوں کے سردار جناب ابو بکر صدیق اور جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہوں گے یعنی جنت میں بھی اہل بیت کرام اور صحابہ کرام اکٹھے ہی رہیں گے یعنی جنت کی عورتوں کی سرداری سیدہ زہرہ فرمائیں گی نوجوان جنتیوں پر جناب امام حسن اور جناب امام حسین سردار ہوں گے اور بڑھاپے میں فوت ہونے والے جنتیوں کے جناب ابو بکر صدیق اور عمر فاروق سردار ہوں گے۔ جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی پچیس حج



کئے تھے (الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۸۲) ایک مرتبہ جناب علی المرتضیٰ میدان کربلا سے گزرے تو آپ نے فرمایا۔ وَاِهْ لَكَ تَرْبَةٌ يُقْتَلُنَ بِكَ قَوْمٌ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۳۲۸) یعنی اے کربلا کی زمین تجھ پر ایسے مقدس لوگ شہید کئے جائیں گے جن کو اللہ تعالیٰ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل فرمادے گا۔ اس فضیلت میں تمام شہداء کربلا شریک ہیں۔ جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب امام حسن سے صرف دس ماہ اکیس دن چھوٹے تھے کیونکہ حضرت امام حسن کی ولادت باسعادت کے صرف ایک طہر کے بعد جناب امام حسین بطن سیدہ میں قیام پزیر ہو گئے تھے (الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۲) اور آپ کی عمر مبارک اٹھاون برس تھی ۴۰ھ میں جب یزید پلید بادشاہ بنا تو اس نے والیٰ مدینہ ولید کو حکم نامہ بھیجا کہ فوراً حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر سے میری بیعت لو اور اگر وہ انکار کریں تو ان کی گردنیں اتار کر میرے پاس بھیج دو۔ (تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۲۱، مقتل حسین جلد ۲ صفحہ ۸۰) ولید نے امام پاک کو بلا کر حکم نامہ سنایا آپ نے فرمایا میرے جیسا آدمی چھپ کر بیعت نہیں کر سکتا میں سوچ کر جواب دوں گا چنانچہ ۲۸ رجب ۶۰ھ بروز ہفتہ کو آپ راتوں رات مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے وہاں کوفیوں کی طرف سے خط آئے تو آپ نے تحقیق حال کی خاطر اپنے چچیرے بھائی جناب مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا۔ اہل کوفہ نے انہیں جاتے ہی سر آنکھوں پر بٹھایا اور ہزاروں کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر حضرت امام حسین کی بیعت کر لی آپ نے مطمئن ہو کر امام عالی مقام کو خط لکھ دیا کہ آپ تشریف لے آئیں ادھر جب یزید بے دید کو ان حالات کا علم ہوا تو اس نے ابن زیاد ظالم کو گورنر کوفہ مقرر کر دیا اس نے کوفہ



پہنچ کر بعض کو لالچ دیا اور بعض کو ڈرایا دھمکایا تو سوائے علماء کرام کے باقی سب لوگ حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ گئے۔ ابن زیاد نے آپ کے حامی علماء کو اور جناب مسلم کو شہید کر دیا۔ ادھر خط ملتے ہی جناب امام حسین کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے جب آپ کو راستے میں حضرت مسلم کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ نے واپس جانا چاہا لیکن حضرت مسلم کے بھائی نہ مانے اور آپ تقدیر خدا سے میدان کربلا میں تشریف فرما ہوئے۔ ابن زیاد کو یزید کا حکم نامہ ملا کہ حسین کو قتل کر دو ورنہ تجھے قتل کر دوں گا (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۶۹) چنانچہ محرم کو آپ پر پانی بند کر دیا گیا اور ارد گردنا کہ بندی کر دی گئی۔ آپ اور آپ کا تمام خاندان عبادت خداوندی میں مصروف رہا اور بالآخر ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ بروز جمعہ بوقت نماز ظہر آپ کو آپ کے خاندان کو اور آپ کے تمام خدام کو نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔ آپ کے ساتھ آپ کے خاندان کے سترہ افراد شہید ہوئے (تہذیب جلد ۲ صفحہ ۳۵۳، الاستیعاب صفحہ ۳۸۱) اور میدان کربلا میں کل شہید ہونے والوں کی تعداد تقریباً ایک سو تیس ہے جن میں سے بہتر افراد وہ تھے جو مکہ مکرمہ سے کوفہ تک آپ کے ساتھ آئے تھے شہداء کربلا کے سرہائے بریدہ جب ابن زیاد کے پاس پہنچے تو اس مردود نے امام عالی مقام کے چہرہ اقدس پر چھڑی ماری اور کہنے لگا۔ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هَذَا حُسْنًا (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۲) میں نے اس جیسا حسین آج تک کوئی نہیں دیکھا جب شہداء کربلا کے سریزید کے پاس پہنچے تو جشن فتح کا اہتمام کیا گیا مبارکبادیں دی گئیں اور یزید بہت زیادہ خوش ہوا (البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۹۸، تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۰) اور یزید کی نظر میں ابن زیاد کا مرتبہ و مقام بہت



بڑھ گیا (البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۲) بعد میں جب لوگ اس کے خلاف ہوئے اور اسے لعنت ملامت کرنے لگے تو پھر اسے اپنے اس فعل پر افسوس ہوا کہ یہ میں نے کیا قیامت تک کی لعنت خرید لی ہے پھر اس نے مخدرات عصمت کو اپنے گھر میں نہایت التزام کے ساتھ مہمان کیا اور اہل بیت اطہار کا یہ لٹا ہوا قافلہ جس کے سربراہ جناب امام زین العابدین تھے یزیدی فوج کی نگرانی میں مدینہ منورہ پہنچا۔ وہاں کہرام مچ گیا اور لوگ یزید کے کچھ تو پہلے ہی خلاف تھے پھر اس کے گورنر کو مدینہ سے نکال کر اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس کا انتقام اس مردود نے مدینہ النبی پر لشکر کشی کر کے ہزاروں صحابہ کو شہید کر کے لیا ظاہری طور پر یزید فتح یاب ہوا لیکن حقیقی طور پر یزید کا نام ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا بلکہ آج مسلمانوں میں یزید پلید کا نام گالی بن کر رہ گیا ہے۔ نہ یزید کی وہ جفا رہی نہ زیادہ کا وہ ستم رہا۔ جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کر بلا ابن زیاد مردود کا سر ۶۷ء میں ۱۰ محرم ہی کو مختار ثقفی نے قلم کر کے جناب امام زین العابدین کے پاس بھیج دیا تھا۔ وہاں جانے سے پہلے ابن زیاد مردود کے کٹے ہوئے سر میں کوفہ کے دارالامارت میں ہزاروں لوگوں کے سامنے تین بار سانپ ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری طرف سے نکلا اور پھر غائب ہو گیا (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹) اللہ تعالیٰ ہم سب کو تادم واپس اہل بیت اطہار کی محبت پر قائم رکھے اور اہل بیت اطہار کی محبت اور اطاعت پر ہی موت نصیب کرے اور قیامت کو ہمارا حشر اہل بیت کرام کے خادموں اور غلاموں میں فرمائے (آمین) اور یزیدیوں کا حشر اللہ تعالیٰ یزید کے ساتھ فرمائے۔ آمین۔ بحرمة سید العالمین۔

ازواج و اولاد امجاد



جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پانچ بیویاں تھیں۔ ان سے آپ کے چھ بیٹے بیٹیاں تھیں۔ ۱۔ حضرت شہربانو بنت یزدجرد (ان کا نکاح آپ سے جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں خود فرمایا تھا۔ اور ان ہی سے جناب سیدنا امام زین العابدین پیدا ہوئے جن سے آج تک نسل سادات قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گی)۔ ۲۔ حضرت معظمہ لیلیٰ بنت ابی مرہ۔ یہ حضرت علی اکبر کی والدہ ہیں۔ ۳۔ حضرت رباب بنت امراء القیس۔ حضرت علی اصغر اور حضرت سکینہ آپ ہی کی اولاد ہیں۔ ۴۔ حضرت ام اسحاق بنت طلحہ۔ یہ حضرت فاطمہ صغریٰ کی والدہ ہیں۔ ۵۔ حضرت قضاعیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ یہ حضرت جعفر کی والدہ ہیں

## آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کا بیان

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا سلسلہ نسب قصی پر جا کر آنحضرت ﷺ کے خاندان سے جا ملتا ہے حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی آپ طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ ان کی پہلی شادی ابوہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوئی جن سے دو لڑکے ہند اور ہالہ پیدا ہوئے یہ دونوں بھی صحابی ہیں ابوہالہ کے انتقال کے بعد دوسری شادی عتیق بن عائد مخزومی سے ہوئی جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام بھی ہند تھا یہ بھی اسلام لائیں۔ عتیق کے انتقال کے بعد آپ آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں اس وقت حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک ۲۵ برس تھی اور آپ کی عمر ۴۰ برس تھے حضور اقدس ﷺ کی تمام اولاد



سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جو کہ بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے اور آپ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اطہر سے تھے انہی نیک نہاد خاتون کے بطن مبارک سے تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آزاد عورتوں میں سے سب سے پہلے آنحضرت ﷺ پر ایمان لائیں نکاح کے بعد پچیس برس تک زندہ رہیں ان کی زندگی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور شادی نہیں فرمائی آپ نے اپنے مال سے جناب رسول اللہ ﷺ کی مدد کی ایک مرتبہ حضرت جبریل نے حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا آقا سیدہ خدیجہ کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پہنچا دیں اور انہیں بہشت میں ایک موتیوں کے محل کی بشارت دیدیں۔ ازواج مطہرات میں سے حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باقی سب سے افضل تھیں۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہجرت سے تین سال پہلے ۲۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور کوہ حجون میں دفن ہوئیں آنحضرت ﷺ نے ان کو قبر میں اتارا۔ ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی تھی کیونکہ اس وقت تک نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی۔

### حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا سلسلہ نسب کعب بن لوی پر جا کر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے آپ قدیم الاسلام تھیں پہلے اپنے والد کے چچیرے بھائی شکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ حضرت شکران بھی قدیم الاسلام تھے دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی جب مکہ میں واپس آئے تو حضرت شکران فوت ہو گئے ان سے ایک لڑکا تھا جس کا نام عبد الرحمن تھا۔ حضرت عبد الرحمن نے ۱۶ھ میں جنگ جلولاء میں شہادت پائی حضرت



خدمتِ الکریمی کے انتقال سے آنحضرت ﷺ کو بہت صدمہ ہوا یہ دیکھ کر حضرت خولہ بنت حکیم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نکاح کر لیجئے فرمایا کس سے؟ خولہ نے حضرت عائشہ اور حضرت سودہ کا نام لیا آپ نے دونوں سے خواستگاری کی اجازت دے دی حضرت خولہ حضرت سودہ کے پاس گئیں اور کہا کہ خدا نے تم پر خیر و برکت نازل فرمائی ہے سودہ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہارے پاس بغرض خواستگاری بھیجا ہے انہوں نے کہا کہ مجھے تو منظور ہے مگر میرے باپ سے بھی دریافت کر لو چنانچہ وہ ان کے والد کے پاس گئیں اور انہیں نکاح کا پیغام سنایا۔ انہوں نے کہا کہ محمد۔ شریف کفو ہیں مگر سودہ سے بھی دریافت کر لو۔ حضرت خولہ نے کہا کہ وہ تو راضی ہے تو زمعہ نے کہا تو پھر جب چاہیں نکاح کے لئے آجائیں۔ اس طرح نبوت کے دسویں سال حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضور اکرم ﷺ سے ہو گیا۔ حضرت سودہ طبیعت کی بڑی فیاض تھیں ایک روز حضرت عمر فاروق نے ایک درہموں کی تھیلی آپ کی خدمت میں بھیجی آپ نے اسی وقت تمام درہم فی سبیل اللہ تقسیم فرمادئے۔ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں آپ امتیازی حیثیت رکھتی تھیں چنانچہ امام احمد نے بروایت ابو ہریرہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے دن اپنی ازواجِ مطہرات سے فرمایا کہ جو ایک حج اسلام میں تم پر فرض تھا وہ مکمل ہو گیا اس کے بعد تم بوری یا کوغنیمت سمجھنا (یعنی گھر سے نہ نکلنا) آنحضرت ﷺ کے وصال شریف کے بعد تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سوائے حضرت سودہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حج کو جایا کرتی تھیں لیکن یہ دونوں فرماتی تھیں کہ خدا کی قسم! جناب رسول



اللہ ﷺ کا فرمان سننے کے بعد ہم گھر سے نہیں نکلیں گی حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پانچ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک صحیح بخاری میں ہے آپ نے خلافت فاروقی کے آخری زمانہ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

### حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ان کا نسب مرہ بن کعب پر آنحضرت ﷺ کے خاندان سے مل جاتا ہے آپ اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر کی نسبت سے ام عبداللہ کنیت رکھتی تھیں آپ پہلے جبیر بن مطعم کے بیٹے سے منسوب تھیں حضرت خولہ بنت حکیم آنحضرت ﷺ کے حکم سے حضرت ام رومان (والدہ عائشہ صدیقہ) کے پاس گئیں اور نکاح کا پیغام سنایا۔ حضرت ام رومان نے رضا مندی ظاہر کی۔ حضرت ابو بکر گھر آئے تو ان سے تذکرہ کیا گیا آپ نے فرمایا کہ عائشہ تو رسول اللہ ﷺ کے بھائی کی بیٹی ہے کیا یہ جائز ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اسلام میں میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں اور یہ نکاح جائز ہے کیونکہ خون یا دودھ کے رشتہ سے نکاح حرام ہوتا ہے حضرت ابو بکر مطعم کے پاس گئے اور اس سے تذکرہ کیا مطعم کی بیوی نے حضرت صدیق اکبر سے کہا کہ اگر ہم نے اپنے لڑکے کا نکاح تمہارے ہاں کر دیا تو شاید تم اس کو بھی اپنے دین میں داخل کر لو گے یہ سن کر حضرت ابو بکر وہاں سے اٹھ کر آ گئے اور حضرت خولہ کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ نکاح کے لئے تشریف لے آئیں چنانچہ آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شوال ۱۰ نبوت میں حضرت عائشہ کا نکاح جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کر دیا اور ہجرت کے بعد پہلے یا دوسرے سال ماہ شوال



میں مدینہ منورہ میں آپ کی رخصتی کر دی گئی۔ آنحضرت ﷺ کے وصال شریف تک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور کی بارگاہ میں تقریباً ۹ برس رہیں۔ آپ نے چھیا سٹھ برس کی عمر میں ۷۵ھ میں انتقال فرمایا اور حسب وصیت آپ کو رات کے وقت جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آنحضرت ﷺ کو ازواج مطہرات میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ محبت تھی آپ کو باقی ازواج مطہرات پر اور کئی باتوں میں بھی فضیلت حاصل تھی چنانچہ آپ کے سوا کسی اور زوجہ کے والدین مہاجر نہ تھے۔ ان کی برأت میں اللہ تعالیٰ نے دس آیات نازل فرمائیں۔ حضرت جبرائیل آپ کی صورت ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر آنحضرت ﷺ کے پاس لائے اور عرض کیا کہ ان سے شادی کر لیجئے ان کے سوا کسی اور زوجہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ ایک برتن میں غسل فرمایا کرتے تھے جناب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا کرتے اور آپ سامنے لیٹی ہوتیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی اور آپ ان کے لحاف میں ہوتے تھے جناب رسول اللہ ﷺ کا وصال شریف آپ ہی کی گود میں اور آپ ہی کے گھر میں ہوا اور آنحضرت ﷺ آپ ہی کے حجرے میں دفن ہوئے جو کہ آج دنیا میں ”گنبد خضرا“ کے نام سے معروف ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقیہہ تھیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ صحابہ کرام کو کوئی ایسا مشکل مسئلہ پیش نہیں آیا کہ جس کا حل انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس نہ پایا ہو۔ آنحضرت ﷺ کی تمام ازواج



مطہرات کو بہت سی حدیثیں یاد تھیں۔ مگر حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان میں ممتاز تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں فتویٰ دیا کرتی تھیں رسول اللہ ﷺ کے اکابر صحابہ حضور اکرم ﷺ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کسی کو بھیج کر حدیثیں پوچھا کرتے تھے۔ آپ سے دو ہزار دو سو دس حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ۷۴ بخاری اور مسلم میں موجود ہیں اور ۵۴ میں امام بخاری اور ۲۸ میں امام مسلم منفرد ہیں۔ آپ وقائع اور اشعار عرب سے خوب واقف تھیں حضرت عائشہ قرآن و فرائض و حلال و حرام و فقہ و شعر و طب و حدیث و نسب کی بلند پایہ عالمہ تھیں۔ آپ بہت زیادہ عابدہ، زاہدہ اور سخی تھیں ایک روز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روزہ سے تھیں کہ ان کے پاس ایک لاکھ درہم آئے آپ نے وہ سب تقسیم کر دئے خادمہ نے کہا آپ ایک درہم بچا لیتیں۔ جس سے کچھ خرید کر روزہ افطار کر لیتیں تو آپ نے جواب دیا کہ اگر تو مجھے پہلے یاد دلا دیتی تو میں ایسا

ہی کر لیتی۔ سبحان اللہ۔ ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح

شریف کے وقت آپ کی عمر مبارک/برادران اسلام! اکثر لوگ ایسے لکیر کے فقیر بنتے ہیں اور کسی شخصیت یا کسی کتاب پر ایسا اندھا اعتماد کر لیتے ہیں کہ بس جی فلاں نے کہ دیا، فلاں کتاب میں آگیا۔ اب تو یہ غلط ہو ہی نہیں سکتا اور اگر کوئی شخص ایسے کسی مسئلے سے اختلاف کرتا ہے تو اس کے اسلام اور ایمان میں شک کیا جانے لگتا ہے انسان ہونے کے ناطے یہ سوچنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی جاتی کہ یہ بات، یہ واقعہ۔ عقل و دانش۔ تجربہ و مشاہدہ اور فطرت انسانی کے مطابق بھی ہے یا نہیں؟ کوئی غیر مسلم اس



واقعہ کو پڑھے گا تو کیا تاثر لے گا؟ کہیں اس سے اسلام یا بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کوئی انگشت نمائی کا دروازہ تو نہیں کھلتا؟ میرے عزیزو! کائنات میں صرف اور صرف بس ایک ہی کتاب ہے جس کا ہر حرف صحیح ہے اور اس کتاب کا نام قرآن مجید فرقان حمید ہے باقی ہر کتاب کی ہر بات کو پرکھا جائے گا۔ جو بات اسلام اور روح اسلام کے مطابق ہوگی۔ بلاچون و چرا قبول کر لی جائے گی اور جو بات روح اسلام اور فطرت سلیمی کے خلاف ہوگی وہ رد کر دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے محدثین کرام، مفسرین اسلام، ناقدین و جہابذہ اسلام پر کہ انہوں نے سینکڑوں سال پہلے یہ قانون بنا دیا کہ جو بات عام تجربہ و مشاہدہ کے خلاف ہو اس کو صحیح تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

میرے عزیزو! یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ابتداء کسی روای کی غلطی سے یا کاتب کی غلطی سے سہواً۔ وہ بات اس کتاب میں داخل ہو گئی ہو اور پھر اسی طرح آگے وہ غلطی متواتر چھپتی جا رہی ہو۔ اور پھر آئمہ جرح و تعدیل اور محدثین کرام زیادہ تر عقائد و احکام کی روایات کو زیادہ وقت نظر سے دیکھتے ہیں اور باقی معاملات و فضائل اور واقعات پر زیادہ کڑی شرطیں نہیں لگاتے اور اسے وہ محض کسی پر اعتماد کر کے قبول کر لیتے اور بیان فرما دیتے ہیں اس معاملہ میں وہ نیک نیت ہی ہوتے ہیں لہذا ان پر کوئی الزام نہیں آتا اور اسی شخصیت اعتمادی اور اس مسئلہ کے عقائد (حلال و حرام) سے متعلق نہ ہونے کی وجہ سے اس طرف وہ زیادہ غور بھی نہیں کرتے اس لئے سرسری نظر میں اس مسئلہ کے بعض پیچیدہ پہلو اوجھل رہ جاتے ہیں جن کی طرف بعد کے محدثین و مفسرین کرام اور فقہاء عظام توجہ دلاتے رہے ہیں اور پھر ان جزئیات کو قبول بھی کر



لیا جاتا ہے اور اس میں کچھ حرج بھی نہیں ہوتا۔ احادیث و تفاسیر سے اس کی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں جو کہ اہل علم سے مخفی نہیں ہیں اسی طرح مسئلہ مذکورہ کے متعلق مشہور ہے کہ نکاح کے وقت ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارکہ چھ سال تھی اور جب آپ کی رخصتی ہوئی تو اس وقت آپ کی عمر مبارکہ صرف (۹) سال تھی اور اس کی تاویل یہ کیجاتی ہے کہ جی وہاں کی آب و ہوا اور گرم غذائیں کھجور و زیتون وغیرہ اس کا سبب ہے

۱۔ ذرا ٹھنڈے دل سے بنظر انصاف سوچیں کہ یہ گرم آب و ہوا اور گرم غذائیں صرف جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے گھر میں چلتی اور استعمال کی جاتی تھیں یا پورے جزیرہ عرب میں یہی آب و ہوا اور غذا تھی؟

۲۔ کیا پورے جزیرہ عرب میں نو سال کی عمر میں رخصتی کی کوئی اور مثال بھی ملتی ہے؟ باحوالہ مطلع فرمائیں

۳۔ جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خانہ اقدس میں یہ گرم ہوا اور گرم غذا صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر چلتی تھی اور آپ ہی کھاتی تھیں یا آپ کے باقی بہن بھائیوں پر بھی اس کا کچھ اثر ہوا؟ اگر ہوا تو باحوالہ مطلع فرمائیں

۴۔ کیا اس واقعہ کو پیش کر کے غیر مسلم رسول اللہ ﷺ کی ذات والا صفات پر (معاذ اللہ) ہوس پرستی وغیرہ جیسے گندے الفاظ استعمال نہیں کر رہے۔ اس کا کیا جواب ہوگا؟

۵۔ اگر (خدا نخواستہ) ایسا ہوا ہوتا تو کفار عرب اس معاملہ میں آپ کو کبھی بھی معاف نہ رکھتے؟ اور اگر کسی دشمن نے کبھی اس واقعہ کی وجہ سے آپ پر انگشت نمائی



کی ہے تو مطلع فرمائیں؟

۶۔ کیا کوئی شریف انسان ایک ادھیڑ عمر کے شخص کا ایک نو سالہ لڑکی سے شہوت رانی کرنا اچھایا کم از کم جائز ہی سمجھتا ہے؟ جو کام آج کا کوئی عام شریف انسان جائز نہیں سمجھتا۔ وہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف کس حوصلے سے منسوب کر دیا جائے اور اسے بلا چون و چرا تسلیم کر لیا جائے؟

۷۔ تاریخ طبری میں ہے کہ جناب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام اولاد قبل از اعلان نبوت پیدا ہوئی لہذا اگر آپ کی ولادت اعلان نبوت کے دن بھی فرض کر لی جائے تو رخصتی کے وقت آپ کی عمر مبارکہ ۱۴ برس بنے گی۔

۸۔ تقریباً تمام تاریخ کی کتابوں میں سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ اپنی بہن حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ۱۰ برس چھوٹی تھیں اور ان کا انتقال ۳۷ء میں ۱۰۰ برس کی عمر میں ہوا تو ۱۰۰-۷۳=۲۷۔ یعنی ان کی عمر ہجرت کے وقت تقریباً ۲۷ برس تھی اور ان سے ۱۰ سال چھوٹی بہن سیدہ عائشہ کی عمر پھر ہجرت کے وقت ۲۷-۱۰=۱۷ برس بنی۔ ایک سال بعد رخصتی ہو تو عمر ۱۸ برس۔ اور اگر دو سال بعد رخصتی ہو تو رخصتی کے وقت آپ کی عمر ۱۹ برس ہوگی۔ فافہو ایما ولوالالباب والابصار۔

۹۔ سیرت ابن ہشام میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ”سابقون الاولون“ میں شمار کرتے ہوئے آپ کو بیسویں نمبر پر بیان کیا گیا ہے یعنی حضور کے اعلان نبوت کے بعد پہلے سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی پہلے آپ ایمان لائیں اور آپ سے پہلے صرف ۱۹ افراد ایمان لائے تھے تو آپ کی



عمر شریف کے متعلق اندازہ کر لیں۔ لازماً، آپ عقل و شعور کی عمر میں تھیں تبھی آپ ایمان لائیں۔

۱۰۔ ”سیرت نبویہ“ کے مطابق آپ کو اٹھارہویں نمبر پر بیان کیا گیا ہے کیونکہ اس میں سے حضرت قدامہ اور حضرت عبد اللہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام چھوٹ گئے ہیں ان کو شامل کر لیا جائے تو پھر آپ کا نمبر سابقوں الاولون میں وہی بیسواں ہی ہوگا۔

۱۱۔ ”حیات سید العرب والعجم“ میں بھی حضرت اسماء بنت ابوبکر کو سابقوں الاولون میں بیان کیا گیا ہے اور یہ ایک متفق علیہ بات ہے کہ سیدہ عائشہ اور آپ کی بہن حضرت اسماء دونوں بہنیں اکٹھی ہی اسلام لائی تھیں۔

۱۲۔ ”اصح السیر“ میں بھی آپ کو سابقوں الاولون میں بیان کیا گیا ہے۔

۱۳۔ تاریخ طبری میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی حضرت خولہ بنت حکیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عرض پر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نکاح کا پیغام بھجوایا تو وہ مطعم کے پاس گئے کیونکہ ان کے بیٹے جبیر بن مطعم سے پہلے بات طے کی گئی تھی اور ان کا ارادہ دریافت فرمایا اور فرمایا (اگر سابقہ رشتہ بحال رکھنا چاہتے ہو تو) بیٹے کا نکاح کر کے بہو کو گھر لے آؤ اس نے کہا۔ تیری بیٹی اگر اس گھر میں آگئی تو ہمارے افراد خانہ کو بھی (معاذ اللہ) بے دین (مسلمان) بنا دے گی۔ اس سے بھی آپ کی عمر اور عقل و شعور کے متعلق کافی سمجھ آتی ہے۔ کہ آپ ایک کافر کو مسلمان کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں

۱۴۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے رضاعی بھائی جناب عثمان بن مظعون کی بیوی



نے جب حضور کی بارگاہ میں یہ رشتہ پیش کیا تو آپ نے ”بکر“ کے الفاظ استعمال کیے اور عربی زبان جاننے والے اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ”بکر“ عقل و شعور والی کنواری لڑکی کو کہتے ہیں جیسا کہ مسلم شریف نمبر صفحہ (۴۰۵۱) پر ہے۔ وَالْبِكْرُ تَسْتَأْذِنُ مِرَّةً وَالْبِكْرُ تَسْتَأْذِنُ فِي نَفْسِهَا یعنی نکاح کے وقت ”بکر“ سے اجازت لی جائے اور یہ ایک مسلم اصول ہے کہ نابالغ لڑکی سے اجازت نہیں لی جاتی لہذا ایک مادری زبان عربی والی عورت کا اس وقت آپ کے لئے ”بکر“ کا لفظ استعمال کرنا آپ کی بلوغت اور عقل و شعور پر دلالت کرتا ہے۔

۱۵۔ پھر جو روایت اس بارے میں مذکور ہے وہ مرفوع نہیں ہے بعض محدثین کرام اسے حضرت عائشہ کا قول کہتے ہیں اور بعض حضرت عروہ کا قول۔ بہر حال وہ ایک قول ہے جس کے متصل اور موقوف ہونے میں بھی اختلاف ہے اور ایسے اختلاف کے وقت ایسی روایت کو موقوف ہی مانا جاتا ہے

۱۲۔ حضرت عروہ سے بیان کرنے والا ان کا بیٹا ہشام ہے ۱۳۱ھ تک ان کا مدنی دور ہے۔ اس دور کی ان کی روایات قبول کی جاتی ہیں اور اس کے بعد کا ۱۴۶ھ تک ان کا آخری دور۔ عراقی دور کہلاتا ہے اس وقت ان کی عمر تقریباً ۷۱ برس ہو چکی تھی ان کے عراقی دور کی روایات خود ان کے شاگرد بھی قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ اس دور میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور مدنی دور کے ان کے شاگردوں نے اس روایت کو بیان ہی نہیں کیا۔ ثابت ہوا کہ یہ مدنی دور کی بیان کی گئی روایت نہیں بلکہ عراقی دور کی روایت ہے لہذا معتبر نہیں ہے دیکھیں تہذیب التہذیب اور میزان الاعتدال وغیرہ)



۱۷۔ ہشام سے یہ روایت نقل کرنے والے تمام راوی کوفی یا بصری ہیں مثلاً سفیان بن سعید کوفی۔ سفیان بن عیینہ کوفی، علی بن مسہر کوفی، ابو معاویہ کوفی۔ وکیع بن جراح کوفی۔ یونس بن بکر کوفی، ابو سلمہ کوفی۔ حماد بن زید کوفی۔ عبدہ بن سلیمان کوفی۔ حماد بن سلمہ بصری۔ جعفر بن سلیمان بصری۔ حماد بن سعید بصری۔ وہب بن خلاف بصری وغیرہ۔

۱۸۔ یہی ہشام مدنی دور میں کہا کرتے تھے کہ اگر عراقی ۱۰۰ روایتیں بیان کریں تو ان میں سے ۹۹ کو تو ویسے ہی پھینک دو اور باقی ایک کے بارہ میں بھی شک ہی کرو۔ ۱۹۔ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو کوفیوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دشمنی میں یہ روایت گھڑ کر ہشام کی طرف منسوب کر دی ہے یا جناب ہشام سے سہو ہو گیا ہے کہ ۶ کا ۱۶ اور ۱۹ کا ۹۔ لکھ دیا گیا ہے

۲۰۔ آپ غزوہ بدر میں بھی شامل تھیں معلوم ہوا کہ آپ کی رخصتی اہل میں ہو چکی تھیں

۲۱۔ چونکہ انیس برس کی عمر میں آپ کی رخصتی ہوئی اور نو سال آپ کو حضور اکرم ﷺ کی مصاحبت نصیب ہوئی تو حضور اکرم ﷺ کے وصال شریف کے وقت آپ کی عمر مبارکہ اٹھائیس برس تھی

وما علی الا البلاغ المبین . والسلام علی من التبع الہدی

حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

بعثت سے پانچ برس پہلے جب کہ قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے آپ پیدا ہوئیں۔ پہلے حضرت خنیس حذیفہ سلمی جو کہ بدری صحابی ہیں کے نکاح میں تھیں ان ہی کے



ساتھ آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت حنیس غزوہ بدر میں زخمی ہوئے بعد میں ان ہی زخموں سے انتقال فرما گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں حفصہ کا نکاح تم سے کر دیتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا میرا ارادہ ابھی نکاح کرنے کا نہیں ہے تو حضرت عمر فاروق نے حضرت ابو بکر صدیق سے ذکر کیا مگر وہ بھی خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت عمر فاروق کو بہت رنج ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کی خواستگاری کی اور شعبان ۳ھ میں آپ کا نکاح حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہو گیا نکاح کے بعد حضرت صدیق اکبر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں ہی نے حضرت فاروق اعظم سے کہا کہ میری بے التفاتی کی وجہ سے یہ تھی کہ مجھے معلوم تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حفصہ کا ذکر کیا تھا اور میں حضور کا راز افشاء کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر حضور اکرم ﷺ حفصہ سے نکاح نہ کرتے تو میں قبول کر لیتا۔ حضرت حفصہ سے ساٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے پانچ بخاری میں ہیں آپ نے شعبان ۴۵ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا۔ مروان بن الحکم نے۔ جو اس وقت مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو حضور ﷺ کی دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

آپ کا نام ہند اور ام سلمہ کنیت تھی آپ کے باپ کا نام حدیفہ اور بقول بعض سہیل تھا ماں کا نام عاتکہ بنت عامر کنانیہ تھا پہلے اپنے چچا زاد بھائی ابو سلمہ (عبداللہ) بن عبد



الاسد کے نکاح میں تھیں جو آنحضرت ﷺ کے رضائی بھائی تھے۔ ام سلمہ اور ابو سلمہ دونوں قدیم الاسلام تھے دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ چنانچہ ان کے بیٹے سلمہ حبشہ ہی میں پیدا ہوئے تھے پھر وہ مکہ میں آئے اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ ام سلمہ پہلی عورت ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئیں۔ مدینہ شریف ہی میں ان کے ہاں عمر، درہ اور زینب پیدا ہوئے۔ حضرت ابو سلمہ بدر اور احد میں شریک ہوئے احد میں زخمی ہو گئے۔ ایک ماہ کے بعد زخم ٹھیک ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک سریہ میں بھیج دیا۔ ایک ماہ کے بعد واپس آئے تو وہی احد والا زخم پھر پھوٹ پڑا اور آٹھ جمادی الاخریٰ ۴ھ میں آپ نے وفات پائی ان کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خواستگاری کی تو حضرت ام سلمہ نے انکار کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ تو مرحبا کہہ کر یہ عذر پیش کئے ۱۔ میں سخت غیور عورت ہوں ۲۔ میں عیال دار ہوں ۳۔ میرے اولیاء میں کوئی یہاں نہیں کہ میرا نکاح کر دے نیز میری عمر بھی زیادہ ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان عذروں کا تسلی بخش جواب دیا اور یہ نکاح ہو گیا۔ جب حدیبیہ میں صلح نامہ لکھا جا چکا تو آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ قربانیاں دو اور سر منڈواؤ۔ چونکہ صحابہ کرام کو بے نیل و مرام واپسی کا رنج و ملال تھا۔ انہوں نے تعمیل ارشاد میں تامل کیا۔ حضور خفا ہو کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خیمہ میں تشریف لے آئے اور لوگوں کے توقف کی شکایت کی۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ان کو معذور رکھیں۔ ان پر ایک امر عظیم گزرا ہے ان کو تو یقین تھا کہ وہ مکہ میں عمرہ بجالائیں گے لیکن



حالات کے مطابق آپ نے قریش سے صلح کر لی۔ اب اگر آپ کا ارادہ ہے کہ وہ نحر و حلق کریں تو آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں اور خود جا کر نحر و حلق فرمادیں یہ دیکھ کر ان کو بجز اتباع کے کوئی چارہ نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا اور حضرت ام سلمہ کی تدبیر سے وہ مشکل حل ہو گئی اور یہ ان کی دانشمندی اور صواب رائے کی واضح دلیل ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۳۷۸ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے تیرہ پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے اور تین کے ساتھ امام بخاری اور تیرہ کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ ازواج مطہرات میں سے سب کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۸۴ برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے سن وفات میں اختلاف ہے صحیح مسلم میں ہے کہ حارث بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ اور عبد اللہ بن صفوان حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اس لشکر کی بابت پوچھا جو زمین میں دھنس جائے گا۔ یہ سوال اس وقت کیا گیا جب یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ کو لشکر اسلام کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیجا اور واقعہ حرہ پیش آیا تھا۔ جو ۶۲ھ میں ہوا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا واقعہ حرہ یعنی ۶۲ھ تک زندہ تھیں۔

### حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کا اصلی نام رملہ اور کنیت ام حبیبہ تھی۔ آپ حضرت ابوسفیان کی دختر بلند اختر اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھیں۔ پہلے عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ دونوں نے اسلام لا کر حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی وہیں ان کی لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی۔ عبید اللہ عیسائی ہو کر حبشہ ہی میں مر گیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت



نجاشی علیہ الرحمہ کی معرفت آپ کو نکاح کا پیغام دیا۔ جسے انہوں نے بخوشی قبول کیا۔ چنانچہ حضرت نجاشی نے کچھ میں ان کا نکاح حضور ﷺ سے کر دیا اور حق مہر بھی خود ہی ادا کر دیا اور نکاح کے بعد حضرت نجاشی علیہ الرحمہ نے ان کو شرجیل بن حسنہ کے ساتھ حضور کی خدمت اقدس میں روانہ کر دیا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے ۲۵ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے دو پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے اور ایک کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں باقی دیگر کتب میں ہیں۔ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ۴۴ھ میں ہوا اور آپ باقی ازواج مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

### حضرت زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کی پہلی شادی حضرت زید بن حارثہ سے ہوئی تھی۔ حضرت زید قبیلہ قضاعہ میں سے تھے لڑکپن میں گرفتار ہو کر مکہ مکرمہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰ کے ہاتھ بطور غلام فروخت ہوئے تھے حضرت خدیجہ نے انہیں جناب رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اعلان نبوت سے پہلے ہی ان کو آزاد کر کے متبنیٰ بنا لیا تھا۔ اس لئے لوگ ان کو زید بن محمد ہی کہا کرتے تھے۔ حضرت زید سابقین فی الاسلام میں سے تھے ان پر جناب رسول اللہ ﷺ کی خاص توجہ تھی آپ لشکر کی قیادت تک ان کے سپرد کر دیتے تھے اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی حضرت زینب بنت جحش سے کر دینا چاہا۔ مگر زینب اور ان کا بھائی راضی نہ ہوئے۔ اس پر یہ آیت اتری۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ



الْخَيْرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا لَا مُبِينًا  
 (احزاب آیت ۳۶) کسی مسلمان مرد یا عورت کو جائز نہیں کہ جس وقت اللہ اور اس  
 کا رسول کوئی کام مقرر کر دیں تو پھر ان کو اپنے کام میں کچھ اختیار باقی رہ جائے اور جو  
 کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہ ہو گیا۔ تو  
 حضرت زینب نکاح پر راضی ہو گئیں اور یہ نکاح ہو گیا۔ حضرت زید اگرچہ عربی  
 الاصل تھے مگر قریشی نہ تھے قریش کی لڑکیوں خصوصاً اولاد عبدالمطلب کے لئے  
 اشراف قریش میں رشتے تلاش کئے جاتے تھے کچھ عرصہ بعد ہی حضرت زید حضرت  
 زینب کی حرکات عادیہ کو تکبر پر محمول کرنے لگے اور حضرت زینب بھی ان سے متکدر  
 رہنے لگیں چنانچہ حضرت زید نے رسول اللہ ﷺ سے ان کی شکایت کی حضور نے  
 فرمایا کہ اتنی اتنی باتوں پر طلاق نہیں دیا کرتے اس بات سے متعلق آیات کریمہ بھی  
 نازل ہوئیں۔ حضور انور ﷺ کی خاطر اشرف میں آتا تھا کہ بصورت طلاق زینب  
 کے حقوق کی رعایت کے لئے ان سے نکاح کر لینا ضروری ہو گا مگر آپ اسے ظاہر نہ  
 کر سکتے تھے کیونکہ جاہلیت میں متبنی کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے  
 تھے کہ متبنی کی مطلقہ کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ آخر کار حضرت زید نے ان کو  
 طلاق دے دی۔ عدت گزرنے پر جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید ہی کو اپنا  
 نکاح کا پیغام دے کر حضرت زینب کے پاس بھیجا۔ حضرت زینب نے جواب دیا کہ  
 میں استخارہ کر لوں بعد میں آپ نے پیغام قبول کر لیا۔ چنانچہ حضرت زینب کا نکاح  
 ۳۵ یا ۵۵ برس کی عمر میں جناب رسول اللہ ﷺ سے ہو گیا  
 حضرت زینب فخر کیا کرتی تھیں کہ دیگر ازواج مطہرات کا نکاح تو ان کے باپ یا



بھائی یا خاندان والوں نے کر دیا مگر میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر سے کیا ہے۔ اس نکاح میں یہ حکمت بھی تھی کہ لے پالک بیٹے کی مطلقہ کا حکم معلوم ہو گیا۔ جب یہ نکاح ہو گیا تو مخالفوں نے کہا کہ محمد (ﷺ) نے باقی لوگوں کیلئے ان کے بیٹوں کی بیویوں سے تو نکاح حرام کر دیا ہے مگر خود اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ترجمہ: محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن خدا کے پیغمبر اور خاتم النبیین ہیں۔ اور تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا یہ محض تمہارے مونہوں کی بات ہے (احزاب) چنانچہ حضرت زید جو زید بن محمد کہلاتے تھے اس کے بعد زید بن حارثہ کہلانے لگے۔ آپ نہایت راست گو اور پارسا تھیں۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقوں کی طرف سے بہتان لگایا گیا تو آنحضرت (ﷺ) نے آپ سے حضرت عائشہ کی نسبت پوچھا تو آپ نے صاف کہہ دیا واللہ ما علمت الا خیرا۔ یعنی خدا کی قسم۔ مجھ کو عائشہ کے متعلق بھلائی کے علاوہ کسی بات کا علم نہیں ہے۔ اسی راستی سے متاثر ہو کر حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں نے کوئی عورت زینب سے بڑھ کر دین میں بہتر، خدا سے زیادہ ڈرنے والی، زیادہ سچ بولنے والی اور زیادہ صلہ رحم اور خیرات کرنے والی نہیں دیکھی۔ حضرت زینب زاہدہ اور طبیعت کی فیاض تھیں۔ اپنے ہاتھ سے معاش پیدا کرتیں تھیں اور خدا کی راہ میں لٹا دیتیں۔ حضرت عمر فاروق نے ان کا سالانہ وظیفہ بارہ ہزار درہم مقرر کیا تھا۔ جو انہوں نے صرف ایک سال لیا اور اپنے حاجت مند رشتہ داروں میں تقسیم کر کے دعا مانگی کہ خدایا! یہ عطیہ مجھے اگلے سال نہ ملے حضرت عمر فاروق کو یہ خبر ملی تو انہوں نے حضرت زینب کے لئے ایک ہزار درہم اور بھجوا دیا مگر



حضرت زینب نے اسے بھی تقسیم کر دیا۔ آپ کی دعا قبول ہو گئی اور آئندہ سال آپ وفات پا گئیں ایک روز آنحضرت ﷺ نے ازواج مطہرات سے فرمایا۔ اَسْرُ عُنَّ لِحَاقَابِيْ اَطْوَلُ لَكِنَّ اَيْدًا۔ یعنی تم میں مجھ سے جلدی ملنے والی وہ ہے جس کا ہاتھ تم سب سے لمبا ہے۔ ازواج مطہرات اس ارشاد کو ظاہر پر محمول کرتی رہیں چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال شریف کے بعد ہم اپنے ہاتھوں کو ناپا کرتی تھیں ہمارا یہی خیال رہا یہاں تک کہ حضرت زینب نے جو کوتاہ قد تھیں ہم سب سے پہلے انتقال فرمایا اس وقت ہماری سمجھ میں آیا کہ ارشاد مذکور میں ہاتھ کا لمبا ہونا فیاضی کی طرف اشارہ تھا۔ حضرت زینب کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنا کفن تیار کر کے رکھا ہوا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک کفن بھیجا تھا۔ وہ خیرات کر دیا گیا۔ حضرت زینب نے مدینہ منورہ میں ۲۰ھ میں پچاس یا تیرن برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ حضرت عمر فاروق نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو جنت البقیع میں حضور اکرم ﷺ کی باقی ازواج مطہرات کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ آپ سے گیارہ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے دو پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔

حضرت زینب بنت خزیمہ ہلا لیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ مساکین کو کثرت سے کھانا کھلایا کرتی تھیں اس لئے ام المساکین کی کنیت سے مشہور تھیں پہلے حضرت عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ حضرت عبداللہ نے جنگ احد ۳ھ میں وفات پائی اسی سال آپ آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں اور صرف دو تین مہینے حضور کی خدمت میں رہنے پائی تھیں کہ تیس سال کی عمر



میں آپ کا انتقال ہو گیا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بعد یہ حضور اکرم ﷺ کی دوسری بیوی تھیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی ظاہری حیات شریف میں انتقال فرمایا۔

### حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کی بہن حضرت ام الفضل حضور کے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں حضرت میمونہ پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی کے نکاح میں تھیں۔ مسعود نے طلاق دے دی تو ابورہم بن عبدالعزی نے ان سے شادی کر لی۔ ابورہم کے انتقال کے بعد حضرت عباس نے ان کا نکاح آنحضرت ﷺ کے ساتھ کر دیا۔

۵۱ھ آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قبر میں اتارا جب جنازہ اٹھانے لگے تو حضرت ابن عباس نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں ان کے جنازے کو آہستہ لے کر چلو۔ ان سے ۷۶ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے سات پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔

### حضرت جویریہ خزاعیہ مصطلقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت جویریہ کا والد حارث بن ابی ضرار تھا جو قبیلہ بنی مصطلق کا سردار تھا یہ پہلے مسافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں جو غزوہ مرسیع (۵ھ) میں قتل ہوا۔ اس غزوہ میں بہت سی لونڈیاں اور غلام مسلمانوں کے ہاتھ آئے چنانچہ اسی جنگ میں مال غنیمت میں سے حضرت جویریہ حضرت ثابت بن قیس انصاری کے حصہ میں آئیں۔ مگر آپ نے حضرت ثابت سے نواوقیہ سونے پر کتابت کر لی پھر جناب رسول اللہ



ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں قیس بن شماس کے حصہ میں آئی ہوں میں نے ان سے نواوقیہ سونے پر کتابت کر لی ہے لیکن یہ رقم ان حالات میں میرے پاس نہیں ہے مگر میں آپ کی فیاضی کی امید پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا تم اس سے بہتر چیز چاہتی ہو؟ انہوں نے پوچھا وہ چیز کیا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا زر کتابت میں ادا کر دیتا ہوں اور تم سے نکاح کر لیتا ہوں حضرت جویریہ نے عرض کیا مجھے منظور ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت ثابت کو بلایا وہ بھی راضی ہو گئے چنانچہ حضور انور ﷺ نے نواوقیہ سونا ادا کر دیا اور حضرت جویریہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ جب صحابہ کو اس نکاح کی خبر ہوئی۔ تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتہ کی رعایت سے بنی مصطلق کے باقی تمام لونڈی غلاموں کو آزاد کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا ارشاد ہے کہ ”ہم نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو اپنی قوم کے لئے جویریہ سے بڑھ کر باعث برکت بنی ہو“ کیونکہ ان کے سبب سے بنی مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد ہو گئے جب حضرت جویریہ رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں تو ان کی عمر بیس سال تھی۔ ان کا نام برہ تھا۔ حضور انور ﷺ نے بدل کر جویریہ رکھا۔ آپ ربیع الاول ۵ھ میں انتقال فرما گئیں اور مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ان سے سات حدیثیں منقول ہیں جن میں سے دو بخاری میں اور دو مسلم میں اور باقی دیگر کتب میں ہیں۔

حضرت صفیہ اسرائیلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کے باپ کا نام حی بن اخطب تھا جو بنو نضیر کا سردار تھا ماں کا نام ضرر تھا جو بنو



قریظہ کے سردار سموال کی بیٹی تھی۔ حضرت صفیہ کی پہلی شادی سلام بن مشکم قرظی سے ہوئی طلاق کے بعد کنانہ ابن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں جب غزوہ خیبر (۵ھ) میں آنحضرت ﷺ نے بنو ابی الحقیق کا قلعہ قبوص فتح کیا۔ حضرت صفیہ کا باپ اور بھائی قتل ہوئے تو خود بھی گرفتار ہو گئیں جب خیبر کے تمام قیدی جمع کئے گئے تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے ایک لونڈی کی درخواست کی۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا۔ کہ جاؤ ایک لونڈی لے لو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت صفیہ کو لے لیا۔ ایک صحابی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی ”یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے صفیہ جو رئیسہ قریظہ و نصیر تھی دحیہ کو عطا فرمادی وہ تو آپ ہی کے لائق ہے“ اس پر حضور اکرم ﷺ نے دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسری لونڈی عطا فرمادی اور حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان سے خود نکاح کر لیا جب خیبر سے روانہ ہو کر صہباء میں پہنچے تو رسم عروسی ادا کی گئی اور لوگوں کے پاس ماجود کھانا جمع کر کے دعوت ولیمہ دی گئی۔ حضرت صفیہ نے تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں ۵۰ھ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں ان سے دس حدیثیں منقول ہیں جن میں سے ایک متفق علیہ ہے۔

### آنحضرت ﷺ کی اولاد امجاد

حضور اکرم ﷺ کی تمام اولاد (سوائے حضرت ابراہیم کے جو حضرت ماریہ قبٹیہ کے لطن مبارک سے تھے) حضرت خدیجہ الکبریٰ سے تھی۔ حضور کی صاحبزادیاں تو بالاتفاق چار تھیں اور چاروں نے اسلام کا زمانہ پایا اور شرف ہجرت حاصل کیا مگر صاحبزادوں کی تعداد میں اختلاف ہے حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم پر تو سب کا



اتفاق ہے اور بعض کہتے ہیں کہ صاحبزادے تین تھے حضرت قاسم اور حضرت عبد الرحمن جن کو طیب و طاہر بھی کہتے تھے اور حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

### حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آنحضرت ﷺ کی اولاد کرام میں سے حضرت قاسم بعثت سے پہلے پیدا ہوئے اور قبل بعثت ہی ۲ سال کی عمر میں سب سے پہلے انتقال فرما گئے۔ آنحضرت ﷺ کی کنیت ”ابوالقاسم“ ان ہی کے نام پر ہے۔

### حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں آپ بعثت سے دس سال پہلے جب آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک تیس سال کی تھی پیدا ہوئیں۔ ان کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص (بقیط بن ربیع) سے ہوئی ابوالعاص حضرت خدیجہ الکبریٰ کی بہن ہالہ کے بیٹے تھے حضور اقدس ﷺ نے حضرت خدیجہ الکبریٰ کے کہنے سے ان کا نکاح بعثت سے پہلے حضرت زینب سے کر دیا تھا جب حضور انور ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو حضرت خدیجہ الکبریٰ اور آپ کی صاحبزادیاں آپ پر ایمان لے آئیں مگر ابوالعاص شرک پر قائم رہا اسی طرح حضور اقدس ﷺ نے بعثت سے پہلے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کا رشتہ عتبہ بن ابی لہب سے اور حضرت ام کلثوم کا عتبہ بن ابی لہب سے کیا ہوا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ نے تبلیغ کا کام شروع کیا تو قریش نے آپس میں کہا کہ محمد ﷺ کی بیٹیاں چھوڑ دو اور ان کو اس طرح تکلیف پہنچاؤ چنانچہ وہ ابوالعاص سے کہنے لگے کہ تو زینب کو طلاق دے دے



ہم تیرا نکاح قریش کی جس لڑکی سے تو چاہے کر دیتے ہیں ابو العاص نے انکار کیا مگر ابو لہب کے بیٹوں نے حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کو رخصتی سے پیشتر ہی طلاق دے دی۔ اسلام نے حضرت زینب اور ابو العاص میں تفریق کر دی تھی جب قریش جنگ بدر کے لئے آئے تو ابو العاص بھی ان کے ساتھ آئے اور گرفتار ہو گئے۔ حضرت زینب نے ان کے بھائی عمرو کے ہاتھ ان کا فدیہ بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ الکبریٰ نے حضرت زینب کو پہنا کر پہلے پہل ابو العاص کے ہاں بھیجا تھا جب حضور اکرم ﷺ نے اس ہار کو دیکھا تو آپ پر نہایت رقت طاری ہوئی اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کا زمانہ یاد آ گیا حضور کے ارشاد پر صحابہ کرام نے فدیہ واپس کر دیا اور ابو العاص کو بھی چھوڑ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے ابو العاص سے وعدہ لیا کہ مکہ جا کر حضرت زینب کو مدینہ بھیج دیں گے جب ابو العاص مکہ روانہ ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو بھیجا کہ حضرت زینب کو مدینہ لے آئیں ابو العاص نے مکہ میں پہنچ کر حضرت زینب سے کہہ دیا کہ تم اپنے والد کے پاس چلی جاؤ حضرت زینب نے سفر کی تیاری کر لی۔ ابو العاص کے بھائی کنانہ نے ان کو اونٹ پر سوار کر لیا اور تیر و کمان لے کر دن کے وقت روانہ ہوا قریش کے چند آدمیوں نے تعاقب کیا اور ذوطوی میں جا کر گھیر لیا۔ ہبار بن اسود (جو بعد میں ایمان لے آیا تھا) حضرت زینب کو اونٹ سے گرا دیا آپ حاملہ تھیں۔ حمل ضائع ہو گیا۔ کنانہ نے تیر نکال لئے اور کہنے لگا ”جو شخص نزدیک آئے گا وہ تیر سے بچ کر نہ جائے گا“ یہ سن کر لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ ابوسفیان نے کہا ”ہمیں محمد کے ہاتھ سے جو مصیبتیں پہنچی ہیں وہ تمہیں معلوم ہیں اب اگر تم دن دہاڑے ان کی لڑکی کو لے جاؤ



گے تو لوگ اسے ہماری کمزوری پر محمول کریں گے، ہمیں زینب کو روکنے کی کوئی ضرورت نہیں تم اسے رات کو لے جانا، کنانہ نے اس رائے کو تسلیم کر لیا اور چند روز کے بعد ایک رات حضرت زینب کو اونٹ پر سوار کر کے لے آیا اور حضرت زید بن حارثہ اور اس انصاری کے حوالہ کر دیں اور وہ دونوں ان کو ساتھ لے کر حضور کے پاس مدینہ منورہ آگئے جمادی الاولیٰ ۶ھ میں ابو العاص ایک قافلہ قریش کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام کو گئے۔ ان کے پاس قریش کا بہت سا مال تھا راستے میں ان کو آنحضرت ﷺ کا ایک سریہ ملا۔ اس سریہ نے ابو العاص کا تمام مال لے لیا اور ابو العاص اپنے ہمراہوں سمیت گرفتار ہو گئے صبح کو جب آنحضرت ﷺ نماز فجر سے فارغ ہوئے تو حضرت زینب نے پکار کر کہا کہ میں نے ابو العاص کو پناہ دی ہے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی سفارش پر ابو العاص کا تمام مال واپس کر دیا گیا ابو العاص نے مکہ میں پہنچ کر وہ مال قریش کے حوالے کر دیا۔ پھر کہا اے گروہ قریش! کیا تم میں سے کسی کا مال میرے ذمہ باقی ہے؟ سب بولے کہ نہیں۔ خدا تجھے جزائے خیر دے۔ بعد ازاں ابو العاص نے کلمہ شہادت پڑھ کر کہا ”اللہ کی قسم! حضرت محمد ﷺ کے پاس اسلام لانے سے مجھے یہی امر مانع ہوا کہ تم گمان کرتے کہ میں نے صرف تمہارے مال ہضم کر جانے کے لئے ایک حیلہ کیا ہے۔ اس کے بعد ابو العاص نے محرم ۷ھ میں مدینہ میں آ کر اظہار اسلام کیا اور آنحضرت ﷺ نے حضرت زینب کو نئے حق مہر اور نئے سرے سے نکاح کر کے حضرت ابو العاص کے ساتھ بھیج دیا۔ حضرت زینب نے ۸ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت ام ایمن، حضرت سودہ بنت زمعہ اور حضرت ام سلمہ نے آپ کو غسل دیا اور رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو



العاص نے آپ کو قبر میں اتارا۔ حضرت زینب کی اولاد، ایک لڑکا۔ علی اور ایک لڑکی۔ امامہ تھی۔ جناب علی نے اپنی والدہ کی زندگی میں ہی چھوٹی عمر میں وفات پائی بعض اہل نسب نے ذکر کیا ہے کہ وہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کو حضرت امامہ سے بڑی محبت تھی۔ نماز میں بھی ان کو اپنے کندھے پر بٹھا لیتے تھے جب رکوع میں جاتے تو اتار دیتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو پھر سوار کر لیتے ایک دفعہ حضرت نجاشی نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک حلہ بھیجا۔ جس میں ایک سونے کی انگوٹھی تھی انگوٹھی کا نگینہ حبشی تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے وہ انگوٹھی حضرت امامہ کو عطا فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک روز کسی نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا۔ جس میں ایک زریں ہار تھا۔ حضرت امامہ مکان کے ایک گوشہ میں کھیل رہی تھیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اسے اپنے محبوب ترین اہل کو دوں گا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت امامہ کو بلایا اور اپنے دست مبارک سے وہ ہار ان کے گلے میں ڈال دیا۔ حضرت ابو العاص حضرت زبیر بن عوام کو حضرت امامہ کے نکاح کر دینے کی وصیت کر گئے تھے حضرت فاطمہ زہرا نے مرتے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کی کہ میرے بعد آپ امامہ سے نکاح کر لینا۔ اس لئے سیدہ زہرا کے وصال کے بعد حضرت زبیر نے حضرت امامہ کا نکاح حضرت علی سے کر دیا۔ چنانچہ حضرت علی نے حضرت مغیرہ بن نوفل کو وصیت کی کہ میرے بعد تم حضرت امامہ سے نکاح کر لینا۔ چنانچہ حضرت مغیرہ نے حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت امامہ سے نکاح کر لیا اور ان سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا بعضے کہتے ہیں کہ حضرت امامہ کی کوئی اولاد نہیں تھی



حضرت امامہ نے حضرت مغیرہ کے ہاں ہی وفات پائی۔

### حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا رشتہ ابولہب کے بیٹوں سے طے ہو چکا تھا لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ کا کام شروع کیا تو ابولہب لعین نے اپنے بیٹوں سے کہا ”اگر تم محمد کی بیٹیوں کو طلاق نہیں دو گے تو تمہارے ساتھ میری نشست و برخاست حرام ہے“ عتبہ اور عتیبہ دونوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور انہیں طلاق دیدی۔ آنحضرت ﷺ نے سیدہ رقیہ کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔ نکاح کے بعد حضرت عثمان غنی نے سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے ہاں وہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا جناب عبداللہ اپنی والدہ کی وفات کے بعد ۴ھ میں چھ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشہ سے مکہ میں آئے اور مکہ سے دونوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی ایام بدر میں سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار تھیں۔ اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی تمیاداری کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق غزوہ بدر میں شامل نہ ہوئے جس روز حضرت زید بن حارثہ فتح کی بشارت لے کر مدینہ منورہ میں آئے۔ اسی روز سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے آپ کے کفن کے لئے اپنی چادر عطا فرمائی اور وہ آپ کے کفن میں استعمال کی گئی

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا



آپ کنیت کے ساتھ ہی مشہور ہیں۔ پہلے عتیبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں۔ جب اس نے آپ کو اپنے باپ کے کہنے سے طلاق دی۔ رسول اللہ ﷺ سے گستاخی سے پیش آیا۔ حضور کی قمیص مبارک پھاڑ دی۔ تو حضور کی زبان مبارک سے نکاح ”یا اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو اس پر مسلط کر دے“ کچھ عرصہ بعد ابو لہب اور عتیبہ بغرض تجارت ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف گئے راستے میں ایک راہب کے صومعہ کے پاس اترے۔ راہب نے کہا کہ یہاں درندے بہت ہیں۔ ابو لہب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تمہیں میری عمر اور میرا حق معلوم ہے؟ وہ بولے کہ ہاں۔ ابو لہب نے کہا کہ محمد نے میرے بیٹے پر بددعا کی ہوئی ہے تم اپنا مال صومعہ پر جمع کر دو اور عتیبہ کے لئے اس کے اوپر بستر کر دو۔ اور خود اس کے ارد گرد سو جاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ رات کو ایک شیر آیا۔ اس نے سب کو سونگھا۔ پھر سامان پر سے کود کر عتیبہ کو پھاڑ ڈالا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال بعد ربیع الاول ۳ھ میں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا اور شعبان ۹ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

### حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام فاطمہ زہرا اور بتول آپ کے لقب ہیں۔ جمال و کمال کے سبب سے زہرا کہلاتی تھیں اور ما سوا اللہ سے انقطاع کی وجہ سے بتول کہلاتی تھیں۔ آپ بعثت کے پہلے سال پیدا ہوئیں۔ ہجرت کے دوسرے سال آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا آپ ﷺ نے



حضرت علی سے پوچھا کہ ادائے مہر کے واسطے تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت علی نے جواب دیا کہ ایک گھوڑا اور ایک زرہ ہے آپ نے فرمایا کہ گھوڑا تو جہاد کے لئے ضروری ہے لیکن فی الحال زرہ فروخت کر دو چنانچہ وہ زرہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۴۸۰ درہم میں خرید لی۔ حضرت علی نے قیمت لا کر حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضور نے اس میں سے کچھ حضرت بلال اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیا کہ خوشبو خرید لائیں اور باقی گھر کے ضرورت کے سامان کے لئے حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے کیا۔ اس طرح یہ نکاح ہو گیا آپ کے سامان میں یہ چیزیں تھیں ایک لحاف، ایک چمڑے کا تکیہ، جس میں درخت خرما کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکیاں، ایک مشک، دو گھڑے، اسی سال ماہ ذوالحجہ میں آپ کی رخصتی کی گئی۔ حضرت علی المرتضیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے فرمان پر رہائش کے لئے حضرت حارثہ بن نعمان کا مکان لیا۔ جو کہ بعد میں انہوں نے ویسے ہی نذر کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کو اپنے اہل بیت میں سے سیدہ فاطمہ سب سے پیاری تھیں جب سفر پر جایا کرتے تو سب سے آخر میں سیدہ فاطمہ سے مل کر جاتے تھے اور جب واپس آتے تو پھر بھی سب سے پہلے سیدہ فاطمہ سے آ کر ملتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔“ سیدہ فاطمہ ہی کی نسبت حضور کا ارشاد ہے۔ خیر نساء هذه الامة . سيدة نساء العالمين . سيدة نساء اهل الجنة . سيدة نساء المؤمنین ۔ صاحبزادیوں میں صرف حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اکرم ﷺ کا سلسلہ نسل جاری ہے اور قیامت تک رہے گا۔ حضرت فاطمہ کو گھر کا تمام کام



خود ہی کرنا پڑتا تھا ایک روز آپ کو خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ لوٹیاں اور غلام آئے ہیں۔ اس لئے وہ ایک خادمہ کی درخواست کرنے کے لئے حضور اقدس ﷺ کے دولت خانہ پر آئیں۔ تو آپ نے لوٹدی خادم کے بجائے تسبیحات پڑھنے کا حکم عطا فرمایا۔ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ زہرا کے دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت علی کو وہاں نہ پایا۔ آپ نے پوچھا کہ میرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہم دونوں میں کچھ ان بن ہو گئی ہے اور وہ ناراض ہو کر نکل گئے ہیں آپ نے ایک شخص کو فرمایا کہ دیکھو وہ کہاں ہیں؟ اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ حضور مسجد میں تشریف لے گئے آپ دیکھتے ہیں کہ وہ پہلو کے بل لیٹے ہوئے ہیں اور خاک آلود ہو رہے ہیں حضور خاک جھاڑنے لگے اور فرمایا۔ اے ابوتراب اٹھو۔ حضرت علی کو اس نام سے پیارا کوئی نام نہ تھا۔ حضرت علی نے ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا۔ سیدہ زہرا نے سنا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپ نے عرض کی حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑہ ہے میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی اسے تکلیف پہنچائے۔ اللہ کی قسم میں فاطمہ کی زندگی میں دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتا یہ سن کر حضرت علی نے خواستگاری چھوڑ دی۔ آنحضرت ﷺ کے وصال شریف کے بعد حضرت فاطمہ کبھی ہنستی نہ دیکھی گئیں اور وصال شریف کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان ۱۱ھ میں انتقال فرما گئیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں رات کے وقت دفن ہوئیں حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم



نے آپ کو قبر میں اتارا۔ حضرت زہرا کی اولاد تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ امام حسن اور امام حسین جو اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور حضرت محسن اور سیدہ رقیہ جو بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کی شادی حضرت عمر فاروق سے ہوئی تھی سیدہ زینب جن کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا۔ ان میں سے سوائے حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی سے نسل نہیں چلی۔

### حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خدیجہ الکبریٰ کی اولاد میں یہ سب سے چھوٹے ہیں بعثت کے بعد پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں انتقال فرما گئے۔ طیب و طاہران ہی کے لقب ہیں۔

### حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ آنحضرت ﷺ کی سب سے آخری اولاد ہیں ذی الحجہ ۸ھ میں مقام عالیہ میں جہاں ان کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ رہا کرتی تھیں پیدا ہوئے اسی سبب سے عالیہ کو مشربہ ابراہیم بھی کہنے لگے تھے حضرت ابورافع کی بیوی حضرت سلمیٰ نے جو آنحضرت ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ کی لونڈی تھیں دایہ گری کی خدمت انجام دی۔ جب حضرت ابورافع نے رسول اللہ ﷺ کو ان کی ولادت کی بشارت دی تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابورافع کو ایک غلام عطا فرمایا۔ ساتویں دن عقیقہ کیا اور سر کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کی اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نام پر آپ کا نام ابراہیم رکھا گیا۔ دودھ پلانے کے لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت



ابراہیم کو پرورش کے لئے حضرت ام سیف کے حوالہ کر دیا۔ ان کا شوہر ابو سیف لوہا تھا آنحضرت ﷺ حضرت ابراہیم کو دیکھنے کے لئے عوالی مدینہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ حضرت ابراہیم کو گود میں لے کر چوما کرتے حضرت ابراہیم نے حضرت ام سیف ہی کے ہاں انتقال فرمایا جب آنحضرت ﷺ کو خبر دی گئی کہ حضرت ابراہیم حالت نزع میں ہیں تو حضور اکرم ﷺ وہاں پہنچے اور آپ کو گود میں اٹھا لیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ بھی ایسا کرتے ہیں! تو آپ نے فرمایا یہ رحمت و شفقت کے آنسو ہیں پھر فرمایا، ”ابراہیم! ہم تیری جدائی سے غمگین ہیں۔ آنکھیں اشکبار ہیں دل غمگین ہے لیکن زبان سے ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو، یعنی انا لله وانا الیہ راجعون۔ آنحضرت ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے متصل حضرت فضل اور حضرت اسامہ نے آپ کو قبر میں اتارا۔ جناب رسول اللہ ﷺ قبر کے کنارے کھڑے تھے۔ آپ کے حکم سے ایک انصاری پانی کی مشک لایا اور قبر پر چھڑک دیا اور شناخت کے لئے ایک نشان قائم کیا گیا جیسا کہ حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر بھی کیا گیا تھا۔ حضرت ابراہیم کی عمر تقریباً ۱۸ ماہ تھی عرب میں جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ جب کوئی حادثہ عظیم وقوع میں آتا تو سورج یا چاند میں گرہن لگ جاتا ہے اتفاق سے حضرت ابراہیم کی وفات کے دن سورج گرہن لگا گیا لوگ کہنے لگے کہ یہ حضرت ابراہیم کی موت کے سبب سے ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سورج چاند خدا تعالیٰ کے دو نشان ہیں۔ کسی کی موت سے ان میں گہن نہیں لگتا۔

تحت بالخیب - بنا تقبل منا انک انت  
السمیع العلیم









شخصیت  
ایرہاویہ

صاحب تصانیف کثیرہ

مناقب

محقق اہلسنت و  
سلامہ حافظ اشقیات احمد صاحب نقشبندی کھلانی مدظلہ العالی

ایرہاویہ

افضلیت شیخین

مناقب اہلبیت

رسول اللہ کی نماز

الصلوة والسلام  
علیک یا رسول اللہ

علم مصطفیٰ

کردارِ یزید

فاتحہ خلف الامام

رکعت تراویح

تحقیق دفع بدین

تفسیرت معراج

ذکر سیدلا

طلاق ثلاثہ

تفسیر آئیہ نور

انگوٹھے چومنا

الدریوں اہما رسول

مسائل رمضان

نماز اور قرآن

مسکحت اہلسنت

مسائل قربانی

مناظرہ عیار بوسین شریف

مسائل تکفیر

جامع مسجد درس القرآن

مستند دینی دواخانہ

پتہ چوک ضلع مظفر آباد  
چوک ضلع مظفر آباد  
چوک ضلع مظفر آباد

جامعہ نوریہ رضویہ برکات القرآن



شخصیت  
ایرہاویہ

صاحب تصانیف کثیرہ

مناقب

محقق اہلسنت و  
سلامہ حافظ اشقیات احمد صاحب نقشبندی کھلانی مدظلہ العالی

ایرہاویہ

افضلیت شیخین

مناقب اہلبیت

رسول اللہ کی نماز

الصلوة والسلام  
علیک یا رسول اللہ

علم مصطفیٰ

کردارِ یزید

فاتحہ خلف الامام

رکعت تراویح

تحقیق دفع بدین

تفسیرت معراج

ذکر سیدلا

طلاق ثلاثہ

تفسیر آئیہ نور

انگوٹھے چومنا

الدریوں اہما رسول

مسائل رمضان

نماز اور قرآن

مسکحت اہلسنت

مسائل قربانی

مناظرہ عیار بوسین شریف

مسائل تکفیر

جامع مسجد درس القرآن

مستند دینی دواخانہ

پتہ چوک ضلع مظفر آباد  
چوک ضلع مظفر آباد  
چوک ضلع مظفر آباد

جامعہ نوریہ رضویہ برکات القرآن